غزواتِ اسلام

منصور احمد بٹ

کاش مَیں آپؐ کے عہد میں پیدا ہوتا
عکس آپؐ کا آنکھوں میں میری چمکتا ہوتا

ہر بات آپؐ کی سنتا اور عمل پیرا ہوتا
اصحاب بدر میں عکس میرا بھی چمکتا ہوتا

آپؐ کے پسینے کی خوشبو بسا لیتا سانسوں میں
اور خود ہی ان کی مہک سے میں مہکتا ہوتا

کاش غارِ حرا میں ہوتا اک سنگ میں
اور آپؐ کے قدموں سے میں لڑھکا ہوتا

منصور احمد بٹ

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور سارے کا سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے اور پھر اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔

(سورہ الانفال : 35)

غزواتِ اسلام

منصور احمد بٹ

مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ، چوک انار کلی لاہور

۲۹۲۷۹۱
م ۲۳ ع
109001 ۹۲

©جملہ حقوق محفوظ

اہتمام ملک مقبول احمد
ناشر مقبول اکیڈمی
مطبع خورشید مقبول پریس
قیمت **400** روپے

MAQBOOL ACADEMY
Chowk Urdu Bazar, Circular Road, Lahore.
Ph: 042-7324164, 7233165 Fax: 042-7238241

10-Dayal Singh Mansion, The Mall, Lahore.
Ph: 042-7357058 Fax: 042-7238241
Email: mqbool@brain.net.pk

ورقِ رہنما

غزوہ بدر ---------- 11
غزوہ قینقاع ---------- 48
غزوہ سویق ---------- 53
غزوہ غطفان ---------- 56
غزوہ احد ---------- 59
غزوہ بنونضیر ---------- 93
غزوہ خندق ---------- 102
صلح حدیبیہ ---------- 135
غزوہ خیبر ---------- 163
فتح مکہ ---------- 191
غزوہ موتہ ---------- 214
غزوہ حنین ---------- 220
غزوہ طائف ---------- 243
غزوہ تبوک ---------- 248

آوازِ منصور

اسلام کے معانی ہیں اللہ کی مرضی کے آگے سر جھکا دینا اور پوری طرح خود کو اس کے سپرد کر دینا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان اور ساری کائنات کو پیدا کیا اور اس کی مادی ضروریات پوری کیں۔ اسی طرح اس نے انسان کی روحانی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہر زمانے اور ہر قوم میں اپنے رسول بھی بھیجے۔ بعض رسولوں کے ساتھ اس نے کتابیں بھی نازل کی ہیں۔ اللہ کے رسول اور اس کی کتابیں لوگوں کو اللہ کی مرضی اور اس کے احکام بتاتے رہے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ اسلام کی تاریخ دنیا میں اللہ کے پہلے رسول کی آمد سے شروع ہوتی ہے۔ یہ پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام تھے جو پہلے انسان بھی تھے۔ انہی سے پوری انسانی نسل چلی جو آدمی کہلائے۔ جب جب اللہ تعالیٰ کے احکام بھلا دیئے گئے اور انسان گمراہی میں پڑے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و کرم سے ان کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے۔ ایک روایت کے مطابق ان رسولوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید لائے اس میں بہت سے رسولوں کا ذکر ہے۔ یہ سب رسول اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی قوم کے لئے اسلام کا پیغام لائے تھے۔ قرآن مجید میں ان کے دین کو اسلام اور ان کو مسلم کہا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد قریش مکہ نے اور اردگرد کے قبائل نے آپ ﷺ کی تکذیب کی۔ آپ ﷺ نے رفقاء کو طرح طرح کی ایذیتیں دیں۔ یہاں تک کہ آپ

ﷺ کو اور آپ ﷺ کے رفقاء کو ہجرت کرنا پڑی۔ کفار نے اسی پر اکتفا نہ کیا' بلکہ وہ آپ ﷺ کے دین کو ختم کرنے کے لئے آپ ﷺ سے جنگیں بھی کرتے۔ ان جنگوں میں تقریباً 21 غزوات اور 32 سرایا تھے۔ غزوات وہ جنگیں کہلاتی ہیں جن میں رسول اکرم ﷺ بہ نفس نفیس شریک ہوئے۔ اور سرایا وہ جنگیں ہیں جن میں آپ ﷺ نے شرکت نہیں فرمائی اور مختلف صحابہ کرامؓ کی سرکردگی میں اسلامی لشکر روانہ کئے گئے۔

یوں تو قرآن حکیم میں جہاد کے موضوع پر بہت سی آیات مبارکہ ہیں۔ مگر ان میں سے چند آپ کے گوش گزار کی جاتی ہیں۔

''لڑنے کی اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں' اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے ''ہمارا رب اللہ ہے'' اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں' جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جائیں' اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔''

(سورہ الحج : 39-40)

''اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں اپنے کام کے لئے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ رہیں اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو' اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمہارا مولیٰ۔ بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار''

(سورہ الحج : 78)

''پس جب ان کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے' یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو' اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کرلو' تاآنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے' یہ ہے تمہارے کرنے کا کام۔ اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے نبٹ لیتا۔ مگر (یہ طریقہ اس نے اس لئے اختیار کیا ہے) تاکہ تم لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں گے ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ وہ ان کی رہنمائی فرمائے گا۔ ان کا حال درست کردے گا اور ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جس سے وہ ان کو واقف کرا چکا ہے۔''

(سورہ محمد : 4-6)

''پس تم بودے نہ بنو اور صلح کی درخواست نہ کرو' تم ہی غالب رہنے والے ہو' اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔''

(سورہ محمد : 35)

''اے ایمان والو' جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دوچار ہو تو ان کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرو۔ جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا اپنی فوج سے جا ملنے کے لئے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا' اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔''

(سورہ الانفال : 15-16)

''اے ایمان والو' ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے' پھر اگر وہ فتنہ سے رک

جائیں تو ان کے اعمال کا دیکھنے والا اللہ ہے اور اگر وہ نہ مانیں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا سرپرست ہے اور وہ بہترین حامی و مددگار ہے۔"

(سورہ الانفال : 39-40)

"اے ایمان والو' جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو گی۔"

(سورہ الانفال : 45)

"اور تم لوگ' جہاں تک تمہارا بس چلے' زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لئے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے' اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہو گا۔

(سورہ الانفال : 60)

یہ ہیں قرآن حکیم کی جہاد کے متعلق آیات میں سے چند' اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی جگہوں پر مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کو کافروں سے جہاد کی تلقین فرمائی ہے۔

زیر مطالعہ کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے 21 غزوات میں سے 14 غزوات کا احوال دلچسپ پیرائے میں درج ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کرے گی۔

منصور احمد بٹ

4/118 ' باغبانپورہ لاہور

1

غزوۂ بدر

17 رمضان المبارک' 2 ہجری

سرور کائنات احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ نبوت کے تیرھویں برس حکم خداوندی سے جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کا جوش و ولولہ قابل دید تھا۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر مدینہ میں بہت پہلے پہنچ چکی تھی اس لئے تمام شہر ہمہ تن اور چشم انتظار تھا۔ معصوم بچے فخر اور جوش سے کہتے پھرتے تھے۔

''پیغمبر ﷺ آرہے ہیں۔''

لوگ ہر روز صبح سویرے ہی گھروں سے نکل کر شہر کے باہر جمع ہو جاتے تھے اور پھر دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ لوٹ جاتے تھے۔

ایک دن جب لوگ آپ ﷺ کا انتظار کر کے جا چکے تھے تو اس دوران ایک یہودی نے اپنے قلعہ کے اوپر کھڑے ہو کر آپ ﷺ کی آمد کا منظر دور سے دیکھا اور قرآئن سے پہچان کر پکارا۔ ''اے عرب کے باسیو! تمہیں جس کا انتظار تھا وہ آپہنچا ہے۔''

یہ سنتے ہی تمام شہر نعرہ تکبیر کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ انصار مدینہ سینوں پر ہتھیار سجا کر دیوانہ وار گھروں سے باہر نکل آئے۔

مدینہ منورہ سے تین میل کی مسافت پر قبا نامی ایک آبادی تھی جہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے۔ ان میں سب سے ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا۔ آپ ﷺ سرخ اونٹنی پر سوار جب یہاں پہنچے تو تمام خاندان نے جوش مسرت میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یہ

فخر ان کی قسمت میں تھا کہ میزبان دو عالم ﷺ نے سب سے پہلے انہی کی مہمان نوازی قبول کی۔ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی انصار جوق در جوق آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کر رہے تھے۔

اکثر صحابہؓ اور دیگر مسلمان جو کہ حضور اکرم ﷺ کی ہدایت پر ان سے پہلے ہی مدینہ پہنچ کر قبا نامی اسی آبادی میں قیام پذیر تھے وہ بھی آپ ﷺ کے استقبال میں پیش پیش تھے۔ آپ ﷺ نے یہاں پر چودہ روز قیام فرمایا اور یہیں پر اپنے دست مبارک سے مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔ ''قبا'' میں آپ ﷺ کا داخلہ اسلام کے دور کی خاص ابتداء ہے۔

قبا میں چودہ روز قیام کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے تو راستے میں ''بنی سالم'' کے محلہ میں نماز کا وقت ہوگیا۔ یہیں پر آپ ﷺ نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی اور خطبہ دیا۔ لوگوں کو جب آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو وہ جوش مسرت سے پیش قدمی کے لئے دوڑے۔ قبا سے مدینہ تک جانثاروں کی صفیں تھیں۔ انصار خاندان کے لوگوں نے آپ ﷺ کے راستے میں آنکھیں بچھا دیں۔ ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا تھا۔

''حضور ﷺ یہ گھر، یہ مال و دولت اور یہ ہماری جان سب آپ ﷺ کے لئے ہے آپ ﷺ اسے قبول فرمائیں۔''

مگر آپ ﷺ دعائے خیر کرتے ہوئے اونٹنی پر سوار آگے بڑھ جاتے۔

جیسے جیسے شہر قریب آتا جارہا تھا لوگوں کا جوش و خروش بڑھتا جارہا تھا اور ایک عالم ایسا بھی آیا کہ پردہ نشین عورتیں چھتوں پر نکل آئیں اور کچھ اس قسم کے گیت گانے لگیں۔

چاند نکل آیا کوہ داع کی گھاٹیوں سے

ہم پر خدا کا شکر واجب ہے

جب دعا مانگنے والے دعا مانگیں

دوسری جانب معصوم بچیاں دف بجا بجا کر یہ گیت گا رہی تھیں۔

''ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں
محمد ﷺ کیا اچھا ہمسایہ ہے۔''

آپ ﷺ نے ان لڑکیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''کیا تم مجھ کو چاہتی ہو۔''
وہ بولیں ''ہاں ہم آپ ﷺ کو چاہتی ہیں۔''
آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر میں بھی آپ کو چاہتا ہوں۔''

یہاں سے آپ ﷺ کی اونٹنی پھر آگے بڑھ گئی۔ مدینہ کے بڑے سے بڑے سرداراور غریب سے غریب آدمی کی یہ خواہش تھی کہ سرور کائنات ﷺ اسے اپنی میزبانی کا شرف بخشیں، اسی کے گھر میں قیام فرمائیں مگر آپ ﷺ کی اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان کے قریب رک گئی۔ اس پر بھی بہت سے انصار میں کش مکش ہونے لگی کہ حضور اکرم ﷺ کی میزبانی کا شرف کیسے حاصل ہو چنانچہ جب قرعہ ڈالا گیا تو وہ بھی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے نام نکلا لہٰذا آپ ﷺ نے انہی کے گھر میں قیام کا فیصلہ فرمایا۔ یوں حضور اکرم ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کی مدینہ آمد پر مکہ سے ہجرت کا وہ عمل مکمل ہوگیا جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا تھا۔

مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا واقعہ بھی ظلم وستم کی ایک طویل اور دلدوز داستان ہے جسے سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے نبوت عطا ہونے کے بعد جب اسلام کی تبلیغ کا بیڑہ اٹھایا تو کفار مکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار صحابیوں کی جان کے دشمن ہوگئے۔ حتیٰ کہ بوڑھوں، عورتوں، بچوں اور کمزوروں پر بھی ظلم کی انتہا کر دی گئی۔ حضور اکرم ﷺ کے حقیقی چچا ابولہب کو آپ ﷺ سے بہت محبت ہونی چاہئے تھی کیونکہ آپ ﷺ کی ولادت پر سب سے زیادہ خوشی کا اظہار ابولہب نے ہی کیا تھا۔ اس کا تو یہ دعویٰ تھا کہ محمد ﷺ جیسا خوش جمال پورے عرب میں نہیں ہے لیکن جب اس نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ ان کے ''لات'' ''عزیٰ'' اور ''ہبل'' جیسے ناخداؤں کو گرانا چاہتے ہیں تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے

جانثاروں کی جان کا دشمن ہوگیا۔ اس وقت مکہ میں کوئی باضابطہ حکومت نہ تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ قریش مکہ نے اپنی تسکین کے لئے حضور اکرم ﷺ اور ان کے ساتھیوں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی۔

خباب بن الارت جن کا تعلق تمیم قبیلہ سے تھا اور جو زمانہ جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کر دیئے گئے تھے ایک دن قریش سرداروں کے کہنے پر انہیں دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا گیا اور ان کی چھاتی پر ایک شخص کو اس خیال سے کھڑا کر دیا گیا تا کہ وہ کروٹ نہ بدلنے پائیں۔ ان پر اس حد تک ظلم کیا گیا کہ دہکتے ہوئے انگارے ان کی پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہوگئے مگر اس کے باوجود یہ مرد مجاہد اقرار محمدی ﷺ سے باز نہ آئے۔

قریش مکہ کا دوسرا نشانہ حضرت بلال حبشیؓ تھے۔ تپتی دوپہر میں انہیں جلتی ہوئی زیت پر لٹایا جاتا اور سینے پر پتھر کی چٹان رکھ کر یہ دھمکی دی جاتی کہ اگر اسلام سے باز نہیں آؤ گے تو یوں ہی گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے لیکن اس حال میں بھی حضرت بلالؓ کی زبان سے ''احد'' کا لفظ نکلتا تھا۔ جب انہوں نے کسی طور بھی حوصلہ نہ ہارا تو ان کے گلے میں رسی ڈال کر لونڈوں کے حوالے کر دیا گیا جو انہیں شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک بے دردی سے گھسیٹتے پھرے لیکن پھر بھی وہ ''احد'' کہنے سے باز نہ آئے۔ اسی طرح حضرت عمارؓ کو بھی تختہ ستم بنایا گیا۔ ان کے والد ''یاسر'' جب مکہ آئے تھے تو ابو حذیفہ مخزومی نے اپنی کنیز سمیہ سے ان کی شادی کر دی تھی۔ عمارؓ انہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ خدا کا نام لینے کی پاداش میں حضرت عمارؓ کو جلتی ہوئی زمین پر لٹا کر اس قدر مارا جاتا تھا کہ وہ گھنٹوں بے ہوش رہتے تھے مگر ہوش آنے پر پھر وہ ورد خدا ان کی زبان سے جاری ہو جاتا تھا۔ ان کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے اسلام قبول کرنے کے جرم میں اس قدر ظالمانہ طریقے سے برچھی ماری کہ وہ ہلاک ہوگئیں۔

مختصر یہ کہ قریش مکہ نے نام خدا لینے والے کسی شخص کو بھی معاف نہ کرنے کا پکا تہیہ

کر رکھا تھا۔ حضرت ابوفکیہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے اور وہ حضرت بلالؓ کے ساتھ ہی اسلام لائے تھے۔ امیہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے حضرت ابوفکیہؓ کے پاؤں میں رسی باندھ دی اور پھر اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ انہیں تپتی ہوئی زمین پر دور تک گھسیٹتے چلتے جائیں۔ آدمی جب انہیں اس حالت میں لئے چلے جا رہے تھے تو راستے میں ایک گبریلا جا رہا تھا۔ امیہ نے حضرت ابوفکیہؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ''تیرا خدا یہی تو نہیں ہے۔'' حضرت ابو فکیہؓ نے اس حالت میں بڑے عزم سے جواب دیا ''میرا اور تیرا صرف ایک خدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔'' یہ جواب سن کر امیہ طیش میں آ گیا اور اس نے حضرت ابوفکیہؓ کا گلا اس زور سے دبایا کہ وہ وہیں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مکہ میں مسلمانوں پر ہونے والے یہی وہ مظالم تھے جو انہیں مکہ چھوڑنے پر مجبور کر رہے تھے مگر سوال یہ تھا کہ وہ جائیں کہاں کون انہیں پناہ دے گا۔ آخر حضور اکرم ﷺ کی اجازت سے قریش مکہ کے ظلم کا شکار ہونے والے ایسے ہی مسلمانوں کے ایک گروہ نے حبشہ ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان میں اور لوگوں کے علاوہ آپ ﷺ کے ایک ازلی دشمن ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہؓ بھی شامل تھی جس نے اپنے باپ کا دین چھوڑ کر حضور اکرم ﷺ کا دین قبول کر لیا تھا۔

اس زمانے میں حبشہ قریش کی ایک قدیم اور معروف تجارتی منڈی تھی جہاں پر وہ اجناس اور اپنی ہر چیز فروخت کے لئے لے جایا کرتے تھے۔ اس وقت حبشہ کے عیسائی حکمران کو نجاشی کہا جاتا تھا جس کے عدل و انصاف کا بہت زیادہ شہرہ تھا۔ قریشی سرداروں کو اس بات کا پورا پورا یقین تھا کہ حبشہ کا حاکم جس کے ملک سے ان کے تجارتی روابط ہیں وہ ان کی بات ضرور مانے گا۔ چنانچہ انہوں نے تحفے تحائف دے کر اپنا ایک وفد حبشہ کے عیسائی حکمران کے پاس بھیجا۔ وفد نے وہاں کے بادشاہ کو ملنے سے پہلے مقامی درباری پادریوں سے ملاقات کی اور انہیں اس بات کی ترغیب دی کہ وہ ان لوگوں (مسلمانوں) کو اپنے ملک سے نکلوا دیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنا ایک نیا مذہب ایجاد کر لیا

ہے اور جب ہم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا تو وہ آپ کے ملک میں بھاگ آئے۔ وفد نے پادریوں سے یہ بھی درخواست کی کہ کل جب ہم بادشاہ کے دربار میں ان لوگوں کے بارے میں درخواست پیش کریں تو آپ بھی ہماری تائید کریں۔''

چنانچہ اگلے روز وفد کے ارکان حبشہ کے عیسائی نجاشی سے ملے اور یہ درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کئے جائیں۔ وعدہ کے مطابق درباری پادریوں نے بھی بادشاہ کے سامنے اس بات کی تائید کی مگر نجاشی نے کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مسلمانوں کے چند نمائندوں کو اپنے پاس بلوایا اور یہ دریافت کیا کہ انہوں نے ایسا کون سا مذہب اختیار کیا ہے جو بت پرستی کا مخالف ہے۔

مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفرؓ طیار نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسائیوں کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی کمزوروں کو کھا جاتے تھے مگر اس اثناء میں ہم میں سے ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صداقت و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے ہی واقف تھے۔ اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچ بولیں، خونریزی سے باز رہیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو آرام دیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور زکوٰۃ دیں۔ چنانچہ ہم لوگ اس پر ایمان لے آئے۔ شرک و بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال بد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توبہ کرلی مگر اس جرم میں ہماری قوم ہماری جان کی دشمن بن گئی ہے اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ ہم اس گمراہی میں واپس لوٹ جائیں جہاں سے ہم چلے تھے۔''

نجاشی نے جب حضرت جعفر طیار کی ایمان افروز تقریر سنی تو وہ بے حد متاثر ہوا۔ اس

نے حضرت جعفرؓ طیار سے کہا "جو کلام تمہارے پیغمبر (ﷺ) پر اترا ہے اس میں سے کچھ پڑھ کر سناؤ۔"

حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیات پڑھیں جسے سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے پھر وہ مسلمانوں سے کہنے لگا۔

"خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔"

یہ کہہ کر نجاشی نے قریش کے وفد کو ہدایت کی کہ وہ فوراً اس کے ملک سے نکل جائے۔ وہ کسی صورت بھی ان مظلوم (مسلمانوں) کو واپس نہیں کرے گا۔"

حبشہ کے نجاشی نے قریش مکہ کو جو منہ توڑ جواب دیا تھا اس کا انہیں سخت رنج ہوا اور انہوں نے نئے سرے سے مکہ میں موجود مسلمانوں پر پہلے سے زیادہ ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ اسی دوران جبکہ قریش سرداروں کی وحشت و بربریت کا بازار گرم تھا ہر سال مدینہ سے حج کے موقع پر کچھ قبائلی سردار اور دیگر ممتاز لوگ مکہ آیا کرتے تھے۔ مدینہ میں اس وقت جو انصار آباد تھے ان کا تعلق یمن کے قحطان خاندان سے تھا۔ دراصل یہ دو بھائی "اوس" اور "خزرج" تھے۔ تمام انصار کا تعلق انہی دو خاندانوں سے تھا۔ یہ خاندان جب یثرب یعنی مدینہ آیا تو یہاں پر یہودیوں کا بہت اثر ورسوخ تھا وہ دولت سے مالا مال اور خاصے خوشحال تھے۔ انصار کچھ عرصہ تک تو ان سے الگ تھلگ رہے لیکن بالآخر یہودیوں کا زور و اثر دیکھ کر وہ ان کے حلیف بن گئے۔ یہ صورت حال ایک عرصہ تک قائم رہی لیکن جیسے جیسے انصار کا خاندان پھیلتا جارہا تھا تو یہودیوں کو پریشانی ہونے لگی کہ کہیں یہ لوگ ان پر غالب ہی نہ آجائیں لہٰذا یہودیوں نے انصار سے معاہدہ توڑ دیا۔ اس کے بعد ان میں وقتاً فوقتاً لڑائیاں ہونے لگیں۔ سب سے بڑی لڑائی رجاث کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس زور کا معرکہ ہوا کہ دونوں خاندانوں کے افراد کٹ کٹ کر مرنے لگے۔ انصار اب اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ انہوں نے مکہ میں قریش کے پاس اس درخواست کے ساتھ اپنا وفد بھجوایا کہ وہ انہیں اپنا حلیف بنالیں مگر قریش کے ایک سردار ابوجہل نے یہ

سارا معاملہ خراب کر دیا۔

انصار اگرچہ بت پرست تھے لیکن ان کا چونکہ یہودیوں سے میل جول تھا اس لئے وہ نبوت اور آسمانی کتابوں سے بھی تھوڑا بہت آشنا تھے۔ یہودیوں کو بھی اگرچہ انصار سے رقابت تھی لیکن وہ ان کے علمی فضل و کمال کے معترف تھے۔

انصار میں ایک شخص سوید بن صامت جو شاعری اور جنگ آوری میں ممتاز تھا اس کو کہیں سے ''امثال لقمان'' کا نسخہ مل گیا جس کو وہ آسمانی کتاب سمجھتا تھا۔ وہ ایک روز جب مدینہ سے مکہ گیا تو آنحضرتﷺ اس کے حالات سن کر اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اس نے امثال لقمان پڑھ کر سنائی۔ اس پر آپﷺ نے فرمایا۔

''میرے پاس اسی قسم کی ایک کتاب موجود ہے۔''

یہ کہہ کر آپﷺ نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں جنہیں سن کر سوید حد سے زیادہ متاثر ہوا۔ اگرچہ واپس مدینہ آ کر وہ جنگ رجاث میں مارا گیا تھا۔ تاہم مرنے سے پہلے وہ نہ صرف خود اسلام کا معتقد ہو چکا تھا بلکہ اس نے اپنی شاعری کے ذریعے مدینہ کے لوگوں تک بھی آنحضورﷺ کا پیغام پہنچا دیا تھا جس کے باعث انصاریوں کے دل میں بھی اسلام کے بارے میں جاننے کی خواہش پیدا ہوئی۔

اس دوران جب اوس اور خزرج قبائل میں لڑائی ہوئی تو اوس کو شکست ہوگئی۔ اوس کے سردار مدینہ چھوڑ کر مکہ کے قریشی سرداروں کے پاس چلے گئے تاکہ خزرج کے مقابلے میں انہیں اپنے ساتھ ملایا جاسکے۔ ان لوگوں کی قیادت ایاس بن معاذ کر رہے تھے۔

ادھر جب حضورﷺ کو اوس قبیلے کے سرداروں کی آمد کا علم ہوا تو آپﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں۔ ایاس بن معاذ نے یہ آیات سن کر اپنے ساتھیوں سے کہا''

خدا کی قسم تم جس غرض سے مکہ میں آئے ہو یہ کلام اس سے کہیں بہتر ہے۔''

یہ سن کر قافلے کے ایک بڑے سردار ابوالحیس نے کنکریاں اٹھا کر معاذ کے

منہ پر ماریں اور بولا۔

''کیا ہم مکہ میں اس کام کے لئے آئے ہیں۔''

اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد جنگ رجاث کا معرکہ پیش آگیا جس میں ایاس بن معاذ بھی مارا گیا لیکن مرتے وقت اس کی زبان پر تکبیر جاری تھی۔

مختصر یہ کہ جب بھی مدینہ کے رؤسا مکہ تشریف لاتے تو آپ ﷺ ان کے پاس جا کر تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ اس سال بھی جب خزرج قبیلے کے سردار مکہ آئے تو حضور اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے ان کا نام ونسب پوچھا، انہوں نے کہا۔

''ہم خزرج قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔''

اس موقع پر آپ ﷺ نے انہیں دعوت اسلام دی اور قرآن مجید کی چند آیات سنائیں۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

''بھائیو! کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے اولیت میں بازی لے جائیں۔''

یہ کہہ کر ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔

یہ چھ اشخاص جنہوں نے اسلام قبول کیا ان میں ابوالثیم بن سہیتان ابو امامہ اسعد، عوف بن حارث اور دفاع بن ما لک بن عجلان شامل تھے۔ اسی طرح اگلے سال بھی بارہ اشخاص مدینہ سے آئے اور انہوں نے یہ صرف حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی بلکہ اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ احکام خداوندی سکھانے کے لئے کوئی معلم ان کے ساتھ کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اس خدمت پر مامور کیا جو ہاشم بن مناف کے پوتے تھے۔ وہ مدینہ میں آکر اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے جو کہ مدینہ کے رئیس تھے۔ ان کا روزانہ معمول تھا کہ وہ انصار کے ایک ایک گھر میں جاتے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ یوں حضور ﷺ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے ہی وہاں کے گھر گھر میں اسلام پھیلنے لگا تھا۔ اسی دوران حضور ﷺ کی اجازت سے مسلمانوں نے قریش مکہ سے چھپ کر چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں مدینہ ہجرت کرنا شروع

کر دی کیونکہ اب حضور ﷺ کو یقین تھا کہ مدینہ میں مسلمانوں کی جان و مال محفوظ رہے گی۔

لیکن سرور کائنات حضرت محمد ﷺ ابھی مکہ میں ہی مقیم تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کی نبوت کا تیرھواں سال تھا۔ جب وحی الٰہی کے مطابق آپ ﷺ نے بھی مدینہ ہجرت کرنے کا عزم فرمایا۔ ادھر قریش نے جب یہ دیکھا کہ اب مسلمان مدینہ جا کر طاقت پکڑ رہے ہیں اور وہاں اسلام پھیلتا جا رہا ہے تو انہوں نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں ہر قبیلہ کے سردار موجود تھے۔ جن میں عتبہ جبیر بن معطم، نضر بن حارث بن کلاں ابن ہشام، بنیہ، ومنبیہ اور امیہ بن خلف کے علاوہ حضور ﷺ کے سب سے بدترین دشمن ابوسفیان بھی شامل تھے۔ ابوسفیان کو حضور اکرم ﷺ پر اس لئے بھی زیادہ غصہ تھا کہ اس کی بیٹی ام حبیبہ حضور ﷺ کا دین قبول کر چکی تھی، ابوسفیان قریش کے رئیس اعظم حرب بن امیہ کا بیٹا تھا مگر باپ کی موت کے بعد ابوسفیان اس منصب عظیم کو حاصل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔ ابوسفیان اگرچہ اپنے باپ کا منصب حاصل نہ کرسکا تھا تاہم بنو امیہ کے خاندان کا سردار وہی تھا اور یہ وہ شخص تھا جس کی حضور ﷺ سے دشمنی مشہور تھی۔

بہر حال قریش کے ان سرداروں نے اپنے اجلاس میں حضور ﷺ کے بارے میں مختلف آراء پیش کیں۔ ایک نے کہا

''محمد (ﷺ) کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر انہیں مکان میں بند کر دیا جائے۔''

دوسرے نے کہا

''محمد (ﷺ) کو جلاوطن کر دینا کافی ہے۔''

ابوجہل جو حضور ﷺ کا جانی دشمن تھا اس نے تجویز پیش کی کہ ہر قبیلے سے ایک شخص کا انتخاب کیا جائے اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر تلواروں سے حضور اکرم ﷺ کو ہمیشہ کی نیند سلا دے۔ اس صورت میں ان کا خون قبائل میں بٹ جائے گا اور آل ہاشم اکیلے تمام

قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔"

اس آخری رائے پر جو ابوجہل نے پیش کی سب کا اتفاق ہوگیا اور انہوں نے چند ہی لمحوں میں آنحضرت ﷺ کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔ اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ باہر ٹھہرے رہے۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ جیسے ہی آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائیں گے تو یہ فرض ادا کر دیا جائے گا۔

اگرچہ قریش مکہ کو اس درجہ تک حضور ﷺ سے عداوت تھی لیکن اس کے باوجود ان کو آپ ﷺ کی دیانت داری پر اعتماد تھا اور وہ اپنی امانتیں حضور ﷺ کے پاس ہی رکھوایا کرتے تھے۔ اس وقت بھی جب آپ ﷺ ہجرت کا ارادہ فرما رہے تھے آپ ﷺ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں چونکہ آپ ﷺ کو قریش کے ناپاک ارادے کا علم ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو، صبح کو لوگوں کو ان کی امانتیں لوٹا کر واپس چلے آنا۔

یہ انتہائی خطرناک لمحات تھے۔ حضرت علیؓ جان چکے تھے کہ کافروں نے آپ ﷺ کے قتل کا قطعی ارادہ کر لیا ہے اور آج رسول اللہ ﷺ کا بستر قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر اسے فرش گل سمجھ کر اس پر لیٹ گئے۔

حضور اکرم ﷺ ہجرت سے دو تین روز پہلے، دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے کچھ مشورہ کرنا ہے اس لئے یہاں سے سب کو ہٹا دو۔ جب حکم کی تکمیل ہوگئی تب آپ ﷺ نے فرمایا۔

"مجھ کو ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا

"میرا باپ آپ ﷺ پر فدا ہو مجھ کو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا "یقیناً تم بھی میرے ساتھ ہوگے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے، انہوں نے ہجرت کے لئے گزشتہ چار ماہ سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں، انہوں نے عرض کی۔

''حضور ﷺ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں۔''

محسن عالم ﷺ کو کسی کا احسان گوارہ نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''مگر بغیر قیمت کے میں اونٹنی ہرگز نہ لوں گا۔''

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مجبوراً قیمت قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔

ادھر وہ کفار جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا وہ کافی دیر تک باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔ اسی عالم میں قدرت نے انہیں بے خبر کر دیا۔ وہ نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ اس اثناء میں آنحضرت ﷺ ان کو سوتا چھوڑ کر باہر آئے اور کعبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

''مکہ تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ وہاں سے رخصت ہوئے اور جبل ثور کے غار میں جا کر پناہ لی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے عبداللہ جو نوخیز جوان تھے شب کو غار میں سوتے تھے اور صبح منہ اندھیرے شہر جا کر اس بات کا پتہ لگاتے تھے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں۔ جو کچھ بھی انہیں خبر ملتی وہ شام کو واپس آکر حضور ﷺ کے گوش گزار کر دیتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک غلام غار میں بکریوں کا دودھ پہنچا جاتا تھا۔ غار میں آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی یہی غذا تھی۔ اسی طرح جبل ثور میں تین راتیں گزر گئیں۔

دوسری جانب صبح کو جب قریش کی آنکھیں کھلیں تو وہ پلنگ پر آنحضرت ﷺ کی بجائے حضرت علیؓ کو پا کر آگ بگولا ہوگئے، وہ آنحضرت ﷺ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانے تک جا پہنچے۔ ان کی آہٹ پا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ غمزدہ ہوگئے۔ اس پر آپ

ﷺ نے فرمایا۔

''گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔''

روایت مشہور ہے کہ جب کفار غار کے قریب آ گئے تو خدا نے حکم دیا جس پر دفعتہً وہاں ببول کا درخت اگا اور اس کی ٹہنیوں نے پھیل کر آنحضرت ﷺ کو چھپا لیا۔ ساتھ ہی دو کبوتر آئے اور گھونسلا بنا کر انڈے دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ حرم کے کبوتر انہی کبوتروں کی نسل سے ہیں۔

بہر طور چوتھے روز آپ ﷺ غار سے بار تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو جو کہ ایک کافر تھا لیکن جس پر آپ ﷺ کو اعتماد تھا اسے رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کر لیا۔ وہ آگے آگے چل کر راستہ بتا رہا تھا۔ آپ ﷺ مسلسل ایک روز تک چلتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔

ادھر قریش نے اشتہار دے دیا تھا کہ جو شخص محمد (ﷺ) یا ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک خون بہا کے برابر یعنی سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن حشم نے جب یہ سنا تو انعام کی امید میں نکلا۔ عین اس وقت جب آپ ﷺ روانہ ہو رہے تھے اس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آ گیا لیکن گھوڑے نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ وہ منہ کے بل گر پڑا۔ اس نے ہمت نہ ہاری دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر پیچھا کیا لیکن اس مرتبہ گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ یوں وہ اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اس وقت تک آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ صدیق اپنی اپنی اونٹنیوں پر سوار مدینہ کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ یوں مکہ سے مدینہ ہجرت کا کٹھن اور مشکل سفر تمام ہوا اور اب آپ ﷺ اپنے ساتھی صحابہ کے ہمراہ مدینہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔

قریشی سردار جب ہر طرح سے منہ کی کھا چکے اور انہوں نے جب یہ دیکھا کہ مدینہ کے رئیس عبداللہ بن ابی نے نہ صرف حضور اکرم ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو اپنے ملک

میں پناہ دی ہے بلکہ وہاں تیزی سے اسلام بھی پھیلنے لگا ہے تو انہوں نے رئیس مدینہ عبداللہ بن ابی کو ایک سخت خط لکھا جس کا متن کچھ اس طرح سے تھا۔

''ہمیں معلوم ہے کہ تم نے ہمارے آدمیوں کو اپنے ہاں پناہ دینے کا فیصلہ کیا ہے ہم قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم ان کو قتل کر ڈالو یا شہر سے نکال دو ورنہ ہم سب اکٹھے ہو کر تم پر حملہ کر دیں گے اور تمہیں ملیا میٹ کر کے تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔''

قریش مکہ کے اس خط کا علم جب حضرت محمد ﷺ کو ہوا تو آپ ﷺ مدینہ میں اپنے بعض مخالفوں کے اس مجمع میں تشریف لے گئے جو قریش کی اس چال میں آ کر مسلمانوں کے خلاف بھڑک اٹھے تھے حتیٰ کہ ان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے اس موقع پر آپ ﷺ نے ان لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''تمہارے لئے اب دو ہی راستے ہیں یا قریش کی دھمکی کے مطابق مسلمانوں سے جنگ کرو یا پھر جنگ نہ کرنے کی صورت میں قریش کے مقابلہ کے لے مجبور ہو جاؤ لیکن اگر تم نے مسلمانوں سے لڑنے کو ضروری سمجھا تو تم اپنے ہاتھوں سے اپنے ان بھائیوں اور بچوں کو قتل کرو گے جو مسلمان ہو چکے ہیں اور ایک خدا پر ایمان لا چکے ہیں اور اگر تم قریش کی دھمکی میں نہ آئے تو پھر قریش سے جنگ تمہارے لئے غیروں سے مقابلہ ہوگا۔''

آنحضرت ﷺ کے اس ایمان فروز اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والے خطاب نے لوگوں کی سوچ کے دھارے بدل کر رکھ دیئے جس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا۔

قریش مکہ نے رئیس مدینہ کو مسلمانوں کے بارے میں جو دھمکی آمیز خط لکھا تھا اس نے آپ ﷺ کو احساس دلا دیا تھا کہ قریش کے لوگ مسلمانوں کو مدینہ میں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ اور کسی نہ کسی طرح اپنی اشتعال انگیزیاں جاری رکھیں گے چنانچہ

اس خدشے کے پیش نظر اور مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کی خاطر آپ ﷺ نے انصار مدینہ اور وہاں کے یہود قبائل سے ایک معاہدہ کیا جسے تاریخ میں ''میثاق مدینہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ معاہدے کی اہم شرائط یہ تھیں۔

☆ خون بہا اور فدیہ کا قدیم طریقہ حسب سابق جاری رکھا جائے گا۔

☆ یہودیوں کو مدینہ میں ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور و رسومات پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

☆ یہودیوں اور مسلمانوں کے آپس کے تعلقات خالصتاً دوستی کی بنیاد پر ہوں گے اور اگر باہر کوئی گروہ ان پر حملہ کرے گا تو اس صورت میں ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

☆ کوئی بھی فریق قریش مکہ کو امان نہیں دے گا۔

☆ مدینہ پر اگر حملہ ہوا تو دونوں فریق مداخلت کریں گے اور صلح میں بھی دونوں شریک ہوں گے۔

☆ جھگڑوں اور اختلافات کی صورت میں حضرت محمد ﷺ کو ثالث تسلیم کیا جائے گا۔

انصار مدینہ کے علاوہ یہودیوں کے جن تین قبائل کے ساتھ آپ ﷺ کا یہ معاہدہ طے پایا وہ مدینہ میں بنونضیر بنوقریظہ اور بنوقینقاع کے نام سے مشہور تھے۔ ان قبائل کے اپنے قبیلے تھے جن میں وہ مستقل حیثیت سے رہتے تھے۔ ان کی اقتصادی اور معاشی حیثیت اس قدر مضبوط تھی کہ بازار اور منڈیاں انہی کے قبضے میں تھیں۔ شہر میں ان کا عام اثر تھا۔ بہرحال اس معاہدے کے طے پانے سے جہاں مسلمانوں کو ایک طرح سے تحفظ مل گیا وہاں یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ مدینہ منورہ میں مسلمان، مہاجرین اور انصار کو غالب اکثریت حاصل ہو چکی ہے۔

قریش کے تجارتی قافلے ہر سال مدینے کی جانب سے ملک شام جایا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے قریش کی دشمنی اور شرانگیزی سے تنگ آکر ان کے تجارتی قافلوں کو دبانا چاہا

تا کہ وہ اپنی مکروہ سازشوں اور شرارتوں سے باز آجائیں۔ اس لئے جب بھی قریش کا کوئی قافلہ مدینہ کی طرف آتا تو صحابہ اکرمؓ آپ ﷺ کی اجازت سے ان قافلوں کو روکنے جاتے چنانچہ دو ایک مواقع ایسے آئے کہ تھوڑی بہت تلخی ہوگئی' لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اسی دوران مکہ کے ایک سردار کرز بن جابر نے مدینہ کے قریب ایک چراگاہ پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کے بہت سے اونٹ اور دوسرے جانور لے گیا۔ مسلمانوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے تعاقب کیا لیکن کرز بن جابر بہت دور نکل چکا تھا۔

انہی دنوں آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن جحش کو مہاجرین کے آٹھ آدمیوں کے ہمراہ ایک سربمہر مکتوب دے کر مقام نخلہ کی طرف روانہ کیا جو مکہ اور طائف کے درمیان تھا اور عبداللہ بن جحش کو یہ بھی ہدایت کی کہ وہ لفافے کو دو دن چلنے کے بعد کھولے۔

عبداللہ بن جحش نے دو دن بعد جب آپ ﷺ کے حکم سے مکتوب کھولا تو اس میں لکھا تھا۔

''جب تو میرے اس مکتوب کو دیکھے تو چلتا جا یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ میں قیام کر اور قریش کے حالات کا پتہ لگا کر مجھے اطلاع کر۔''

ادھر اس دوران قریش کا ایک حریف عمرو بن حضرمی! اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ مال تجارت کے چند اونٹ لے کر ادھر سے گزرا، مہاجرین جو ان کے ستائے ہوئے تھے اور ان کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور ہوئے تھے ان سے رہا نہ گیا۔ عبداللہ بن جحش کی قیادت میں انہوں نے عمرو بن حضرمی پر حملہ کر دیا۔ عمرو تیر کی زد میں آکر مارا گیا اور اس کا دوسرا ساتھی فرار ہونے میں کامیاب رہا مگر عبداللہ بن جحش نے اس کے باقی دو ساتھیوں کو گرفتار کرلیا اور اونٹوں سمیت مدینہ لاکر حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیا مگر حضور ﷺ اس واقعہ پر سخت برہم ہوئے اور فرمایا

''میں نے تمہیں لڑنے کی اجازت کب دی تھی''

پھر آپ ﷺ نے مال غنیمت بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

''عبداللہ! یہ حرکت تم سے رجب کے مہینے میں سرزد ہوئی ہے حالانکہ اس مہینے میں لڑنا حرام ہے۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے نہ صرف مال غنیمت قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ قریش کو خون بہا بھی ادا کیا مگر قریش جو پہلے ہی کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو تنگ کرنے اور ان سے جنگ کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔ انہیں اپنے مکروہ ارادے پورے کرنے کا موقع مل گیا۔ اگرچہ عبداللہ بن جحش نے حضور اکرم ﷺ کی اجازت کے بغیر صرف اپنی مرضی سے عمرو بن حضرمی کے قافلے پر حملہ کیا تھا مگر اس کے جواب میں قریش مکہ نے زبردست پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ وہ کہنے لگے۔

''محمد ﷺ اور اس کے صحابہ نے حرمت کے مہینے کو حلال کر دیا ہے۔ انہوں نے خونریزی کی، مال غنیمت لوٹا اور ہمارے آدمیوں کو قید کیا۔''

جب قریش پراپیگنڈہ کر رہے تھے تو یہ وحی نازل ہوئی۔

''حرمت کے مہینے میں لڑائی کی نسبت تم سے پوچھتے ہیں کہہ دو اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اس سے انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو نکالنا اس سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ برپا کرنا لڑائی سے بھی بڑا گناہ ہے مسلمانو یہ لوگ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر کرسکیں تو تمہیں دین سے برگشتہ کر دیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ہدایت کی کہ مسلمانوں کو طعنے دینے والے کافروں سے کہہ دو کہ اگر مسلمانوں نے تمہارے خیال میں حرمت والے مہینے میں لڑائی کی ہے تو وہ ذرا اپنے افعال پر بھی نظر ڈالیں جو اس سے بڑے ہیں۔ خدا کی راہ سے روکنا اور خدا کا انکار مسجد حرام (کعبہ) سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو ان کے گھروں سے محض اس جرم کی پاداش میں نکالنا کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اس قسم کا

فسق و فساد قتل سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے اور پھر ان برائیوں پر ڈٹے رہنا اور تائب نہ ہونا ایسے بداعمال لوگوں کو کیا حق ہے کہ مسلمانوں پر طعن دراز کریں۔"

بہرحال اس طرح کی یہ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں جنگ بدر کا محرک بنتی رہیں۔ اس سال قریش مکہ نے زبردست جنگی تیاری کے لئے سامان جنگ بھی خریدا۔ اس مرتبہ انہوں نے اپنا جو تجارتی قافلہ شام بھیجا تھا اس پر مکہ کی کافر آبادی کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ سب انہوں نے تجارت پر لگا دیا یہاں تک کہ قریش کی عورتوں نے اپنے سونے چاندی کے قیمتی زیورات بھی سامان تجارت پر لگا دیئے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں کیلئے وسائل فراہم کئے جائیں۔ اس کے علاوہ مدینہ ہجرت کرتے وقت مسلمان جو کچھ مکہ چھوڑ آئے تھے قریش مکہ نے وہ بھی سب سمیٹ کر جنگی تیاریوں پر لگا دیا۔

انہی دنوں ابوسفیان کی ماتحتی میں شام سے ایک قافلہ واپس آرہا تھا جس کا سرمایہ تجارت پچاس ہزار دینار تھا مگر قریشی سردار ابوجہل نے یہ مشہور کر دیا کہ مسلمان اس تدبیر اس قدر کارگر ثابت ہوئی کہ قریش نے فوراً ایک ہزار کا لشکر تیار کیا جس میں تین سو گھوڑے اور سات سو اونٹ بھی تھے لیکن یہ قافلہ ابوجہل کی قیادت میں ابھی مکہ سے چار یا پانچ منزل پر پہنچا تھا کہ اسے اطلاع مل گئی کہ ابوسفیان کا قافلہ خیریت کے ساتھ مکہ پہنچ گیا ہے۔ اس پر اہل لشکر نے ابوجہل سے کہا کہ اب ہمیں واپس جانا چاہئے۔ ابوجہل نے کہا یہ تجویز تو ٹھیک ہے لیکن ہمیں جشن منانے کے لئے یثرب یعنی مدینہ کے قرب و جوار تک جانا چاہئے۔ اس سے ہماری اکثریت اور طاقت کا اثر گردونواح کے قبائل پر پڑے گا اور وہ مسلمانوں کے ساتھ ہم عہد ہونا پسند نہیں کریں گے۔ اہل لشکر نے اس سے اتفاق کیا اور وہ سمندر کا ساحل چھوڑ کر مدینہ کی طرف بڑھ گئے۔ اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سردار یعنی عتبہ بن ربیعہ، عباس، حرث بن عامر، نضر بن حارث اور امیہ شامل تھے۔ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے بڑا اور معزز رئیس تھا اسے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔

ادھر آنحضرت ﷺ کو جب ابوجہل کے ارادوں اور سازش کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اصحاب کو جلد سے جلد جنگی تیاری کی تلقین کی۔ متعدد روایات کے مطابق 313 اصحابؓ سربکف ہو کر نکلے۔ بعض روایات کے مطابق اصحاب بدرؓ کی تعداد 314 اور بعض میں 319 لکھی گئی ہے۔ تاہم ممکن ہے کہ ان میں 313 سے زائد اپنی بیماری یا کمسنی کے باعث بدر میں حاضر نہ رہ سکے ہوں۔

مسلمانوں کی یہ جماعت جب تیار ہوگئی تو حضور ﷺ نے سرداران مہاجر و انصار کی مجلس شوریٰ میں قریش کے لشکر کی آمد کا مسئلہ پیش کیا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور پھر حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کی تائید وحمایت کی۔ پھر مقداد بن عمرو انصاری نے کہا

''یا رسول اللہ ﷺ! جو حکم آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملا ہے اس کے لئے تیار ہو جایئے۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ تو اور خدا جاؤ اور لڑو ہم تو بیٹھے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا ہے۔''

آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک اس تقریر سے روشن ہوگیا۔ انصار کے لئے شمولیت جنگ کا یہ پہلا موقع تھا۔ حضور ﷺ نے مکرر انصار کی طرف رخ فرما کر استفسار کیا تو سعد بن معاذ نے عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ کو ہماری رائے کی ضرورت ہے بخدا میں آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق ہے لہٰذا آپ ﷺ کا جو ارادہ ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔''

بہرحال 12 رمضان 2ہجری کو 313 مجاہدین پر مشتمل یہ اسلامی لشکر مدینہ شہر سے باہر نکلا۔ اس لشکر میں صرف ستر اونٹ اور تین گھوڑے تھے۔ تین تین سواریوں کے لئے ایک ایک اونٹ مقرر کیا گیا تھا۔ ان تین میں سے بھی ایک پیدل چلتا اور دو اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی سواری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابولبابہؓ شامل تھے۔ مگر حضرت ابولبابہؓ کو راستے میں حاکم مدینہ بنا کر واپس بھیج دیا گیا اور ان کی جگہ

حضرت زید بن حارثؓ نے لے لی۔ باقی سب مجاہدین بدر کی جانب پیدل سفر کر رہے تھے۔ یہ اسلامی لشکر ایک میل ہی چلا تھا کہ آپ ﷺ نے ایک بار پھر فوج کا جائزہ لیا اور ان میں سے جو زیادہ کم عمر تھے انہیں واپس جانے کے لئے کہا گیا۔ اس لشکر میں عمیر بن ابی وقاصؓ ایک کمسن بچہ بھی تھا۔ جب ان سے واپس جانے کے لئے کہا گیا تو وہ بے اختیار رو پڑے اس پر آپ ﷺ نے انہیں فوج میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔

(بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں سال کے سال میلہ لگتا ہے۔ یہ مقام اس نقطہ کے قریب ہے جہاں شام سے مدینہ جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلے پر ہے۔)

بہر کیف مسلمانوں کو جس سمت سے اہل مکہ کی آمد کی اطلاع ملی اس جانب دو خبر رساں بسنیہ اور عدی روانہ کر دیئے گئے تا کہ وہ قریش کی نقل و حرکت کی خبر لا سکیں۔ اس دوران یہ قافلہ 17 رمضان المبارک کو بدر کے قریب پہنچ گیا۔ خبر رسانوں نے آ کر اطلاع دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک آ گئے ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ یہیں رک گئے اور فوجیں اتارنے کا حکم دے دیا۔

قریش جو بڑی تیاریوں اور سازوسامان کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے ان میں بڑے بڑے قابل ذکر روسائے قریش موجود تھے۔ ابو الھب جسے اس جنگ میں اپنے کارنامے دکھانے کا بہت شوق تھا وہ کسی مجبوری کے باعث اس جنگ میں شریک نہ ہو سکا تاہم اپنی طرف سے اس نے ایک قائم مقام بھجوا دیا۔ دوسرے، امرائے قریش میں عباس یعنی بن مطلب، عتبہ بن ربیعہ، حارث بن عامر اور امیہ شامل تھے۔ قریش کا یہ لشکر ہر روز باری باری دس اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتا تھا۔

جنگ کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے جس مقام کا انتخاب کیا تھا اس بارے میں حضرت حباب بن منذرؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا۔

"یا رسول اللہ ﷺ جس مقام کا انتخاب کیا گیا ہے وہ وحی کی رو سے ہے یا فوجی

حکمت عملی کے تحت ایسا کیا گیا ہے۔"

جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ وحی کی رو سے نہیں ہے تب حضرت حبابؓ نے کہا

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آگے بڑھ کر چشمے پر قبضہ کرلیا جائے اور آس پاس کے کنویں بھی برباد کردیئے جائیں۔"

آپ ﷺ نے یہ رائے پسند فرمائی جس پر عمل کیا گیا۔ مسلمانوں کو کفار کے مقابلے میں جہاں اترنا تھا وہاں ریت بہت تھی پاؤں زمین میں دھنس جاتے تھے اور پانی موجود نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی زور کی بارش بھجوائی کہ ریت دب گئی اور مسلمانوں نے ریت ہٹا کر ایک تالاب بنا لیا اور اس میں پانی بھرلیا۔ دوسری جانب تیز آندھی اور بارش سے قریش کی ساری لشکری شان وشوکت مٹی میں مل گئی۔ ان کے شامیانے اکھڑ گئے۔ وہ اس زمین پر اترے تھے جو بارش کی وجہ سے کیچڑ میں تبدیل ہو چکی تھی۔

لشکر سے پیچھے ایک بلند ٹیلہ پر نبی کریم ﷺ کے لئے ایک چھپر بنا دیا گیا تا کہ حضور ﷺ اس بلندی سے دونوں لشکروں کے محاربہ کو ملاحظہ فرماسکیں۔ صرف سیدنا ابوبکرؓ صدیق اس چھپر کے سایہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ان کا کام حضور ﷺ کی خدمت بجا لانا، اپنے لشکر کے بارے میں بتانا اور حضور ﷺ کے تازہ احکامات لشکر تک پہنچانا تھا گویا حضور ﷺ اس جنگ میں سپہ سالار اعظم اور صدیق اکبر نگران افواج تھے۔ اس موقع پر حضرت سعد بن معاذؓ نے جو کہ سید انصار تھے انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ لشکر کے پیچھے کی سمت آپ ﷺ کی سواری ہر وقت موجود رہے کیونکہ اسلامی لشکر کو اگر خدانخواستہ شکست ہوگئی اور ہم سب خاک وخون میں مل گئے تو آپ ﷺ کو مدینہ منورہ جانے کا موقع مل جائے گا۔ جہاں ابھی تک آپ ﷺ کے جانثار موجود ہیں اور جو وقت اور وسائل کی کمی کے باعث ہمراہ نہیں آسکے۔"

یہ سن کر حضور ﷺ مسکرائے آسمان کی طرف دیکھا اور حضرت سعد بن معاذؓ کے حق

میں دعائے خیر فرمائی۔

جنگ سے ایک روز پیشتر حضور ﷺ نے میدان جنگ کا نقشہ ملاحظہ فرمایا۔ صحابہؓ بھی ساتھ تھے۔ حضور ﷺ جگہ جگہ ٹھہر کر فرماتے جاتے تھے کہ کل یہاں فلاں کافر کی لاش ہوگی اور یہاں فلاں کافر جہنم رسید ہوگا۔ آپ ﷺ نے جملہ سرداران کے نام گنوا دیئے۔

17 رمضان المبارک 2 ہجری کو جمعہ کے روز صف بندی ہوئی۔ نبی کریم ﷺ صف بندی کے ملاحظہ کرنے کے لئے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں پتلی سی چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے انصاری کے پیٹ پر چھڑی کو ہولے سے مارا اور فرمایا۔

''برابر ہو جاؤ۔''

اس نے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس سے سخت تکلیف ہوئی ہے آپ ﷺ عدل و انصاف کے پیغام رساں ہیں میں تو بدلہ لوں گا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا اچھا

یہ کہہ کر پیٹ پر سے کرتہ اوپر اٹھایا تو اس انصاری نے فوراً آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے بطن مبارک کو چوم لیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''یہ کیا؟'' وہ کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ یہ آخری گھڑیاں ہیں جنگ میں تمنا ہے کہ شہادت پاؤں۔ دل نے چاہا کہ اس شرف سے بھی مشرف ہو جاؤں۔ اس لئے آپ ﷺ کا بطن اطہر چوم لیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے حق میں بھی دعائے فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

''اے اللہ! یہ وہ اہل ایمان ہیں کہ آج تو نے اگر ان کو ہلاک کر دیا تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے دشمن کی فوج کی طرف دیکھا اور زبان مبارک سے فرمایا۔

''الٰہی یہ قریش ہیں جو فخر و تکبر سے بھرپور ہیں، تیرے نافرمان تیرے رسول ﷺ سے جنگ آور۔ الٰہی اب تیری نصرت اور مدد کی ضرورت ہے

جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔"

ان دعاؤں کے بعد حضورﷺ عریش میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز کی نیت باندھی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق اس دوران شمشیر برہنہ لے کہ پہرہ دیتے رہے۔ نماز کے دوران حضورﷺ نے یہ دعا پڑھی۔

ترجمہ: "الٰہی مجھے ندامت سے بچانا، یا اللہ میں تجھے تیرا وعدہ آخری بار یاد دلاتا ہوں۔"

اس کے بعد حضورﷺ نے ایک لمبا سجدہ فرمایا اور سجدہ میں "یا حی یا قیوم برحمتک استغیث" پڑھتے رہے۔ سجدہ کے بعد بھی آپﷺ لمبی دعا میں مصروف رہے۔ اس دوران حضورﷺ کی چادر بھی کندھوں سے گر گئی تھی۔ حضورﷺ کا ابتہال بڑھتا جاتا تھا۔ اتنے میں حضورﷺ پر اونگھ سی طاری ہوگئی اور دوسری طرف سارے اسلامی لشکر کی آنکھ بھی لگ گئی۔ پھر حضورﷺ نے آنکھ کھولتے ہوئے فرمایا۔

"ابوبکر تجھے بشارت ہو کہ نصرت الٰہی آ پہنچی جبرئیل بھی آگئے ہیں۔"

چنانچہ اسلامی لشکر نے جب آنکھیں کھول کر دشمن کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کی تعداد بہت کم ہے اور مسلمان کثرت سے ہیں۔ اس معجزے نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھا دیئے۔ نبی کریمﷺ اس کے بعد اٹھے اور فوج میں تشریف لے گئے اور لشکر کو ہدایت کی کہ وہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہیں۔

دوسری جانب سے جب عتبہ بن ربیعہ بن مناف اپنی فوج کے سامنے تقریر کرنے کے لئے نکلا تو اسے دیکھ کر حضورﷺ نے فرمایا۔

"قوم میں یہ شخص سمجھ دار ہے۔ اگر لوگوں نے اس کی بات مان لی تو سیدھی راہ پر چل نکلیں گے۔"

عتبہ اپنی فوج سے کہہ رہا تھا۔

"اے قریشیو! محمدﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر تم غالب بھی آگئے تو کیا ہوگا ہم اپنے بھائیوں سے ہمیشہ آنکھیں چراتے

رہیں گے۔ کوئی چچا زاد خالہ زاد کو قتل کرے گا تو کوئی اپنے ہی قبیلے کے
بھائی کو مار ڈالے گا اس لئے واپس چلو عرب والے خود ہی محمد سے نپٹ
لیں گے اگر کوئی قبیلہ ان پر غالب آگیا تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا
اور اگر غالب نہ بھی آیا تو تم ندامت سے بچے رہو گے۔''

عتبہ نے اپنا یہ پیغام جب ابوجہل کے پاس بھجوایا تو ابوجہل نے عامر بن حضرمی کو بلا کر کہا ''دیکھو یہ عتبہ تیرا رقیب ہے اور تمہیں بھائی کا انتقام لینے سے محروم رکھنا چاہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بیٹا مسلمانوں کی طرف ہے اور اب تم پر لازم ہے کہ آگے بڑھو اور فوج کو جنگ کے لئے آمادہ کرو۔'' چنانچہ عامر بن حضرمی نے جب اپنے لشکر کے درمیان کھڑے ہو کر اپنے بھائی کے نام کی دہائی دی تو فوج میں جوش پیدا ہو گیا۔

اب میدان جنگ قائم ہو چکا تھا۔ متحارب صفیں ایک دوسرے کے مقابل آچکی تھیں یہ وہ موقع اور وقت تھا کہ ہر قوت دشمن کے مقابل میدان میں جھونک دی جائے بالخصوص اس حالت میں کہ دشمن سروسامان کے علاوہ تعداد میں بھی تین گنا زیادہ ہو

ادھر جب جنگ ہوا ہی چاہتی تھی تو ایسے میں دو صحابی حضرت حذیفہؓ بن الیمان اور حضرت حیسلؓ مکہ سے آرہے تھے مگر راستے میں انہیں کفار نے یہ کہہ کر روک لیا کہ تم محمد ﷺ کی امداد کے لئے جا رہے ہو۔ کفار کے سامنے ان صحابیوں نے جنگ میں شریک نہ ہونے کا وعدہ کر لیا مگر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر انہوں نے ساری صورت حال بیان کرتے ہوئے جنگ میں شریک ہونے کی خواہش کا اظہار کیا مگر آپ ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا۔

''وعدے کا پورا کرنا ہر حال میں مقدم ہے ہم صرف خدا کی امداد چاہتے ہیں۔''

بہرحال صبح ہوتے ہی آپ ﷺ نے صف آرائی کے لئے تیاریاں شروع کر دیں مورخین لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا اسی کے اشارے سے

آپ ﷺ صفیں قائم کرتے تھے۔ آپ ﷺ کچھ اس انداز سے صف بندی کی ہدایت فرما رہے تھے کہ کوئی شخص تل بھر بھی آگے یا پیچھے نہ رہنے پائے۔ عام طور پر جہاں لڑائی ہو لشکر موجود ہوں وہاں شور وغل عام سی بات ہوتی ہے لیکن حضور ﷺ نے لشکر اسلامی کو منع فرما دیا تھا کہ کسی کے منہ سے آواز تک نہ نکلنے پائے۔

قرآن پاک نے دونوں فریقوں کی اس مختلف کیفیت کو حق و باطل کا ایک نشان قرار دے کر مختصر الفاظ میں یوں فرمایا ہے۔

''بے شک تمہارے لئے ان دونوں گروہوں میں ایک نشان ہے ایک گروہ خدا کی راہ میں لڑتا ہے اور دوسرا کافر ہے۔'' (آل عمران)

اب حق و باطل کا معرکہ ہونے والا تھا۔ نور کی روشنی کفر کے اندھیروں پر غالب آنے والی تھی۔ اسلام نے کفر کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں توحید کی قیمت صرف چند جانوں پر مشتمل تھی۔

قریش اور مسلمانوں کی فوجیں اب بالکل ایک دوسرے کے مقابل آ چکی تھیں مگر اب بھی حضور اکرم ﷺ کی یہ کوشش تھی کہ کم از کم پہل مسلمانوں کی طرف سے نہ ہو۔ اس لئے آپ ﷺ نے صحابہؓ کو پیش قدمی سے روک دیا اور فرمایا۔

''جب دشمن پاس آ جائیں تو انہیں تیر سے روکو۔''

یہ معرکہ اس اعتبار سے بھی خاصا حیرت انگیز اور انوکھا تھا کہ اس میں کہیں باپ کفر کی طرف سے اسلامی لشکر میں شامل اپنے بیٹے کے خلاف برسرپیکار تھا تو کہیں بیٹا اسلامی فوج کی طرف سے کفار کی فوج میں شامل اپنے باپ کے خلاف جہاد کر رہا تھا۔ لوگوں کے جگر گوشے ان کی تلواروں کے رحم و کرم پر تھے۔ لہو کا رنگ ایک تھا مگر جذبے جدا جدا تھے۔ کوئی بتوں کو توڑنے کے لئے میدان میں اترا تھا تو کوئی بت پرستی کی رسم کو زندہ رکھنے کے لئے تلوار اٹھائے ہوئے تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے جب میدان جنگ میں کود پڑے تو وہ تلوار کھینچ کر نکلے۔ قریشی فوج کی جانب سے جب عتبہ میدان میں آیا تو حضرت حذیفہؓ

اس کے مقابلے کو نکلے۔ اس طرح حضرت عمرؓ کی تلوار نے ماموں کے خون سے پیاس بجھائی۔

عربوں میں دستور تھا کہ اس زمانے میں جب جنگیں ہوتی تھیں تو نامور سپہ سالار یا سردار کوئی خصوصی یا امتیازی نشان لگا کر میدان میں اترا کرتے تھے تا کہ وہ پہچانے جاسکیں لہٰذا جب عتبہ سامنے آیا تو اس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کے پر لگا رکھے تھے۔ دوسری جانب مسلمانوں کے لشکر میں سے حضرت عوفؓ، حضرت معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مقابلہ کو نکلے مگر قریش کے سردار عتبہ نے مقابلے سے پہلے ان کے نام دریافت کئے اور جب انہیں بتایا گیا کہ وہ انصا ہیں تب اس نے حضور اکرم ﷺ سے مخاطب ہوئے ہوئے پکارا۔

''محمد ! (ﷺ) یہ لوگ ہمارے برابر کے نہیں میں کسی اور کو ہمارے مقابل میں لاؤ''

آپ ﷺ نے ان کو ہٹ جانے کی ہدایت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ میدان میں آئے۔ ان تینوں صحابہؓ نے اپنے چہرے خود میں چھپا رکھے تھے اس لئے ان کو پہچاننا بہت مشکل تھا تب قریشی سردار عتبہ نے ان تینوں کے نام بھی دریافت کئے اور پھر جب اسے ان تینوں کے نسب کے بارےمیں بتایا گیا تب عتبہ کہنے لگا۔

''ہاں ٹھیک ہے اب یہ لوگ ہمارے جوڑ کے ہیں ان سے مقابلہ کرنا ہمیں منظور ہے۔''

اس کے ساتھ ہی عتبہ بڑی ہوشیاری اور چابکدستی سے حضرت حمزہؓ پر حملہ آور ہوا مگر اگلے ہی لمحے حضرت حمزہؓ کی تلوار اس کے دل کے پار اتر چکی تھی۔ چند لمحوں میں عتبہ ٹھنڈا ہو گیا۔

حضرت علیؓ نے بھی ایک ہی وار میں ولید کا کام تمام کر دیا مگر عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا اور اس سے پہلے کہ مزید وار کر کے انہیں شہید کرتا حضرت

علیؓ نے ایک ہی وار سے شیبہ کو جہنم واصل کیا۔ پھر حضرت علیؓ نے زخمی حضرت عبیدہؓ کو کندھوں پر ڈالا اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عبیدہؓ نے زخمی حالت میں انتہائی دکھ اور حسرت سے کہا۔

''یا رسول اللہ ﷺ کیا میں رتبہ شہادت سے محروم رہا۔''

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔

''عبیدہ بے شک تم نے شہادت پائی۔''

اب درجہ بدرجہ جنگ اپنے عروج کو بڑھتی جارہی تھی۔ سعید بن العاص کا بیٹا عبیدہ جس نے اپنے سارے جسم کو لوہے کے لباس میں چھپا رکھا تھا وہ بھی اپنی صف سے باہر آیا اور للکار کر بولا۔

''میں ابو کرش ہوں اگر کوئی میرے جوڑ کا ہے تو سامنے آئے۔ آج کوئی بھی میرے ہاتھ سے زندہ بچ کر نہیں جاسکتا۔''

عبیدہ کی اس للکار پر حضرت زبیرؓ اپنی صف سے باہر نکلے۔ عبیدہ نے ماسوائے اپنی آنکھوں کے جسم کے ایک ایک حصے پر لوہا چڑھا رکھا تھا مگر حضرت زبیرؓ نے اس چابکدستی اور ہوشیاری سے تاک کر برچھی ماری کہ وہ سیدھی عبیدہ کی آنکھوں میں اتر گئی اور وہ وہیں زمین پر گر کر مر گیا۔ برچھی اس شدت کے ساتھ آنکھ میں دھنس گئی تھی کہ حضرت زبیرؓ نے اس کی لاش پر پاؤں اڑا کر کھینچا تو بڑی مشکل سے نکلی۔ اسلامی تاریخ میں یہ ایک یادگار برچھی تصور کی جاتی ہے۔ اس وقت حضرت زبیرؓ کی درخواست پر آپ ﷺ نے یہ برچھی انہیں عطا کر دی تھی اور پھر بعد میں یہ چاروں خلفاء کو منتقل ہوتی رہی۔

حضرت زبیرؓ کے عبیدہ سے اس کامیاب مقابلے کے بعد دونوں طرف سے عام حملوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کفار کو اپنے زور بازو، فوجی وسائل اور افرادی قوت پر گھمنڈ تھا۔ وہ طاقت، غرور اور تکبر کے نشے میں چور تھے جبکہ دوسری جانب حضور پاک ﷺ اور ان کے جانثار ساتھی خدا پر بھروسہ کئے ہوئے تھے انہیں اس ذات باری کا آسرا تھا جس

کے پاک نام کی خاطر انہوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھی ہوئی تھی۔

جن دنوں قریش مکہ مسلمانوں کو تنگ کر رہے تھے ان میں ابوجہل ہمیشہ پیش پیش رہا تھا۔ اس کی اسلام دشمنی کے چرچے عام تھے لہٰذا اس بناء پر معوذ اور معاذ دو بھائیوں نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ یہ ظالم فاسق اور شقی جہاں بھی انہیں دکھائی دے گا وہ اسے جہنم واصل کریں گے۔ لہٰذا جنگ بدر میں حصہ لینے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے

''جب میں صف میں کھڑا تھا تو اچانک میری داہنی جانب سے دو نوجوان نکل آئے۔ ان میں سے ایک نے میرے کان میں پوچھا کہ ابوجہل کہاں ہے۔ میں نے اس سے کہا''تم ابوجہل کا کیا کرو گے؟'' اس نے کہا''میں اسے قتل کر دوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔'' اس کے دوسرے ساتھی نے بھی اسی قسم کے عزم کا اظہار کیا۔

چنانچہ میں نے جب انہیں بتایا کہ ابوجہل وہ سامنے کھڑا ہے تو وہ دونوں نوجوان عقاب کی طرح اس پر جھپٹے کفار کے لشکر میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی موجود تھا۔ اس نے جب باپ کا حشر دیکھا تو وہ مدد کے لئے آگے بڑھا۔ عکرمہ نے عقب سے آکر معاذ کے بائیں شانے پر تلوار کی ایک کاری ضرب لگائی جس سے معاذ کا ایک بازو اس حد تک کٹ گیا کہ صرف تسمہ باقی لگا رہا۔ اس موقع پر بھی معاذؓ نے عکرمہ کا تعاقب جاری رکھا مگر وہ کسی نہ کسی طرح بچ کر نکل گیا اور معاذؓ اس جنگ میں لٹکے ہوئے بازو کے ساتھ ہی بے جگری سے لڑتے رہے۔

جنگ بدر میں سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کا ایک ازلی اور بدترین دشمن امیہ بن خلف بھی شریک تھا۔ ماضی میں وہ حضور اکرم ﷺ کو مختلف مواقعوں پر بہت پریشان کرتا رہا تھا۔ اتفاق سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کسی زمانے میں امیہ بن خلف سے معاہدہ کیا تھا کہ جب وہ مدینہ آئے گا تو وہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے۔ مگر اب بدر کے میدان میں اس دشمن خدا سے بدلہ لینے کا ایک اچھا موقع تھا لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عہد کی پابندی کو اپنے لئے مقدم جانا کیونکہ اسلام بھی عہد کی پابندی کا درس

دیتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ چاہتے تھے کہ امیہ بن خلف کسی نہ کسی طرح بچ کر نکل جائے تا کہ وہ اپنے عہد کی پابندی کر سکیں چنانچہ وہ اسے ہمراہ لے کر پہاڑ پر چلے گئے مگر حضرت بلالؓ نے حسن اتفاق سے یہ سب کچھ دیکھ لیا اور انہوں نے اسی وقت انصار کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ اب تو ان کا خون کھولنے لگا کہ اسلام کے ایک بدترین دشمن اور حضور اکرم ﷺ کے پرانے بیری کو جان بوجھ کر بھاگنے کا موقع فراہم کیا جا رہا ہے، انہوں نے غصے کے عالم میں امیہ کے بیٹے کو پکڑ کر اس وقت ہلاک کر دیا پھر وہ امیہ کی طرف بڑھے مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنے کئے ہوئے عہد کا بہت زیادہ پاس تھا، انہوں نے امیہ سے کہا کہ وہ زمین پر لیٹ جاتے۔ جب وہ زمین پر لیٹ گیا تو حضرت بدالرحمٰن عوفؓ اس طرح سے امیہ پر چھا گئے کہ لوگ اسے مارنے نہ پائیں لیکن انصار جو غصے سے بپھرے ہوئے تھے انہوں نے کسی نہ کسی طرح نیچے سے ہاتھ ڈال کر امیہ کو قتل کر دیا۔ اس کشمکش میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ایک ٹانگ بھی زخمی ہوگئی اور زخم کا یہ نشان مدتوں قائم رہا۔

جب کفار کے چیدہ چیدہ اور قابل ذکر سردار قتل ہوگئے جن میں ابوجہل اور عتبہ بھی شامل تھا تب باقی فوج کے حوصلے پست ہوگئے۔ ان میں مزید لڑائی اور مزاحمت کی تاب نہ رہی۔ اسلامی فوج کے جوانمردوں اور جوش جہاد سے سرشار جوانوں کے سامنے ان کی ایک نہ چلی لہٰذا اب انہوں نے اپنی خیریت اسی میں سمجھی کہ راہ فرار اختیار کی جائے مگر مسلمانوں نے اس سے پہلے ہی ان کے بعض معزز لوگوں کو گرفتار کر لیا جن میں نوفل اسود عامر اور عبداللہ بن زمعہ شامل تھے۔

اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے اپنے بعض ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ کفار کے سب سے شریر سردار ابوجہل کی خبر لائیں کہ وہ کس حال میں ہے، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس جانب گئے جہاں کفار کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے تھوڑی سی تلاش کے بعد انہیں ابوجہل نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سعود کے منہ پر بھی تھپڑ مارا تھا چنانچہ ان

کے لئے بھی اپنا بدلہ چکانے کا یہ بہترین موقع تھا۔ انہوں نے ابوجہل کی گردن پر پاؤں رکھا تو اس نے کہا ''او بکری چرانے والے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔'' حضرت عبداللہ نے ابوجہل کا سر کاٹا اور لاکر حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔

جنگ بدر کے جو بھی ظاہری اسباب تھے اور جو بھی نتائج سامنے آئے وہ حیران کن تھے یہ واقعی ایک معجزہ تھا کہ تین سو تیرہ پیدل اور نہتے انسانوں نے ایک ہزار سے زائد مسلح افراد کا مقابلہ کیا اور فتح پائی۔ اس میں بلاشبہ تائید آسمانی نے بھی بارہا حیرت انگیز مناظر دکھائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ قریش میں اتفاق و اتحاد قطعی نہ تھا۔ اسی طرح قبیلہ زہرہ کے لوگ بدر تک آکر واپس لوٹ گئے تھے۔ پھر ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جنگ سے کچھ دیر پہلے بہت تیز بارش بھی ہوئی تھی جس کے باعث قریشی جہاں پر صف آراء تھے وہاں کیچڑ اور دلدل کی وجہ سے چلنا مشکل ہوگیا تھا۔

ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ قریش کے سرداروں نے مسلمانوں کی تعداد کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی فوج بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ مرعوب نظر آرہے تھے بلکہ وہ تو مسلمانوں کی تعداد کو اپنے ہزاروں کے لشکر سے بھی زیادہ تصور کر رہے تھے۔ اس کیفیت کو سورہ آل عمران 2 میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''وہ اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کو اپنے آپ سے دگنا دیکھ رہے تھے۔''

قریش کی فوج میں دوسری خامیوں اور کمزوریوں کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی ان کے دستوں میں کوئی ترتیب اور صف بندی نہ تھی۔ چونکہ ان کے پیچھے کوئی نیک مقصد نہیں تھا اور ہر شخص ذاتی انتقام کے جذبے سے لڑ رہا تھا اس لئے دوران جنگ کہیں بھی ان میں یک جہتی نظر نہ آئی جبکہ اس کے برعکس سرور کائنات حضرت محمد ﷺ نے خود اپنے دستوں کی صفیں درست کیں۔ گو! جنگ سے ایک رات پہلے لشکر اسلامی کے افراد جی بھر کر سوئے تھے۔ اس لئے جب وہ محاذ پر گئے تو تازہ دم تھے جبکہ کفار بے اطمینانی اور عدم سکون کی وجہ سے رات بھر سو بھی نہ سکے تھے۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں صرف چودہ افراد نے شہادت پائی جن میں سے چھ مہاجرین اور باقی انصار تھے جبکہ دوسری جانب قریش کی اصل طاقت ہی ٹوٹ گئی تھی اور روٴسائے قریش جو اپنے قبائل کے بہادر سپہ سالار تصور کئے جاتے تھے ایک ایک کر کے سب مارے گئے۔ ان میں شیبہ، عتبہ، ابوجہل ابوالبختری زمعہ بن الاسودہ، عاص بن ہشام اور امیہ بن خلف شامل تھے، قریش کے تقریباً ستر افراد قتل اور تقریباً اپنے ہی زخمی ہوئے۔

اس جنگ میں آنحضرت ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جہاں کہیں بھی انہیں کوئی لاش دکھائی دیتی آپ ﷺ اس کو زمین میں دفن کر دیتے چونکہ اس موقع پر کشتوں کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ اس لئے ایک ایک کا الگ الگ دفن کرنا مشکل تھا۔ جنگ کے مقام پر ایک وسیع کنواں تھا تمام لاشیں اس میں ڈلوا دی گئیں لیکن امیہ کی لاش پھول کر اس قابل نہ رہی تھی کہ اپنی جگہ سے ہٹائی جاسکے لہٰذا اسے وہیں خاک میں دبا دیا گیا۔

جنگ کے خاتمے پر کفار فوج کے قیدی جب مدینہ منورہ لائے گئے اور انہیں حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو حضرت سودہؓ جو آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں وہیں پر تشریف رکھتی تھیں ان قیدیوں میں ان کے عزیز سہیل بن عمرو بھی تھے۔ حضرت سودہؓ کی نگاہ جب ان پر پڑی تو انہوں نے سہیل بن عمر سے کہا۔

''تم نے بھی عورتوں کی طرح خود بیڑیاں پہن لیں۔ اگر اتنے ہی دلیر اور بہادر تھے تو میدان جنگ میں لڑ لڑ کر مر جاتے۔'' یہ سن کر سہیل بن عمرو نے نگاہیں جھکا لیں۔

جنگ بدر میں جو قیدی بنائے گئے تھے وہ صحابہ کرامؓ میں دو دو یا چار چار کے تناسب سے تقسیم کر دیئے گئے تھے مگر ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ ان قیدیوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ صحابہ کرام نے بھی حضور ﷺ کی اس ہدایت پر سختی سے عمل کیا۔ خود بھوکے رہ جاتے یا کھجوروں پر گزارہ کرتے مگر قیدیوں کو کھانا فراہم کرتے تھے۔ ان قیدیوں میں ابوعزیز بھی شامل تھے جو حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا جب وہ صبح یا شام کا کھانا لاتے تو روٹی

میرے سامنے کر دیتے مگر خود کھجوریں اٹھا لیتے جس پر مجھے بے حد شرمندگی محسوس ہوتی۔ میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا مگر وہ ہاتھ تک نہ لگاتے تھے۔ اور بڑے اصرار سے مجھے کھانے کے لئے کہتے تھے۔ انصاریوں کا قیدیوں کے ساتھ اچھا حسن سلوک اس وجہ سے تھا کہ حضورﷺ نے ایسا کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

انہی قیدیوں میں سہیل بن عمرو نامی ایک شخص بھی تھا جو نہایت فصیح اللسان تھا اور عام اجتماعات میں حضور اکرمﷺ کی ذات اقدس کے خلاف اپنی تقاریر میں زہر افشانی کرتا رہتا تھا، جب یہ قیدی بن کر آیا تو حضرت عمرؓ نے حضورﷺ کے سامنے تجویز پیش کی کہ اس کے دو نیچے کے دانت اکھڑوا دیجئے تا کہ یہ دوبارہ اچھا نہ بول سکے۔ اس پر آپﷺ نے فرمایا۔

''عمر! اگر میں اس کے اعضا بگاڑوں گا تو اگر چہ میں نبی ہوں لیکن اس کی جزا میں قدرت کی طرف سے میرے بھی اعضا بگاڑ دیئے جائیں گے۔''

ایک روایت ہے کہ اس جنگ میں آنحضرتﷺ نے مدینہ میں آکر صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ یہ سب اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں اس لئے ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے لیکن حضرت عمرؓ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اسلام کے مسئلہ میں دوست دشمن عزیز و بیگانہ کی تمیز روا نہیں رکھی جاتی۔ اس لئے ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے لیکن حضور اکرمﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تجویز کو پسند فرمایا۔

اسیران جنگ سے چار چار ہزار درہم بطور فدیہ وصول کیا گیا لیکن جو لوگ مفلسی اور ناداری کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے وہ چھوڑ دیئے گئے ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کو یہ حکم دیا گیا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو اس صورت میں انہیں رہائی مل جائے گی۔ مشہور صحابی زید بن ثابت نے بھی اسی طرح لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔

انصار نے اس موقع پر آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ عباس ہمارے بھانجے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کا فدیہ چھوڑ دینا چاہئے۔ مگر آپ ﷺ نے اسلامی مساوات کی بناء پر یہ گوارہ نہ کیا۔ لہٰذا ان کو بھی فدیہ ادا کرنا پڑا۔ اگرچہ فدیہ کی عام شرح چار چار ہزار درہم تھی لیکن امراء سے زیادہ لیا گیا۔ عباس چونکہ دولت مند تھے اس لئے ان سے زیادہ رقم وصول کی گئی۔ انہوں نے آپ ﷺ سے شکایت کی لیکن ان کو کیا معلوم تھا کہ اسلام نے جو مساوات قائم کی ہے اس میں عزیز و بیگانہ اور عام و خاص کے تمام تفرقے مٹ چکے تھے لیکن ایک طرف ادائے مساوات کے سلسلے میں حضور ﷺ کا یہ انداز تھا کہ حضرت عباسؓ سے بھی رعایت نہ کی لیکن دوسری طرف محبت کا تقاضا ملاحظہ ہو کہ عباس کی کراہن کر رات کو آپ ﷺ آرام نہ فرما سکے۔ لوگوں نے ان کی گرہ کھولی تب آپ ﷺ کو آرام و سکون محسوس ہوا۔

اس طرح آنحضرت ﷺ کے داماد ابوالعاص بھی اسیران جنگ میں شامل تھے۔ ان کے پاس فدیہ کی رقم بھی نہ تھی۔ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت بی بی زینبؓ کو جو ابوالعاص کی زوجہ تھیں اور مکہ میں رہتی تھیں یہ پیغام بھجوایا گیا کہ فدیہ کی رقم بھجوا دی جائے۔ حضرت زینبؓ کا جب نکاح ہوا تھا تو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں ان کو ایک قیمتی ہار دیا تھا۔ حضرت زینبؓ نے زر فدیہ کے ساتھ وہ ہار بھی گلے سے اتار کر بھیج دیا۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ دیکھا تو انہیں پچیس برس قبل کا محبت انگیز واقعہ یاد آ گیا۔ آپ ﷺ بے اختیار رو پڑے اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔

”اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو یادگار واپس کر دو۔“

تمام صحابہؓ نے سر تسلیم خم کیا اور گردنیں جھکا دیں اور ہار واپس کر دیا۔ ابوالعاص رہا ہو کر جب مکہ آء تو حضرت زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیا۔ ابوالعاص بہت بڑے تاجر تھے۔ اس واقعہ کے چند سال بعد وہ بہت سا اسباب لے کر ملک شام کو تجارت کے لئے روانہ ہوئے مگر واپسی پر مسلمان دستوں نے ان کو معہ مال و اسباب کے گرفتار کر لیا ان کا سامان

تجارت اور دوسرا اسباب ایک ایک سپاہی میں تقسیم ہوگیا۔ یہ چھپ کر حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے، انہوں نے انہیں پناہ دے دی۔ اس بات کی خبر جب آپ ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا۔

''اگر مناسب سمجھو تو ابوالعاص کا اسباب واپس کر دو۔''

صحابہ نے پھر تسلیم کی گردنیں جھکا دیں۔ سپاہیوں نے ایک ایک تنکا لا کر واپس کر دیا۔ لیکن یہ وار ایسا نہ تھا کہ خالی جاتا۔ ابوالعاص مکہ واپس آئے اور تمام شرکا کو حساب سمجھا کر اسلام قبول کر لیا۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتوحات اور اس کے بعد جنگی قیدیوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا گیا اس سے متاثر ہو کر بہت سے کفار حلقہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ بلاشبہ یہ بات رحمت خداوندی اور کسی آسمانی معجزے سے کم نہ تھی کہ مٹھی بھر مجاہدین اسلام نے کفار کو شکست فاش دی۔

ادھر جب مکہ میں قریش کی عبرت ناک شکست کی خبر پہنچی تو ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ عورتیں بین کرنے لگیں، بوڑھے سردار چپکے چپکے اس شرمناک ہار پر آنسو بہانے لگے۔ لوگوں نے گھروں کے چراغ گل کر دیئے۔ قریشی سرداروں نے جب لوگوں کی یہ کیفیت دیکھی تو گھر گھر منادی کرا دی کہ کوئی شخص رونے نہ پائے۔

اس جنگ میں اسود کے تین بیٹے قتل کر دیئے گئے۔ صدمے سے اس کا دل بیٹھا جاتا تھا مگر قومی عزت اور حمیت کے خیال سے رو بھی نہیں سکتا تھا۔ جس جس کے بھائی بیٹے اور شوہر اس جنگ میں قتل ہوئے تھے ان کے لواحقین کی سسکیاں اور آہیں سینوں کے اندر گھٹ کر رہ گئیں۔

اتفاق سے ایک روز کسی گھر سے رونے کی آواز آئی۔ اسود نے سمجھا کہ شاید سرداروں نے رونے کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ جہاں سے کسی عورت کے رونے کی آواز آ رہی تھی اس جانب اسود نے اپنا نوکر بھجوایا کہ وہ تصدیق کر کے آئے میرے تین

جگر گوشتے قتل ہو گئے ہیں۔ میں بھی رونا چاہتا ہوں مگر نوکر نے واپس آکر بتایا کہ کسی عورت کا اونٹ گم ہوگیا ہے اس لئے وہ رو رہی ہے۔ یہ سن کر اسود کی زبان سے بے اختیار یہ اشعار نکلے۔

''اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے اور اس کو نیند نہیں آتی (اونٹ پر مت رو، بدر پر آنسو بہا جہاں قسمت نے کمی کی، تجھ کو رونا ہے تو عقیل پر رو اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا)

اسود کی طرح اسلام کا ایک اور دشمن بھی تھا جو قریش میں عمیر بن وہب کے نام سے مشہور تھا۔ ایک روز وہ اور صفوان بن امیہ حجر میں بیٹھے مقتولین بدر پر ماتم کر رہے تھے کہ صفوان نے کہا۔

''خدا کی قسم اب جینے کا مزہ نہیں رہا۔ اس ذلت آمیز شکست نے تو ہمارے سر ندامت سے جھکا دیئے ہیں۔ ہماری گردنوں میں خم آگئے ہیں۔ اب تو ہم سر بازار سینہ تان کر چل بھی نہیں سکتے۔''

اس پر اس کے ساتھی عمیر نے کہا۔

''تم بالکل سچ کہتے ہو۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور مجھے بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھا مدینہ جاتا اور (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ کو قتل کر آتا۔ میرا تو بیٹا بھی ان کی قید میں ہے۔''

صفوان نے کہا ''تم قرض اور بچوں کی فکر نہ کرو۔ اس کا ذمہ دار میں ہوں۔ میں تم سے زیادہ ان کی دیکھ بھال کروں گا اس لئے میرا تم کو یہی مشورہ ہے کہ فوراً اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔''

صفوان کا یہ مشورہ عمیر کو اچھا لگا۔ اس نے گھر آکر زہر مین تلوار بجھائی اور مدینہ جا پہنچا۔ اتفاق سے حضرت عمرؓ کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ انہوں نے اس کے تیور بھانپ لئے اور گردن سے پکڑ کر آپ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''عمرؓ اسے چھوڑ دو۔''
پھر آپ ﷺ نے عمیر سے کہا۔''میرے قریب آجاؤ۔''
جب وہ قریب آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا۔
''کس ارادے سے آئے ہو؟''
اس نے جواب دیا''اپنے بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔''
آپ ﷺ نے دریافت فرمایا۔
''مگر گلے میں یہ تلوار کس مقصد کے لئے لٹکا رکھی ہے؟''
عمیر نے کہا''آخر تلواریں بدر میں کس کام آئیں؟''
اس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔
''کیوں نہیں۔ کیا تم نے اور صفوان نے حجر میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی تھی؟''
آپ ﷺ کی یہ بات سن کر عمیر سناٹے میں آگیا اور بے اختیار ہو کر بولا۔
''محمد (ﷺ) بے شک تم پیغمبر ہو بخدا میرے اور صفوانؓ کے علاوہ اس معاملے کی کسی کو خبر نہ تھی۔''
چنانچہ قریش جو مکہ میں بیٹھے آنحضرت ﷺ کے قتل کی خبر سننے کیلئے بے تاب تھے، انہوں نے جب عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر سنی تو ان پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔
حضرت عمیرؓ جب مسلمان ہو کر مکہ آئے تو اس وقت وہاں کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کے خون کا پیاسا ہو چکا تھا۔ حضرت عمیرؓ کو ایک زمانے میں قبول اسلام سے پہلے مسلمانوں سے جس قدر عداوت تھی اب اسی شدت سے وہ دشمنان اسلام کے دشمن ہو چکے تھے۔ چنانچہ واپس مکہ پہنچ کر انہوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو حلقہ اسلام میں داخل ہونے کی طرف مائل کر لیا۔
غزوہ بدر کو دوسرے غزوات پر جو امتیاز اور اہمیت حاصل ہے ان میں سے ایک یہ

بھی ہے کہ خدا نے خود اپنے کلام پاک میں اس کا مفصل ذکر فرمایا ہے اور سورہ انفال بدر کے احسانات ونعم کی تفصیل اور بعض مسائل کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

ایک جگہ پر ارشاد ہوا۔

''یقیناً خدا نے تمہاری بدر میں مدد کی جب کمزور تھے تو خدا سے ڈرو تا کہ شکرگزار بن جاؤ۔'' (آل عمران۔ 13)

تاریخ میں عام طور پر یہی درج ہے کہ مسلمانوں کی کفار کے ساتھ جو پہلی لڑائی ہوئی وہ جنگ بدر ہے حالانکہ بدر سے پہلے بھی لڑائیاں ہوتی رہی تھیں لیکن غزوہ بدر کی مثال نہیں ملتی کہ کس طرح 313 اصحاب بدر کے ہاتھوں کفر ذلیل و خوار ہوا۔ یہ حقیقت بھی اسلام ہی کا اعجاز ہے کہ آخر کار یہی سب سے بڑے محبان توحید ثابت ہوئے۔ مثلاً ابوجہل کا بیٹا عکرمہ پروانہ توحید بن گیا اور اسلام کی راہ میں شہید ہوا۔ قریش کا مایہ ناز رئیس ابوسفیان دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور اس کی اولاد نے شام کی فتح میں شاندار کارنامے انجام دیئے۔

بہرحال مجموعی طور پر اس جنگ کا نتیجہ یہ رہا کہ فتح حاصل ہونے کے باوجود مفتوح فریق سے مسلمانوں کا سلوک عربوں کے آزاد مزاج باشندوں جیسا تھا حتیٰ کہ دشمنوں نے بھی انتقام کے مخالفانہ جوش کے باوجود مسلمانوں کی بلند اخلاقی اور مثالی رواداری کو تسلیم کیا۔ تاہم ان کے دلوں میں اپنی شکست کی ذلت اور انتقام کی جو چنگاری سلگ رہی تھی جنگ بدر کے ٹھیک ایک سال بعد انہوں نے جنگ احد کی صورت میں اس کا بدلہ لینے کی کوشش کی۔

○○○

2

غزوۂ قینقاع

15 شوال المکرم، 2 ہجری

خاتون ابھی زرگر کی دکان میں آکر بیٹھی ہی تھی کہ ایک شرپسند یہودی نے پیچھے سے آکر اس کا دوپٹہ کھینچ کر اس کی بے حرمتی کی کوشش کی۔ شرم اور غصے سے اس عفیفہ کی حالت عجیب ہوگئی۔ اس نے شور مچا دیا۔ اتفاق سے وہاں پر ایک مسلمان شخص موجود تھا۔ اس نے شرارت کرنے والے یہودی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہودی قتل ہوا تو اس کے عزیز و اقارب بھاگتے ہوئے آئے اور انہوں نے اس غیرت مند مسلمان کو موقع پر ہی شہید کر دیا۔

یہ خاتون انصار کے ایک معزز قبیلے سے تعلق رکھتی تھی اور شہید ہونے والے مسلمان صحابی بھی انصار تھے۔ متوفی کے لواحقین آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہودیوں کے خلاف مدد طلب کی۔ یہودی قبائل جن میں بنو قریظہ، بنو نظیر اور بنو قینقاع شامل تھے، انہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ لوگ نہ تو خود مسلمانوں سے لڑیں گے اور نہ ہی مسلمانوں کے مخالفین کا ساتھ دیں گے۔

ہجرت مدینہ کے بعد اسلام کے مخالفین میں تین اقسام کے لوگ تھے۔ ایک تو کفار مکہ یعنی قریش جو ہر قیمت پر اسلام کو نیست و نابود کرنے کے داعی تھے۔ دوسرے لوگ جو عرب کے باشندے تو تھے لیکن انہیں اسلام کی اشاعت سے کوئی غرض تھی اور نہ ہی خدا کے دین کے خاتمے سے کوئی دلچسپی تھی اور تیسری مخالف جماعت یہود کی تھی جن کا ذکر

اوپر کیا گیا ہے۔ یہ جانب دار قبائل میں ''بنو بکر اور بنو خزاعہ'' قا۔ ذکر ہیں وہ ''دیکھئے کہ آئندہ کیا ہوتا ہے'' کے منتظر تھے، لیکن بعد کے حالات نے یہ ثابت کیا کہ ان دونوں قبیلوں کی ہمدریاں مسلمانوں سے تھیں اور در پردہ سرور کائنات ﷺ کو تسلیم کرتے تھے۔

جنگ بدر سے پہلے تو جیسے حالات تھے سو تھے لیکن غزوہ بدر کی فتح کے بعد اسلام کی سربلندی کو دیکھ کر کفار مکہ کے علاوہ جس قوم کو سب سے زیادہ تکلیف ہوئی وہ یہ تینوں یہودی قبیلے تھے۔ ان یہود قبائل جن سے میثاق مدینہ کے نام سے ایک معاہدہ ہو چکا تھا اس کی خلاف ورزی سب سے پہلے جنگ بدر کے بعد بنو قینقاع نے کی۔ یہ قبیلہ یہودیوں کے دیگر دو قبائل سے بڑا اور طاقت میں مضبوط تھا۔ اس قبیلے میں سات سو جنگجو مرد تھے جن میں تین سو زرہ پوش بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کی شرارتوں پر شروع میں تو مسلمان خاموش رہے لیکن انہوں نے مسلمانوں کی خاموشی اور شرافت کو بزدلی پر معمول کیا اور اپنی سرگرمیوں میں دن بدن اضافہ کرنے لگا۔

حتیٰ کہ انصاری مسلمان خاتون کی یہودی شخص کے ہاتھوں بے حرمتی اور ایک غیرت مند مسلمان کی شہادت کے واقعات رونما ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد خاموش رہنا خلاف مصلحت تھا۔ آنحضرت ﷺ نے یہود کے سرداروں کو طلب کیا اور ان سے کہا۔

''اے اہل یہود! خدا سے ڈرو اور بدر کے واقعہ سے سبق لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا حشر بھی بدر والوں جیسا ہو۔ اس لئے تم اپنے عہد و پیان اور میثاق کا خیال رکھو۔''

یہود نے نبی محترم ﷺ کی بات کا کوئی لحاظ کرنے کی بجائے نہایت ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی سے کہا۔

''اے محمد (ﷺ)! آپ ہمیں بدر والوں کے واقعہ سے مت ڈرائیں۔ ہم قریش نہیں۔ ہم سے اگر آپ ﷺ لوگوں کا واسطہ پڑا تو ہم دکھادیں گے لہ جنگ کس کو کہتے ہیں۔''

یہ کہہ کر یہودی سردار دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ ان کی طرف سے کھلم کھلا عہد شکنی اور اعلان جنگ تھا۔ ان کی عہد شکنی پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

''جب تمہیں کسی قوم کی طرف سے عہد شکنی کا خوف ہے تو تم نقص عہد کرنے والوں کے ساتھ نقص عہد کرو۔''

اس ارشاد خداوندی کے بعد آنحضرت ﷺ نے لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا۔ عم رسول ﷺ حضرت حمزہؓ کو سالار لشکر اور علم بردار مقرر کیا۔ فوج کی تیاری مکمل ہوگئی تو آپ ﷺ نے ''ابولبابہ'' کو مدینہ کا نائب مقرر کیا اور خود رمضان 2ھ کو بنو قینقاع پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ یہودیوں نے مسلمانوں کی لشکرکشی کی خبر سنی تو وہ قلعہ بند ہوگئے۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ پندرہ دن تک مسلمانوں نے نہایت استقامت ثبات کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ قلعہ بند رہنے کے بعد یہودیوں کا تمام جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ ان کے قلعے بند تھے مگر ان کی ہمت اور طاقت کے بند کھل گئے تھے، انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور تصفیہ اور صلح کی درخواست کی اور کہا ہمیں آنحضرت ﷺ کا ہر فیصلہ منظور ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کے معاملے میں خود فیصلہ فرمانے کے بجائے عبداللہ بن ابی سلول جو یہود کا قدیمی حلیف بھی تھا اور آغاز محاصرہ سے ہی اس جھگڑے کا تصفیہ کروانے کا خواہش مند تھا کو حکم مقرر کیا۔

عبداللہ بن ابی نے یہود کو جلا وطن کرنے کا فیصلہ کیا جس کو بنو قینقاع نے منظور کرتے ہوئے ''عبادہ بن الصامت'' کے ذریعہ اس فیصلہ کی تعمیل کے لئے تین دن کی مہلت طلب کی جسے منظور کرلیا گیا۔

تیسرے روز وعدہ کے مطابق یہ قبیلہ جو سات سو افراد پر مشتمل تھا مدینہ چھوڑ کر شام کے علاقے ورزاعات میں چلا گیا۔ یہ لوگ اپنے ہمراہ جتنا مال و اسباب لے جاسکتے تھے لے گئے اور جو باقی رہ گیا اس کو مسلمانوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ مال غنیمت میں سے

آنحضرت ﷺ نے خمس (پانچواں) حصہ الگ فرمایا۔ یہ پہلی رقم خمس تھی جو مالِ غنیمت سے علیحدہ کرنے کے بعد بقیہ مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

بنو قینقاع کی پسپائی کے بعد نجد کے قبائل بنو سلیم اور بنو غطفان نے بھی سر اٹھایا ان دونوں قبائل کے قریش مکہ سے خصوصی مراسم تھے اور بدر کی جنگ میں ان قبیلوں نے اسلام کے خلاف کفر کا باقاعدہ ساتھ بھی دیا تھا۔ بنو سلیم کی سازش کا حضور ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی طرف پیش قدمی کی اور تین راتیں ان کے ''چشموں'' پر ''الکدر'' کے مقام پر قیام فرمایا۔ بعض روایات کے مطابق ان کے اونٹ بھی قبضے میں لے لئے مگر مزاحمت کے لئے آگے کوئی نہ بڑھا۔ کافی انتظار کے بعد حضور ﷺ اپنے سپاہیوں کو واپس لے گئے۔ ایک ماہ کے بعد بنو سلیم نے اپنے آدمی دوبارہ جمع کرنے شروع کر دیئے۔ جب تک میدان جنگ سے دشمن کو اس کی شرارتوں کی سزا نہ مل جائے۔ وہ شرارت سے باز نہیں آتا۔ بنو سلیم بھی بدر کی شکست کا بدلہ چاہتے تھے۔ ان کو اپنے قبیلے اپنی دولت و ثروت اور طاقت پر ناز تھا۔

نبی کریم ﷺ دوسری مرتبہ پھر چار سو پچاس سوار جن میں گھوڑا سوار بھی تھے جو میمنہ اور میسرہ کے فرائض انجام دینے کے لئے تھے ان کو لے کر بنو سلیم کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ اس مرتبہ بھی بنو سلیم کا اجتماع مکمل نہ ہوا اور اسلامی لشکر کی آمد کی اطلاع پا کر یہ لوگ منتشر ہو گئے۔

ان غزوات کے مطالعہ سے حضور ﷺ کی عسکری استخبارات، ناگہانیت، حرکت اور جنگی اصولوں سے آگہی کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ جانی نقصان کے بغیر ہر جگہ کامیاب و کامران ہو جاتے تھے۔

آپ ﷺ نے مسلمانوں کی بالادستی۔ مدینۃ النبی ﷺ کی حفاظت کے لئے ہمیشہ اپنا دیدہ و بینا وا رکھا۔ بنو قینقاع، بنو غطفان، بنو سلیم اور دیگر قبائل کی جارحیت کو نہایت تدبر اور سوجھ بوجھ سے کچل کر رکھ دیا۔ آپ ﷺ جانتے تھے جس قبیلے کو ایک بار شکست ہو

جائے وہ فاتح کے مقابلہ پر آنے کی کوشش ضرور کرتا ہے لیکن سامنے صف آراء ہونے میں اسے دقت پیش آتی ہے۔ آپ ﷺ نے خطرات پر پیشگی نظر رکھی اور مدینہ کے شمال میں رہنے والے دونوں بڑے قبیلوں سے نبٹنے کے بعد آپ ﷺ نے جنوب کی طرف بھی توجہ دی۔ آپ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ حجاز سے فروغ الجران کے مقام تک تشریف لے گئے اس سفر میں آپ ﷺ نے کسی قبیلہ کو ہدف نہیں بنایا تھا۔ بلکہ ان جنوبی علاقے کے قبائل سے آپ نے سفارتی اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے کا ارادہ فرمایا۔

بدر کے بعد جتنی جنگیں ہوئیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ کوشش کی کہ کوئی قبیلہ متحد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ اسی لئے آپ ﷺ ہر قبیلے کو اس کی پیشقدمی سے پہلے ہی پسپا کرنے کے انتظام فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی بہترین حکمت عملی سے خبررسانی اور اطلاع معلومات کے ذرائع کو نہایت فعال و مضبوط کر لیا تھا جس کا فائدہ یہ ہوا جونہی کوئی قبیلہ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا آپ ﷺ اس سے پہلے ہی کمربستہ ہو کر مقابلہ آرا ہو جاتے۔ یوں نہ صرف دشمن کی سرکوبی اور اسلام کی فتح ہوتی بلکہ آپ ﷺ نت نئے علاقوں میں جاتے جس سے تبلیغ و سفارتی تعلقات کو فروغ ملتا۔ وفود کی آمدورفت، مکتوبات کی ترسیل و دیگر اہم معاملات کے کام امن و جنگ دونوں زمانوں میں جاری رہتے تھے۔

آپ ﷺ ہمیشہ دشمن کو اپنے سر پر سمجھ کر تیار اور کمربستہ رہتے تھے۔ اس معاملے میں آپ ﷺ کے جرات مندانہ فیصلے مدینہ منورہ جیسی نوزائیدہ مملکت کی تقویت کا باعث بنے۔ آپ ﷺ حجاز میں دو ماہ رہے۔ یہ پیش قدمی ایک قسم کی مکہ کے دروازے پر دستک اور قریش کے لئے ایک تازیانہ تھی۔ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ جو دوسروں پر حملہ آور ہوا کرتے ہیں ان پر بھی حملہ ہوسکتا ہے۔ اس سفر سے قریش مکہ کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شام جانے کے لئے ان کا یہ تجارتی راستہ مکمل طور پر مسدود ہوگیا ہے۔

○○○

3

غزوۂ سویق

ذی قعد' ہجری 2

رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک سوار چھپتا چھپاتا مدینہ میں داخل ہوا، سیدھا یہودیوں کی بستی میں حیی بن الخطب کے مکان پر پہنچا اور دستک دی۔ حیی نے دروازے کی اوٹ سے دیکھا اور سوار کو پہچان گیا مگر اس نے دروازہ نہ کھولا بلکہ اندر سے ہی کہلوا بھیجا کہ آنے والے کو کہہ دیا جائے کہ حیی گھر پر نہیں ہے۔ سوار بے نیل مرام وہاں سے ''بن نضیر راس سلام بن مشکم کے دروازے پر جا پہنچا۔ سلام نے نووارد کا استقبال نہایت گرم جوشی سے کیا اور اس کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ سوار اسلام کا دشمن ابوسفیان تھا جو غزوہ بدر میں ابوجہل کے قتل ہونے کے بعد قریش مکہ کا سردار مقرر ہوا تھا اس کے سر پر بدر میں اپنے ستر آدمیوں کے قتل کے بدلے کی دھن سوار تھی۔ اس نے نذر مان لی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے انتقام نہیں لے لوں گا نہ اپنے سر پر پانی ڈالوں گا نہ تیل ڈالوں گا۔

ذی قعد 2 ہجری میں ابوسفیان اپنے عہد کو پورا کرنے کیلئے دو سو ستر سواروں کا ایک رسالہ لے کر مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ انتقام کے لئے وقت اور طاقت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس کو یہودیوں اور مسلمانوں کی مخالفت کا بھی علم تھا۔ اسی مخالفت کے سہارے اور وسیلے سے وہ یہودیوں کے گھر مہمان ٹھہرا کیونکہ اس کا خیال تھا یہودی جس طرح در پردہ

انہیں مسلمانوں سے مقابلہ آرائی پر اکساتے ہیں اسی طرح مقابلے کی صورت میں برملا مدد بھی کریں گے۔ اسی امید پر اس نے اپنے سپاہیوں کو مدینہ سے تین میل دور چاہ الکدر پر ٹھہرایا اور خود رات کے اندھیرے میں یہودیوں کے ٹھکانوں پر پہنچا لیکن یہودیوں کے ایک سردار حیی بن الخطب نے تو اسے دیکھ کر گھر سے نکلنا بھی گوارا نہ کیا۔ یہودی قوم شرارت پر اکسانا تو جانتی تھی لیکن کھلم کھلا مسلمانوں سے مقابلہ میں قریش کا ساتھ ایسے حالات میں دینا چاہتے تھے۔ کیونکہ ایک تو یہ قبائل مدینہ میں رہتے تھے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ان کا میثاق ہو چکا تھا۔ ابوسفیان حیی کے گھر سے مایوس ہوا تو سلام بن مشکم کے پاس گیا اس کا مقصود تو بدلہ لینا تھا۔ اس لئے وہ کسی بھی دروازے پر دستک دینے کے لئے تیار تھا۔ سلام نے اپنے قریشی مہمان کی بہت پذیرائی کی۔ رات بھر عیش و نشاط کی محفل جمی۔ اسی دوران اصل مدعا پر بھی گفتگو ہوئی۔

سلام بن مشکم نے ابوسفیان کے تمام سوالات کا خاطر خواہ جواب دیا، اس نے مسلمانوں کے تمام رازوں اور ارادے جن سے وہ آگاہ تھا ابوسفیان کو بتائے اور ساتھ یہ بھی سمجھایا کہ ان حالات میں جب کہ مسلمان بدر میں فتح یاب ہو چکے ہیں ان کے ساتھ جنگ کرنا فائدے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ اس کے لئے مناسب وقت کا انتظار ضروری ہے ابوسفیان نے سلام کی بات سے اتفاق کیا اور رات بھر مدینہ میں قیام کے بعد صبح اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔

ابوسفیان سلام کے گھر سے بھی بے مراد نکلا جس کا اس کو افسوس تھا مگر اس کو میزبان کی مہمان نوازی کی خوشی بھی بہت تھی۔ وہ ایک عرصہ تک اپنے حلقہ احباب میں کہتا رہا کہ سلام نے جو شراب مجھے پلائی وہ مدتوں مجھے یاد رہے گی۔

ابوسفیان مکہ سے قصاص بدر لینے کا عہد لے کر چلا تھا لہٰذا اس عہد کو کسی نہ کسی شکل میں نبھانا اس کے لئے لازم تھا۔ اپنی خوئے انتقام سے مجبور ہو کر اس نے واپس لوٹنے سے پہلے مدینہ کے نواحی گاؤں عریض میں ایک صحابی سعد بن عمر انصاریؓ اور مسلمانوں

کے نخلستانوں اور مکانوں کو آگ لگا دی۔ یہ بزدلانہ اور گھٹیا حرکت کرنے کے بعد وہ اپنے تئیں یہ سمجھ بیٹھا کہ اس نے انتقام لے لیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو جب ابوسفیان کی مدینہ میں آمد، عریض کی بربادی اور حضرت سعدؓ بن عمر کے قتل کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت ابولبابہؓ کو مدینہ کا نگران مقرر کیا اور خود اپنے مجاہدوں کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب کو نکل پڑے۔ انتقام کی آگ میں اندھا ابوسفیان، عریض میں قتل و آتشزدگی تو کر بیٹھا لیکن اسے جونہی مسلمانوں کے تعاقب کی خبر ملی اور اپنے ساتھیوں سمیت سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور بدحواسی میں اپنے ساتھ لایا ہوا سامان رسد جن میں جو کے ستوؤں کے توڑے تھے وہ راہ میں ہی پھینک گیا۔

آنحضرت ﷺ جب الکدر پہنچے تو ابوسفیان بھاگ چکا تھا۔ مسلمانوں کو اس کے گرائے ہوئے ستو ملے۔ جن پر آپ ﷺ کے حکم سے قبضہ کر لیا گیا۔ عربی میں سویق ستو کو کہتے ہیں۔ اسی بنا پر اس معرکہ کو غزوۃ السویق کے نام سے موسوم کیا گیا۔

○○○

4

غزوۂ غطفان

محرم الحرام، 3 ہجری

دعثور بن حارث محاربی بھی دشمنانِ اسلام میں تھا اور بنو محارب قبیلہ کا بہادر جوان شمار ہوتا تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو تنہا درخت کے نیچے آرام فرماتے دیکھا تو شیطان لعین نے اس کو اکسایا کہ یہ بہترین موقعہ ہے۔ سرور کائنات ﷺ کو شہید کر کے تم عرب کے بہت بڑے بہادر قرار پا سکتے ہو۔ دعثور کو اپنے زور بازو پر بڑا غرور تھا۔ اس نے اپنی دلیری اور شجاعت کو دوچند کرنے کے لئے ننگی تلوار ہاتھ میں لے لی اور اپنے ناپاک ارادے سے اس درخت کے قریب آیا جہاں حضور ﷺ استراحت فرما رہے تھے۔ قریب پہنچ کر اس نے آپ ﷺ کو پکار کر کہا۔

''اے محمد ﷺ! کوئی ہے جو تمہیں میرے ہاتھ سے بچا لے۔''

آپ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا۔

''ہاں اللہ میرا محافظ و مددگار ہے۔''

اسی اثناء میں جبرائیل امین شکل انسانی میں ظاہر ہوئے اور انہوں نے دعثور کے سینے پر ایک ہاتھ مارا کہ وہ چکرا کر پشت کے بل زمین پر آ گرا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری اور وہ تھر تھر کانپنے لگا۔

آپ ﷺ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا۔

''اے خدا کے منکر! اب تو بتا کہ کوئی ہے جو تمہیں میرے ہاتھ سے بچائے۔''

دعثور بولا۔ ''نہیں کوئی نہیں۔ تلوار آپ (ﷺ) کے ہاتھ میں ہے آپ (ﷺ) چاہیں تو میری جان لے سکتے ہیں اور چاہیں تو مجھے معاف کرسکتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے تلوار اس کو واپس کرتے ہوئے فرمایا۔

''یہ لے اپنی تلوار اور واپس چلا جا میں نے تمہیں معاف کیا۔''

دعثور کے دل پر آنحضرت ﷺ کے حسنِ سلوک کا اس قدر اثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہوگیا اور اپنے ساتھیوں میں واپس چلا گیا۔

یہ واقعہ بنی غطفان سے متعلق ہے۔ ربیع الاول 3ھ میں آنحضرت ﷺ کو مدینہ کے اردگرد و دیگر مختلف قبائل سے وقتاً فوقتاً مہم گری سے دوچار ہونا پڑا۔ بدر کی فتح کے بعد مسلمانوں کی بہادر، فتح مندی اور شجاعت کے بھرم کو برقرار رکھنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے بہت سی مہمات سر کیں۔

بنو غلطفان۔ بنی ثعلبہ اور بنو محارب پر مشتمل نجد کا بہت بڑا قبیلہ تھا جس کے بارے میں نبی رحمت ﷺ کو خبر ملی کہ یہ لوگ مدینہ کے اردگرد نواح میں ڈاکہ زنی، لوٹ مار اور قتل و غارت کی نیت سے ''مقام ذی اَمّ'' میں جمع ہورہے ہیں۔ اس خبر کے ملنے کے بعد آپ ﷺ نے ان قبائل کی سرکوبی کے لئے چار سو پچاس سواروں کا ایک عسکری دستہ تیار کیا اور ان کو لے کر ''ذی اَمّ'' کی طرف روانہ ہوئے، لیکن آپ ﷺ کی خدائی فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی دونوں قبائل کے لوگ بھاگ کر پہاڑوں کے غاروں اور گھاٹیوں میں روپوش ہوگئے۔

بنی ثعلبہ کا ایک آدمی مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے اپنے دینی دستور کے عین مطابق اس شخص کو اسلام کی دعوت دی جو اس نے قبول کرلی اور مسلمان ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اس کی رہائی کا حکم صادر فرما کر اس کو حضرت بلال حبشیؓ کی ہم نشینی میں دے دیا کہ وہ اس کی تربیت کرکے اس کو اسلام کی تعلیم سے بہرہ ور کریں۔

مسلمان فوج جس وقت مقام ''ذی اَمَر'' پر پہنچی تھی اس مقام پر تھوڑی ہی دیر بعد موسلادھار بارش ہونے لگی۔ اہل قافلہ کے لباس بالکل بھیگ گئے۔ بارش رکی تو سب مسلمانوں نے اپنے اوپری لباس اتار کر درختوں پر سوکھنے کے لئے پھیلا دیئے۔ آنحضرت ﷺ بھی اسی درخت کے زیر سایہ استراحت فرمانے کے لئے لیٹ گئے۔

اسی درخت کے نیچے آرام فرمانے کے دوران دعثور بن حارث جو کہ محارب قبیلے کا سرغنہ اور بہادر و دلیر آدمی تھا۔ اپنے ساتھیوں اور شیطان کے بہکاوے میں آپ ﷺ کو قتل کرنے آیا۔ جس کا ذکر اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ دعثور جب مسلمان ہوگیا اور واپس اپنے قبیلے میں گیا تو اس کے اقرباء نے اس سے پوچھا۔

''اے دعثور! جب تم رسول اللہ ﷺ کے اتنے قریب پہنچ گئے تھے اور تم نے انہیں سویا ہوا اور اکیلا پایا پھر تم نے انہیں قتل کیوں نہیں کیا؟''

دعثور بولا۔ ''ساتھیوں میں جب آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا تو ایک بلند و بالا قامت اور نہایت قوی مرد سفید لباس میں ملبوس میرے اور ان کے درمیان آ کھڑا ہوا اس نے میرے سینے پر ایسا ہاتھ مارا کہ میں گر پڑا تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے مجھ پر غلبہ حاصل کرنے کے باوجود اپنے حسن سلوک سے مجھے بخش دیا اسی لئے میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ تم لوگ بھی راہ حق پر چلنے کے لئے دامن محمدی ﷺ تھام لو اور خدا کے رضا جو بن جاؤ۔''

آنحضرت ﷺ نے مقام ذی اَمَر پر گیارہ دن قیام کیا لیکن بنی ثعلبہ اور بنو محارب کا کوئی شخص آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرسکا اور سب کے سب فرار ہوگئے۔ جب اچھی طرح اطمینان ہوگیا تو شافع محشر ﷺ اپنی فوج کو لے کر واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

○○○

5

غزوۂ احد

شوال المکرم 3 ہجری

قریش مکہ کو بدر کے میدان میں مسلمانوں کے ہاتھوں جو ذلت آمیز شکست ہوئی تھی اور اس جنگ میں ان کے جو ستر سردار قتل ہو گئے تھے اس ذلت آمیز انجام کی وجہ سے وہ دن رات انگاروں پر لوٹ رہے تھے اب ایک ہی لفظ ان کی زبان پر تھا کہ انتقام..... انتقام اور صرف انتقام۔ قریش کے جو سردار اور دوسرے لوگ مارے گئے تھے ان کے اہل خانہ اور عزیز و اقارب مسلمانوں سے اپنی شرمناک شکست کا خوفناک بدلہ لینا چاہتے تھے۔ ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ بدر کے مقتولوں کا بدلہ نہیں لے گا اپنے سر پر تیل اور پانی ڈالنا اس کے لئے حرام ہوگا۔ ابوسفیان کی طرح اس کی مکروہ چہرہ بیوی ''ہندہ'' بھی اپنے باپ اور بھائی کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے زخمی ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی اور آخری خواہش صرف یہی تھی کہ وہ کسی نہ کسی حضرت حمزہؓ سے عبرت ناک انتقام لے جنہوں نے میدان بدر میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا مگر حضرت حمزہؓ ایسے بہادر، جری اور دلیر مجاہد پر ہاتھ ڈالنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ بات ہندہ کو بھی اچھی طرح معلوم تھی چنانچہ اس نے اپنی دانست میں بہت سے بہادر، قوی نوجوانوں کو اس مقصد کے لئے اپنے پاس بلوایا تاکہ حضرت حمزہؓ کو قتل کروانے کے لئے وہ ان میں سے کسی کی طاقت اور بہادری کا امتحان لے سکے۔ بالآخر مطعم نامی ایک حبشی غلام ہندہ کے معیار پر پورا اترا۔ ہندہ نے نہ صرف اسے مزید جنگ و

جدل اور نشانہ بازی کی تربیت دلائی بلکہ اس حبشی غلام کی طاقت اور بہادری کو آزمانے کے لئے خونخوار جانوروں سے بھی اسے لڑایا اور جب وہ تمام آزمائشوں پر پورا اترا تب اس نے اس وحشی غلام کو بھی احد کے میدان میں صرف اور صرف اس مقصد کے لئے روانہ کیا۔ وہ چالاکی، بہادری یا چوری چھپے جیسے بھی ہو حضرت حمزہؓ کو قتل کر دے۔

ابوسفیان نے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے ذی قعد 2ھ کو دو سو شتر سواروں کے ایک رسالہ کے ساتھ بدر کا بدلہ لینے کا ارادہ کیا اور مدینہ کے لئے روانہ ہوا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنا اب آسان کام نہیں بلکہ اس سلسلہ میں پھونک پھونک کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے، لیکن وہ یہودیوں اور مسلمانوں کی باہمی مخالفت کے متعلق جانتا تھا لہٰذا وہ اسی بل بوتے پر مدینہ پر حملہ کرنے سے پہلے مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ''چاہ الکدر'' پر ٹھہر گیا اور رات کے اندھیرے میں مدینہ میں حیی بن اخطب کے گھر پہنچا لیکن اس کے ساتھ ملاقات نہ کر سکا۔ یہاں سے مایوس ہو کر وہ سلام بن مشکم کے پاس پہنچا جس سے ابوسفیان نے حرف مدعا کہا۔ سلام بن مشکم دشمن اسلام تو تھا ہی اس نے ابوسفیان کی خواہش کا نہ صرف خیر مقدم کیا بلکہ حتیٰ الامکان مدینہ میں مسلمانوں کے جن رازوں اور ارادوں سے اسے آگاہی حاصل تھی ان کے متعلق بھی ابوسفیان کو سب کچھ بتا دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سلام بن مشکم نے ابوسفیان کو یہ مشورہ بھی دیا کہ یہ وقت جنگ کے لئے قطعی موزوں نہیں اس کے لئے کچھ توقف کی ضرورت ہے۔ ابوسفیان جو بدر کا قصاص لینے کے لئے گھر سے نکلا تھا بے نیل و مرام واپس پہنچنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ اس نے اپنے عہد کو کلی یا جزوی طور پر نبھانا ضروری سمجھا۔ اور واپس لوٹتے ہوئے ''عریض'' کے مقام پر حملہ کر دیا۔ ''عریض'' انصار کے چند قبائل کی آبادی تھی۔ اس نے اپنے عہد کو جزوی طور پر پورا کیا۔ اس بزدلانہ حملہ کے ارتکاب کے بعد ابوسفیان کو مسلمانوں کا خوف بھی دامن گیر تھا۔ جونہی اسے مسلمانوں کے تعاقب کا احساس ہوا اس کے حواس جاتے رہے اور وہ جان بچانے کے لئے تیزی سے مکہ کی طرف بھاگا۔ بھاگتے

ہوئے بوجھ کو ہلکا کرنے کے واسطے سامان رسد کے توڑے جن میں ستو بھرے ہوئے تھے راستے میں پھینکتا گیا۔

آنحضرت ﷺ کو ابوسفیان کی آمد اور ''عریض'' پر تاخت اور حضرت سعدؓ بن عمر کی شہادت کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت ابولبابہؓ کو مدینہ کا نگران مقرر کیا اور خود فوج اسلام کے ساتھ ابوسفیان کے تعاقب میں نکلے۔ ''الکدر'' پہنچ کر معلوم ہوا کہ بزدل دشمن بھاگ چکا ہے۔ مسلمانوں کو راستہ میں ابوسفیان کے گرائے ہوئے ستوؤں کے توڑے ملے جن پر حضور ﷺ کے حکم کے مطابق قبضہ کر لیا گیا۔ ستو کو عربی میں ''سویق'' کہتے ہیں اسی حوالے سے اس غزوہ کو ''غزوۃ السیوق'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

غزوہ سویق سے ابھی ابوسفیان اور قریشان مکہ کے جذبہ انتقام کی خاطر خواہ تسکین نہ ہوئی تھی کہ ان کی آتش انتقام پر ایک اور واقعہ نے تیل چھڑک دیا۔ قریش مکہ کی معیشت کا انحصار تجارت پر تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بدر کے میدان اور ساحل بحر کے اردگرد کے قبائل سے عہد و پیمان کر لئے اور غزوہ بدر کے بعد یہ راہ قریش کے لئے بالکل مسدود کر دی گئی۔ اب وہ متبادل راہ سوچنے لگے۔ انہیں کسی نے مشورہ دیا کہ عراق کی جانب رخ کریں۔ کوہستان نجد میں بڑے بڑے صحرا ہیں۔ مسلمانوں کو اس طرف جانے کی ہمت نہیں ہوگی۔ چنانچہ قریش نے سامان تجارت کا ایک قافلہ ترتیب دیا۔ سوئے اتفاق کہ آنحضرت ﷺ کو اس معاملے کا علم ہوگیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو سو سواروں کا سردار بنا کر بھیجا۔ وہ نجد پہنچے اور ایک چشمے کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے۔ جب قریش قافلہ وہاں پہنچا اور مسلمانوں کو دیکھا تو دہشت کے مارے اپنا مال و اسباب چھوڑ چھاڑ کر اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ پڑا۔ حضرت زیدؓ نے اس قافلے کے سالار کو جالیا اور گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ یہ سالار فرات بن عیان تھا جو مدینہ پہنچ کر مسلمان ہوگیا۔

اب تو قریش مکہ کا انتقام سہ آتشہ ہوگیا۔ وہ سب ابوسفیان کے پاس آئے اور فیصلہ

کن بات کی کہ شام کے سامان تجارت میں سے راس المال تو حصہ داروں اور حق داروں کو دے دیا جائے، لیکن زرمنافع مقتولین بدر کے انتقام کے لئے رکھ لیا جائے اور پھر اس سرمایہ سے ایک کاروان تجارت شام بھیجا جائے اور اس سے حاصل شدہ نفع اور اصل سرمایہ کو لشکر کی تیاری پر صرف کیا جائے کیونکہ مسلمانوں کی طاقت اور جمعیت کو ختم کرنے کے لئے کثیر سامان حرب کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ابوسفیان نے سب کی خواہش پر راس المال جو دارالندوہ میں امانت کے طور پر جمع تھا اسے تجارت میں لگا دیا جس سے انہیں پچاس ہزار مثقال سونا حاصل ہوا جس سے بہت سی تعداد میں سامان جنگ خریدا گیا اور اس طرح ابوسفیان نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ لشکر جمع کرنے کے علاوہ عوام کے جذبات کو مشتعل کرنے کی بھی اشد ضرورت تھی تا کہ عوام پورے جوش وخروش کے ساتھ جنگ میں حصہ لیں۔

مکہ کے نامور شعراء کا قاعدہ تھا کہ وہ مرثیے اور رزمیہ شاعری سے لوگوں کے اندر ایسا جوش پیدا کر دیا کرتے تھے کہ وہ لڑنے مرنے پر تل جاتا تھا۔ جنگ احد کی تیاری میں بھی قریش نے اپنے قومی مقرروں اور شاعروں کو ملک کے طول وعرض میں بھیجا۔ جن میں عمرو بن العاص ہبیرہ بن وہب اور عبداللہ بن ابی ربیعہ ایسے شعلہ بیان مقرر اور عمرو جمحی اور مافع ایسے سحر البیان شاعروں کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ سرداران قریش کی درخواست پر مکہ سے نکلے اور جہاں تک پہنچ سکے پہنچے۔ ان کی آتش بیانی نے ایسی آگ لگائی کہ ہر مشرک و کافر اس جنگ میں شامل ہونے کا اپنا مقدس فرض سمجھنے لگا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں مسلمانوں کا خون بہانے اور اسلام کا نام مٹانے کے لئے تین ہزار جوانوں پر مشتمل ایک جری لشکر تیار ہوگیا۔ جس میں سات سو زرہ پوش، دو سو سوار، لشکر اور بار برداری کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پانچ سو اونٹ اور دو سو کے قریب کوتل گھوڑے رکھے گئے تا کہ بوقت ضرورت کام آسکیں۔

عرب میں زمانہ قدیم سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ میدان جنگ میں لڑنے والوں کو

جوش دلانے، ان کے جذبات ابھارنے اور ثابت قدم رکھنے کے لئے عورتوں کو سفر حرب میں ساتھ لیا جاتا تھا یہ عورتیں جنگ کے موقعہ پر رجزیہ اور عشقیہ شعر گا کر لڑنے والوں میں جوش پیدا کرتی تھیں۔ عرب ان عورتوں کی موجودگی میں شکست سے بچنے کے لئے جان پر کھیل جاتے تھے کیونکہ شکست کی صورت میں عورتوں کی بے حرمتی کا خوف ہوتا تھا۔

مکہ کی وہ خواتین جن کے بھائی اور باپ جنگ بدر میں مارے گئے تھے، ان کی یاد کی ٹیسوں سے بے تاب ہو کر انہوں نے منتیں مان رکھی تھیں کہ آئندہ جنگ ہو تو وہ مسلم شہیدوں کا خون پئیں گی۔ جنگ بدر میں عورتوں کو شامل سفر نہیں کیا گیا تھا۔ مگر جنگ احد کی تیاریوں میں قدیمی دستور کے مطابق صفوان بن امیہ نے عورتوں کو ساتھ لینے کی تجویز پیش کی کہ یہ مقتولین بدر پر نوحہ خوانی کر کے آتش انتقام کو ہوا دیں گی جس سے لڑنے والوں کا جوش سوا ہو جائے گا۔ عکرمہ بن ابوجہل اور عمرو بن العاص نے اس تجویز کی تائید کی۔ لیکن نوفل بن معاویہ ذیلی نے اس کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہمیں شکست ہوگئی تو ان عورتوں کی بے حرمتی سے ہمیں شکست سے کہیں زیادہ شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ابوسفیان بھی نوفل کی رائے سے متفق تھا لیکن اس کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بن بیعہ عورتوں کو لے جانے پر مصر تھی۔ آخر ابوسفیان کو اپنی بیوی کی بات ماننا پڑی۔ چنانچہ پندرہ عورتوں کا ایک گروہ تیار ہوا جس میں ابوسفیان کی دونوں بیویاں ہندہ بنت عتبہ اور امیہ بنت سعد بن ابی وہب سرخیل گروہ بنائی گئیں۔ دیگر خواتین میں ام الکیم زوجہ عکرمہ، فاطمہ بنت ولید (خالد کی بہن) زوجہ حارث بن ہشام، برزہ بنت مسعود ثقفی (رئیس طائف) زوجہ صفوان بن امیہ، سلافہ بنت سعد زوجہ طلحہ، ریطہ زوجہ عمرو بن العاص اور مصعب بن عمیر کی ماں جو اپنے بیٹے ابی عزیز بن عمیر کے ساتھ تھی۔ ان کے علاوہ قریش کی ممتاز عورتیں بھی شامل تھیں۔ لشکر میں صنف نازک کی شمولیت نے بہت تقویت دی۔ بالخصوص ہندہ زوجہ ابوسفیان کی خفیہ کارروائیوں سے بظاہر اسلام کو بہت نقصان پہنچا۔

جنگ احد کا گہرا مطالعہ بتاتا ہے کہ اس جنگ کا ایک سبب یہود مدینہ بھی تھے۔ ان

کی نت نئی شرارتوں سے مسلمان بہت نالاں تھے۔ میثاق مدینہ کے باوجود یہ لوگ مسلمانوں سے دشمنی اور عناد کا رویہ اختیار رکھتے تھے، انہوں نے آنحضرت ﷺ کی رسالت کا نہ صرف انکار کیا بلکہ آپ ﷺ کی تکذیب سے بھی گریز نہ کیا۔ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی ساکھ اور قوت بھی اس کے لئے حسد کا باعث تھی۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی شان دار کامیابی اور کفار قریش کے عبرتناک انجام سے یہودی لوگ مزید بے چین ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ کا اثر و اقتدار انہیں ہراساں اور خوفزدہ کرنے لگا۔ آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے عزائم اور سازشوں سے واقف تھے تاہم آپ ﷺ مناسب موقع کے انتظار میں تھے۔

غزوہ بدر سے قبل مسلمان مدینہ میں منافقین اور یہودیوں کی شورشوں اور سازشوں پر صبر کر لیتے تھے لیکن بدر سے فاتحانہ مراجعت کے بعد مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوتے دیکھ کر یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف زبان درازی کا نیا حربہ شروع کیا۔ آنحضرت ﷺ کی ہجو میں اپنے شرانگیز جذبات کو پھیلانے لگے۔ اس معاشرے میں شعر کی اثر پذیری کا وہی حال تھا جو آج کل ذرائع ابلاغ کا ہے کہ لوگ اس سے ضرور متاثر ہوتے ہیں۔ حضرت سالمؓ بن عمیر نے ایک دن غصے میں آکر یہودیوں کے ایک ہجوگو شاعر ''ابوافک'' کوٹھکانے لگا دیا۔ اسی طرح ایک خاتون ''عصماء بنت مروان'' بھی آنحضور ﷺ کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کرتی تھی اسے بھی عمیرؓ بن عوف نے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

یہودی سردار کعب بن اشرف اپنے شعروں میں قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا اور کہتا تھا کہ محمد ہم پر غلبہ نہیں پاسکتے۔ ابو نائلہؓ اور ان کے ساتھیوں نے اس یہودی سردار کوٹھکانے لگا دیا۔ ان واقعات سے یہودی بظاہر خوفزدہ تو ہوئے لیکن ان کی زبان درازی اور شیطنیت میں کمی نہ ہوئی۔

ایک روز ایک مسلمان خاتون بنی قینقاع یہودیوں کے بازار میں سنار کے پاس گئی تو ایک دوسرے یہودی نے اس عورت کے پیچھے پہنچ کر اس کے دوپٹے کا ایک پلو ایک کانٹے

سے قمیص کے ساتھ اس طرح ٹانک دیا کہ جب وہ عورت اٹھی تو اس کا دوپٹہ گر گیا اور اس کے جسم کا ایک حصہ نمایاں ہوگیا۔ غصے اور شرم سے وہ عفیفہ سرخ ہوگئی اور اس نے شور مچا دیا۔ کچھ مسلمان جمع ہو گئے جن میں سے ایک نے شرارت کرنے والے یہودی کو تلوار سے ڈھیر کر دیا۔ اس پر بہت سے یہودیوں نے جمع ہو کر اس غیرت مند مسلمان کو قتل کر دیا اس طرح مسلمانوں اور یہودیوں میں کشیدگی عملی طور پر بڑھ گئی آنحضرت ﷺ نے یہ صورتحال دیکھی تو یہودیوں کو میثاق مدینہ یاد دلایا اور تنبیہ کی اور فرمایا۔

''مسلمانوں کو ایذا نہ دو اور عہد کا پاس رکھو ورنہ قریش کی طرح ذلت و خواری کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

یہودیوں نے اس تنبیہ کی پرواہ نہ کی اور حضور ﷺ کو نہایت سخت جواب دیا۔

''آپ مغرور نہ ہوں۔ آپ نے بدر میں ان قریش سے جنگ کی جو فن حرب سے نا آشنا تھے اس لئے آپ ان پر غالب آ گئے۔ اگر ہم سے جنگ کی نوبت آئی تو ہم آپ پر واضح کر دیں گے کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں۔''

یہ جواب ایک کھلم کھلا دعوت مبارزت تھی اس پر اگر آنحضرت ﷺ خاموش ہو جاتے تو پوری مسلمان قوم کی سبکی ہوتی۔ اس وقت یہودیوں کی للکار کے جواب میں خاموش رہنا بزدلی ہوتا۔ لوگوں کی نگاہوں میں مسلمانوں کی ساکھ متاثر ہوتی اور بدر کی فتح کے بعد مسلمان قوم کا جو تاثر قائم ہوا تھا وہ زائل ہو جاتا۔

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی نہایت شفیق اور رحیم و کریم تھی' لیکن یہود کی للکار میں آپ ﷺ صورت فولاد اور شمشیر بے نیام ثابت ہوئے۔ آپ ﷺ کے جانثاروں نے بنو قینقاع کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور انہیں کہا کہ باہر نکلو اور مقابلہ کرو۔ اس صورتحال سے یہودیوں کے حواس ٹھکانے پر آ گئے۔ محصورین نہ باہر نکل سکتے تھے اور نہ باہر سے ان کو کوئی مدد مل سکتی تھی۔ پندرہ روز کے محاصرے نے یہودیوں کے چھکے چھڑا دیئے اور اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ میں سے اکثریت کا یہ خیال تھا کہ ان

یہودیوں کو تہ تیغ کر دیا جائے مگر رحمت اللعالمین نے کہا وہ مدینہ سے نکل جائیں چنانچہ ایسی ہی ہوا اور یہ لوگ مدینہ کے شمال عرب میں وادی ''القریٰ'' میں جا کر آباد ہو گئے۔ اس طرح یہ فتنہ مدینہ سے تو نکل گیا مگر ان کی ریشہ دوانیاں کم نہ ہوئیں۔ یہ لوگ مکہ جا کر قریش مکہ کو اپنی مدد کا یقین دلا کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارنے لگے اور بالآخر جب جنگ احد ہوئی تو ان یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ کی بھرپور مدد کی۔

ان اسباب کی روشنی میں انتقام کی فصل پک کر تیار ہو گئی اور ابوسفیان کی سرکردگی میں قریش مکہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں زور وشور سے کرنے لگے۔

عم رسول ﷺ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اسلام قبول کرنے کے بعد مکہ میں رہائش پذیر تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے قریش کی مدینہ پر حملہ کی تیاریوں کی خبر پہنچا دی۔ قاصد کو یہ تاکید کی گئی تھی کہ روانگی سے ٹھیک تین دن کے اندر اندر آپ ﷺ کو اطلاع پہنچا دے۔ قاصد نے جب اطلاع دی کہ قریش جذبہ انتقام سے سرشار بے شمار فوج اور سامان حرب کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''ہمارے لئے خدا کافی ہے۔ پروردگار تجھی سے مجھ میں قوت ہے اور تجھی سے ابتداء ہے۔''

اس خبر سے مطلع ہونے کے بعد آپ ﷺ نے النسؓ اور مولنسؓ نامی دو جاسوس دشمن کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے روانہ کئے۔ انہوں نے آ کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر ''عریض'' کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ ان کے اونٹوں اور گھوڑوں نے ''عریض'' کی چراگاہ میں ایک سبز پتا تک نہیں چھوڑا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے جناب بن المندرؓ کو ان کے لشکر کی صحیح تعداد اور سامان حرب کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ جنابؓ نے نہایت تسلی کے ساتھ لشکر کا جائزہ لیا اور غنیم کے تمام جزوی اور کلی حالات سے

آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ حضرت جنابؓ کے بیان اور حضرت عباسؓ کی تحریر میں سرمو فرق نہ تھا۔

قریش کے لشکر کے مدینہ کے قریب پہنچنے کی اطلاعات سے مدینہ پر حملہ کا یقینی خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے شہر کے اطراف و جوانب میں پہرے بٹھا دیے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے شب و روز ہتھیار لگائے مسجد نبوی ﷺ کے دروازہ پر پہرہ دیتے تھے۔ اہل مدینہ پہلے بھی یہود و کفار کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے بے خبر نہ تھے۔ مکہ کی ان اطلاعات تازہ سے گزشتہ جہاد بدر میں شریک نہ ہونے والے مسلمان تڑپ اٹھے، بدری مجاہدین نے نئے سرے سے کمر ہمت چست کی اور ہر طرف جاں بازیوں اور سرفروشیوں کی تیاریاں ہونے لگیں۔

آنحضرت ﷺ نے شہری دفاع کے انتظام کی تکمیل کے بعد صحابہ کرامؓ کو مقابلہ اور مقاتلہ کے مشورے کے لئے طلب فرمایا۔ کثر تجربہ کار صحابہ اور عبداللہ بن ابی کی رائے تھی کہ شہر کے اندر رہ کر دشمن سے جنگ کی جائے۔ عورتوں اور بچوں کو محفوظ مقامات یعنی باہر کے قلعوں میں بھیج دیا جائے۔ اس تجویز سے آنحضرت ﷺ کو بھی اتفاق تھا' لیکن نوجوان صحابہؓ اور حضرت حمزہؓ حضرت سعد بن عبادہؓ اور نعمان بن مالکؓ نے اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔

''بدر کا تجربہ ہمارے سامنے ہے ہم شہر سے نکل کر بھی غنیم کو شکست دے سکتے ہیں تو پھر ہم بند ہو کر کیوں لڑیں۔ اس طرح لڑنے کو دشمن ہماری بزدلی پر محمول کرے گا اور اس بات سے ان کی جرأت میں اضافہ ہوگا۔''

اس کے علاوہ نومسلم جوشیلے نوجوان فخریہ انداز میں میدان میں لڑنا چاہتے تھے۔ ان کو یقین تھا کہ ایک خدا کے ماننے والوں پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کا جب یہ جذبہ جہاد دیکھا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ پھر آپ ﷺ اپنے حجرۂ اقدس

میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ ایک مکمل جرنیل کے روپ میں تھے۔ سر پر دستار بندھی تھی، جسم پر زرہ آراستہ تھی، چرم یمنی کا کمر بند جس پر ترش لگا ہوا تھا۔ پشت مبارک پر سپر اور دوش مبارک پر کمان تھی۔ اس مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقی شان جہاد دیکھ کر عقیدت مندان اسلام کے جذبے عقیدت میں ایک غیر متحمل جوش پیدا ہوا۔

جنگ کھلے میدان میں لڑنے کا فیصلہ ہوا تو میدان احد کا انتخاب کیا گیا۔ احد مدینہ کے شمال میں ساڑھے تین میل کے فاصلے پر شرقاً غرباً پھیلا ہوا ایک پہاڑ ہے۔ اس کے سامنے نیم دائرے کی شکل میں ایک وسیع میدان ہے۔ احد کے جنوب میں وادی ''قناۃ'' ہے اور وادی قناۃ کے جنوب میں جبل ''عینین'' ہے۔ اس پہاڑ پر دو چشمے بھی تھے۔ پہاڑ کے اس نعل نما میدان کی ایک سہ دیوار کے حصار میں اسلامی لشکر کی چھاؤنی تھی۔ اس میدان جنگ کے جغرافیائی نقوش اور حدود اربعہ کو سامنے رکھا جائے تو کائنات کے کمانڈر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عسکریت قابل ستائش معلوم ہوگی۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ احد کا میدان نعل نما تھا۔ مسلمانوں کی پشت پر پہاڑ تھا اور سامنے کفار کا لشکر صرف ایک درہ ایسا تھا جہاں سے دشمن کے اچانک حملہ کا خطرہ ہوسکتا تھا۔ جہاں تیر اندازوں کا دستہ بٹھا کر اس کو بھی محفوظ کر دیا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے فوج کو تیاری کا حکم دیا تو امت کا شوق شہادت دیدنی تھا بے شمار بچے جنگ میں ساتھ جانے کو مچل رہے تھے۔ ایک نوخیز مجاہد کو شوق شہادت کشاں کشاں دربار نبوت میں لے آیا۔ جہاں کائنات کے سالار اعظم ﷺ ایک افواج کا جائزہ لے رہے تھے۔ سفر حرب کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ نوجوان نے بارگاہ رسالت ﷺ میں اذن معیت کی درخواست کی۔ شافع محشر ﷺ کمسن مجاہد کے جذبہ ایثار سے بہت متاثر ہوئے، لیکن اسے جنگ پر ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا۔

''تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔ اس لئے واپس جاؤ۔'' ٥

نوجوان نے اپنی خواہش پوری نہ ہوتی دیکھی تو پنجوں کے بل کھڑے ہوگئے تاکہ قد آور معلوم ہوں اور پھر شہنشاہ کونین ﷺ سے گزارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ دیکھئے میں کتنا بڑا ہوں۔ مجھے جنگ پر جانے کی اجازت بخشی جائے۔ اسیدؓ بن حضیر پاس کھڑے تھے انہوں نے سفارش کرتے ہوئے بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی۔

''حضور ﷺ! میں اس لڑکے کو جانتا ہوں یہ تیر اندازی میں مہارت خاص رکھتا ہے۔''

آنحضرت ﷺ کو اسیدؓ بن حضیر کی سفارش اور ننھے مجاہد کے شوق جہاد نے بہت متاثر کیا۔ اور اس کو سفر حرب میں شمولیت کی اجازت دے دی۔ یہ کمسن رافعؓ بن فدیج تھے۔ ان کے قریب ہی ان کے ہم جولی سمرہؓ بن جندب کھڑے تھے، انہوں نے رافع کو اجازت ملتے دیکھی تو ان کو رشک ہوا، انہوں نے بھی دامن نبوت ﷺ تھام لیا اور ملتجی ہو کر عرض کی۔

''اے دونوں جہانوں کے سردار! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان آپ ﷺ نے اگر رافع کو اجازت دی ہے تو مجھے بھی اجازت مرحمت فرما دیں۔ کیونکہ میں طاقت و قوت میں رافع سے کہیں زیادہ ہوں۔ میں اسے کشتی میں گرا سکتا ہوں۔''

آنحضرت ﷺ نے زیر لب تبسم فرما کر سمرہ کی درخواست قبول فرمالی۔ از راہ آزمائش سمرہ کا رافعؓ کے ساتھ مقابلہ قوت کروایا گیا۔ سمرہؓ نے اپنا قول پورا کر دکھایا اور رافعؓ کو چاروں شانے چت کر لیا۔ اس بناء پر انہیں بھی جہاد میں شرکت کی اجازت مل گئی۔ جنگ بدر کی طرح غزوہ احد میں بھی بچوں کا شوق شہادت اس فیصلہ کے نفاذ کلی میں عنان گیر ہوگیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ خدا نے ان لوگوں کو بھی شہادت کے رتبے عطا فرمائے جنہوں نے ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔

سفر کے آغاز سے پہلے آپ ﷺ نے عبداللہ بن مکتوم کو مدینہ کا خلیفہ بنایا۔ آپ ﷺ کے لشکر میں ایک ہزار جان باز تھے جن میں سو زرہ پوش تھے۔ دو گھوڑے تھے جن

میں ایک آنحضرت ﷺ کا تھا اور دوسرا ابو براہ بن منارؓ کا۔ سعد بن معاذؓ اور سعد بن جبلؓ زرہ پہن کر حضور ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ ''شیخان'' کے مقام پر آپ ﷺ نے قیام کرنے کا حکم دیا۔ لشکر کا جائزہ لینے کے بعد آپ ﷺ نے بدر کی طرح تین علم آراستہ کئے۔ قبیلہ اوس کا علم اسیدؓ بن حضیرؓ کو اور خزرج کا علم جنابؓ بن منذر کو عطا فرمایا جبکہ مہاجرین کا علم حضرت علیؓ بن ابی طالب کو عنایت فرمایا۔ بعض مورخین کے مطابق علم حضرت مصعب بن عمیرؓ کو عطا فرمایا گیا تھا۔

اب قریش کا لشکر اتنا قریب تھا کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کو بہ آسانی دیکھ سکتے تھے۔ کفار کے لشکر کی محافظت پر عکرمہ بن ابوجہل تعینات ہوا۔ جبکہ اسلامی لشکر کی پہرہ داری محمد بن مسلمہؓ پچاس جانثاروں کے ہمراہ کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے خیمہ کی نگہبانی کے لئے آپ ﷺ نے خود صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''تم میں سے کون ہے جو میرے خیمہ کی نگہبانی کرے گا''

ایک طرف سے آواز آئی۔ ''میں کروں گا''

ارشاد ہوا۔ ''تم کون ہو؟''

عرض کی۔ ''ذکوان ہوں''

فرمایا۔ ''بیٹھے رہو۔''

پھر آپ ﷺ نے پوچھا ''کون ہے جو رات کو میرے خیمے کی حفاظت کرے گا۔

ایک شخص اٹھا اور عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ میں یہ فرض انجام دوں گا۔''

پوچھا گیا ''تم کون ہو۔''

عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ میں ابوسبع ہوں۔''

ارشاد ہوا ''بیٹھ جاؤ۔''

نبی کریم ﷺ نے تیسری مرتبہ پھر وہی سوال دہرایا کہ رات بھر کون میرے خیمے کی پاسبانی کرے گا۔ پھر ایک شخص اٹھا اور کہا ''اے اللہ کے حبیب ﷺ میں آپ ﷺ کے

خیمہ خاص کی نگرانی کروں گا۔''

فرمایا ''تو کون ہے؟''

اس نے جواب دیا ''یا رسول اللہ ﷺ میں ابن عبد قیس ہوں۔''

کچھ دیر سکوت کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا نگہبانی کرنے والے تینوں اشخاص کھڑے ہو جائیں۔ اب جو کھڑا ہوا تو وہ صرف ذکوان تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دوسرے دو کہاں ہیں۔ ذکوان نے عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! تینوں مرتبہ میں نے ہی آپ ﷺ کے حکم پر لبیک کہا تھا۔ پہلی مرتبہ میں نے اپنا نام بتایا دوسری مرتبہ اپنی کنیت بتائی اور تیسری مرتبہ ابنیت۔ میرا پورا نام ابوسبع ذکوان بن عبد قیس ہے۔''

آپؐ اس شخص کی عقیدت مندی اور ذہانت طبع سے بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا۔

''فاذہب حفظہ اللہ۔''

حکم ملتے ہی ذکوان اٹھا۔ زرہ زیب تن کی، سپر دوش پر لگائی اور پاسبانی کرنے لگا۔

صبح ہوئی۔ موذن کی صدائے اللہ اکبر بلند ہوئی۔ نماز باجماعت پڑھنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ابو خیثمہؓ حارثی راہبر بن کر لشکر کو راہ کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتے جاتے رہے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد لشکر اسلام فوج غنیم کے مقابلہ پر پہنچ گیا۔ عین اسی وقت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول نے یہ کہہ کر محمد ﷺ کے میرے مشورے کو ٹھکرا کر ناتجربہ کار نوجوانوں کی رائے پر عمل کیا ہے۔ آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا اور اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر مدینہ لوٹ گیا۔ ہر چند کہ قبیلے والوں نے سمجھایا کہ عین وقت پر دغا دینا قرین شرافت نہیں لیکن اس منافق نے کسی کی نہ سنی۔ بلکہ اس نے بنو مسلمہ اور بنو خارثہ کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی سر توڑ کوشش کی لیکن خدا نے انہیں ہر مذلت سے بچالیا۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''جب قصد کیا دو گروہوں نے تم میں سے کہ بزدلی کریں۔ اللہ ان کا مددگار تھا۔''

منافقین کی اس حرکت سے مسلمانوں میں اچھا خاصا اضطراب پھیل گیا۔ ان کی تعداد ایک ہزار سے صرف سات سو رہ گئی۔ بعض صحاب کا خیال تھا کہ منافقین کی دغا بازی کے بدلے میں انہیں تہ تیغ کر دیا جائے مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا۔

"تم اب منافقین سے اس طرح پاک کر دیئے گئے ہو جس طرح لوہا آگ میں گرم ہو کر پاک ہو جاتا ہے۔"

اس قصہ نامرضیہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ اپنے سات سو جانثاروں کو لے کر احد کے میدان میں داخل ہوگئے۔ کوہ احد کے نعل نما میدان کے تینوں طرف پہاڑ کی سہ دیواری تھی وہاں فوج کی چھاؤنی قائم کی گئی۔ لشکر کی فرودگاہ کے انتظام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد فوراً ترتیب لشکر پر آپ ﷺ نے توجہ فرمائی۔ کوہ احد کے دامن میں مدینہ سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر اپنی فوج کو اس طرح آپ ﷺ نے صف آرا کیا کہ پشت پر کوہ احد، دائیں ہاتھ پر جبل عینین، سامنے قریش کا لشکر۔ سر پر رحمت الٰہی کا سایہ میمنہ پر حضرت عکاشہؓ بن محض الاسدی کو کمانڈر بنایا۔ میسرہ کا افسر حضرت ابو سلمہؓ بن اسد مخزوی کو مقرر کیا گیا۔ مقدمہ لشکر پر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو اور ساق لشکر پر مقدادؓ بن عمرو کو تعینات فرمایا۔ کوہ عنین جس کے پہلو میں ایک درہ تھا جس سے دشمن اچانک حملہ کا خطرہ ہوسکتا تھا۔ اس کی حفاظت کا انتظام نہایت ضروری تھا۔ آپ ﷺ نے لشکر کی کم تعداد کے باوجود پچاس تیر اندازوں کو وہاں متعین کیا اور ان کے سردار عبداللہ بن جبیرؓ کو سختی سے ہدایت کی کہ نیچے میدان جنگ میں جو بھی صورتحال ہو یہ لوگ یہاں سے نہیں ہلیں گے۔ آپ ﷺ نے پوری تنبیہہ کے ساتھ ہدایات دیں تاہم آپ ﷺ کے خدشے صحیح ثابت ہوئے اور اسی بات نے جنگ کا پانسہ پلٹ کے رکھ دیا۔

آنحضرت ﷺ نے لشکر کی صف بندی کے دوران اپنی تلوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

"کون ہے جو یہ شمشیر لے اور پھر اس کا حق بھی ادا کرے۔"

حضرت ابودجانہؓ نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ ﷺ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا "یہ شمشیر دشمن پر اس بے پناہی سے برسے کہ اس میں خم آجائے۔"

حضرت ابودجانہؓ نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک سے یہ شمشیر لے لی اور پھر واقعی اس کا حق بھی ادا کیا۔ وہ اپنے ماتھے پر ایک سرخ رنگ کی پٹی باندھے ہوئے تھے جس سے یہ مراد تھی کہ وہ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیں گے۔ اس مجاہد لالہ جبین نے اس شمشیر اعزاز سے کفار کے دانت کھٹے کر دیئے۔

دوسری طرف ابوسفیان بھی اپنی افواج کو نہایت ہوشیاری سے ترتیب دے رہا تھا۔ جنگ بدر میں کفار اپنی فوج کی بدتنظیمی کی سزا بھگت چکے تھے۔ لہٰذا اس مرتبہ وہ جنگی چالوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ چنانچہ خالد بن ولید کو میمنہ اور عکرمہ بن ابوجہل کو میسرہ کا افسر بنایا گیا۔ رسالے کی کمان صفوان بن امیہ اور عمرو بن العاص کے حوالے کی گئی۔ تیر اندازوں کا سالار عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا گیا۔ لشکر کا علم بردار طلحہ بن ابی طلحہ کو بنایا گیا۔

لشکر کی تنظیم سے فارغ ہوتے ہی ابو عامر پچاس تیر اندازوں کے دستہ کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے نکلا۔ گانے والی عورتوں نے والہانہ انداز میں دف بجا بجا کر ولولہ انگیز ترانہ شروع کیا کہ

ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں
ہم قالینوں پر چلنے والی ہیں
لڑائی میں بڑھو گے تو گلے سے لگائیں گی
پیچھا دکھاؤ گے تو جدا ہو جائیں گی
ایسا کہ پھر تمہاری طرف نہ آئیں گی

دفوں کے شور اور دلکش آوازوں میں گائے جانے والے ترانے کی گونج میں ابو عامر نے فوج اسلام پر تیر اندازی شروع کی۔ مسلمانوں نے قریش کے اس پہلے حملے کے جواب میں پوری جرات اور دلیری کے ساتھ اتنی تیزی سے تیر برسائے کہ ابو عامر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ ابو عامر کے میدان چھوڑنے پر بھی مسلمانوں نے تیر اندازی بند نہ کی اور اپنے تیروں کا رخ قریش کے سواروں کی طرف پھیر دیا۔ اس بے پناہ تیر اندازی سے گھبرا کر قبیلہ ہوازن کے سواروں نے راہ فرار اختیار کر لی اور سواروں کا یہ دستہ بھی منتشر ہو گیا۔ طلحہ بن ابی طلحہ نے اپنے لشکر کی پسپائی اور ابتری دیکھی تو اس کی عزت کو سخت ٹھیس لگی اور وہ علم لے کر میدان میں اتر آیا اور طعن آمیز الفاظ میں مبارز طلبی کی۔

''اے اصحاب محمد ﷺ! تمہارا یقین ہے کہ اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو خدا ہمیں دوزخ میں بھیج دے گا اور اگر تم ہماری تلواروں سے قتل ہو جاؤ گے تو اللہ تمہیں جنت میں داخل کر دے گا۔ تو پھر تم میں سے کوئی جلدی سے باہر نکلے تاکہ میں اسے مار کر جلدی جنت میں پہنچا دوں یا وہ مجھے مار کر جلدی سے دوزخ میں پہنچا دے۔''

یہ سن کر حضرت علی شیر خدا میدان میں آئے اور طلحہ کو مخاطب کر کے کہا۔

''خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں تیرے مقابلہ کے لئے تیار ہوں اور اس وقت تک میدان سے نہ ہٹوں گا جب تک تجھے جہنم نہ رسید کر لوں گا یا تیری تلوار سے جنت میں نہ پہنچ جاؤں گا۔

حضرت علی شمشیر عدو گیر لے کر آگے بڑھے۔ طلحہ نے جھپٹ کر حملہ کیا۔ آپؓ نے اس کا وار روک کر اس کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ زمین پر آ رہا۔ اس کو خاک و خون میں لوٹتا چھوڑ کر آپؓ واپس صف میں آ گئے۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپؓ نے اس کا کام تمام کیوں نہیں کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ جب وہ گرا تو اس کی شرم گاہ کھل گئی اس نے مجھے قسم دی کہ میں اس وقت اس کو چھوڑ دوں۔ میری غیرت و حمیت نے گوارہ نہ کیا کہ میں

اسی بے دست و پائی کی حالت میں اس کا سر کاٹ کر اپنی شجاعت کو شقاوت کے ساتھ بدنام کروں۔

طلحہ جب سنبھلا تو آپؓ نے دوبارہ اس پر شمشیر آزمائی کی دعوت دی آپؓ آگے بڑھے اور اس کا سر تربوز کی دو قاشوں کی طرح دو نیم کر دیا۔ آنحضرت ﷺ اس ضرب حیدری سے بہت مسرور ہوئے اور ایک نعرہ بلند کیا۔ مسلمانوں نے بھی حضور ﷺ کی ہمنوائی میں نعرہ تکبیر بلند کیا اور ایک بے پناہ جذبے سے کفار پر ٹوٹ پڑے۔

طلحہ قریش کے پہلے علمدار تھے۔ اس کے قتل کے بعد اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے علم کفار اٹھایا اور رجز پڑھتا ہوا میدان میں نکلا۔ اس کی زبان پر انتہائی مغرورانہ الفاظ تھے۔

''نیزہ بردار کا حق ہے کہ وہ نیزہ کو خون میں رنگ دے یا وہ اس سے ٹکرا کر ٹوٹ جائے۔''

حضرت حمزہؓ تند و تیز باز کی طرح اس پر جھپٹے۔ آپؓ کی تلوار اس کے شانہ کو کاٹتی ہوئی کمر تک چلی گئی۔ حضرت حمزہؓ جوش و جذب سے پکار اٹھے کہ میں سقایۃ الحجاج (عبدالمطلب) کا بیٹا ہوں۔ عثمان ڈھیر ہوا تو علم ابوسعد بن ابی طلحہ نے تھام لیا اور میدان میں نکل کر مبارز طلب کیا۔ یہ مشرک بھی حضرت علی مرتضی کی شمشیر آبدار سے داخل نار ہوا۔ ابوسعد کے داخل ناز ہونے کے بعد مسافع بن طلحہ ابی طلعہ نے جھنڈا اٹھایا جسے عاصم بن ثابت بن ابی افلح نے دور سے تیر کا نشانہ بنا دیا۔ مسافع کے بعد اس کا بھائی حارث علم بردار ہوا اس کو بھی عاصم نے ہی داخل دوزخ کیا۔ اب تیسرا بھائی کلاب بن ابی طلحہ قریش کا علم اٹھا کر میدان میں اترا اس کو طلحہ بن عبداللہ نے ہلاک کیا۔ اس کے بعد مشرکین کی طرف سے ارطاس بن شرجیل نے علم برداری کی جس کا سر حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ہاتھوں قلم ہوا۔ ارطاس کے بعد شریح بن قارظ کی باری آئی مگر اس کو بھی زندگی نے مہلت نہ دی۔ قریش کے علمدار خاندان کے تمام افراد تمام ہوئے تو اس خاندان کے

ایک غلام صواب نامی نے یہ منصب سنبھالا۔ یہ اعزاز اس حبشی غلام کے لئے منحوس ثابت ہوا اور وہ حضرت علی کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ گرتے وقت اس حبشی غلام نے علم کو اپنے نیچے دبا لیا تاکہ قریش کا علم مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ جانے پائے اور اس کے لئے بدنامی کا باعث نہ بنے۔ علم دیر تک اس حبشی غلام کے نیچے پڑا رہا۔ جب اس کو اٹھانے کے لئے کوئی مرد آگے نہ بڑھا تو اسی خاندان کی ایک خاتون علقمہ نامی جوش غیرت سے بے تاب ہو کر نکل پڑی اور علم کو صواب کی لاش تلے سے نکال کر بلند کیا۔ فوج کے علم کو بلند ہوتا دیکھ کر کفار جو ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے پھر سے اکٹھے ہو گئے۔

حضرت ابو دجانہؓ سرخ پٹی باندھے ہوئے جدھر سے گزرتے کشتوں کے پشتے لگاتے جاتے یہاں تک کہ دشمن کی صفیں درہم برہم ہو گئیں انہوں نے قریش کے ایک سپاہی کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا ہے۔ آپ شمشیر بکف اس پر جھپٹے تو عورت کے چیخنے چلانے کی آواز آئی۔ حضرت ابو دجانہؓ پہچان گئے۔ یہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ تھی۔ ابودجانہؓ نے منہ پھیر لیا وہ حضور ﷺ کی شمشیر کو ایک عورت کے خون سے آلودہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

عام لڑائی میں حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت مصعبؓ بن عمیر نے غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ دشمن کے بارہ علم بردار قتل ہوئے جن میں سے آٹھ کو حضرت علیؓ نے جہنم کا ایندھن بنایا۔ ان سات سو مسلم مجاہدین نے اپنی شجاعت و بسالت سے قریش کی صفیں چیر کر رکھ دیں۔ اس گھمسان کی جنگ میں ہر طرف سے تلواروں کے ٹکرانے، بہادروں کے نعروں، گھوڑوں کے ہنہنانے اور اونٹوں کے بلبلانے سے میدان جنگ نمونہ محشر بنا ہوا تھا۔ کان پڑی آواز تک نہ سنائی دیتی تھی۔ اس ہنگامہ دار وگیر اور شور وشر میں مسلمانوں کے نعرہ جنگ اَمِتْ اَمِتْ یَامَنْصُور اَمِتْ کی آواز احد کی فضا کو لرزا رہی تھی۔ انتقام کی دھن میں سرمست سباع بن عبدالعزیٰ حضرت حمزہؓ پر جھپٹا لیکن قریب آتے ہی حضرت حمزہؓ کی تلوار سے لقمہ اجل بن گیا۔

ابو عامر کو اس کا مسلمان بیٹا حنظلہ قتل کرنے کا متمنی تھا مگر اسے رسول خدا ﷺ نے باپ کے قتل سے باز رکھا۔ حنظلہ ابوسفیان کو فی النار کرنے والے تھے دفعتہً شداد بن الاسود نے پہلو سے نکل کر حنظلہ کو شہید کر دیا۔

مسلمان فتح سے ہمکنار ہو رہے تھے۔ حضرت ابودجانہؓ، حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ کفار مکہ کو جہنم میں دھکیل رہے تھے حضرت حمزہؓ جوش شجاعت میں دونوں ہاتھوں سے دائیں بائیں تلواریں چلاتے ہوئے غنیم کی پشت پر پہنچ گئے اسی لمحہ اسلام کے یہ جری سپوت حضرت حمزہؓ جبیر بن مطعم کے حبشی غلام وحشی نامی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت حمزہؓ کی شہادت جنگ احد کا سب سے بڑا سانحہ اور اہم واقعہ ہے جس کے پس منظر میں کئی تاریخی حقائق ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق تفصیلات کو دیکھیں تو بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں۔

حضرت حمزہؓ کے قتل پر جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی کو مامور کر رکھا تھا اور یہ وعدہ کیا تھا کہ اس کارنامہ کے عوض تجھے آزاد کر دیا جائے گا۔ اس بات کے علاوہ ایک اور ہاتھ بھی ہے جو حضرت حمزہؓ کی شہادت کا ذمہ دار ہے اور وہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ کا ہاتھ ہے۔

جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ کی حضرت حمزہؓ سے دشمنی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جنگ بدر میں اس کے باپ، بھائی مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ وہ سارا سال انتقام کی آگ میں جلتی اور مسلمانوں کے خلاف انتقام کے تانے بانے بنتی رہی۔ اس کو حضرت حمزہؓ پر سب سے زیادہ غصہ اس لئے بھی تھا کہ اس کے بھائی اور باپ کی اموات حضرت حمزہؓ ہی کے ہاتھوں ہوئی تھیں۔ چنانچہ اس نے وحشی نامی حبشی غلام سے وعدہ وعید کئے کہ اگر وہ حضرت حمزہؓ کو شہید کر دے گا تو اس کو انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

وحشی کا کہنا تھا کہ مکہ سے احد کی طرف آتے ہوئے جہاں کہیں بھی اس کی ملاقات ہندہ سے ہوئی وہ اسے وعدہ کی یاددہانی کرواتی آئی کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو میں اپنا وعدہ

پورا کروں گی۔ چنانچہ میدان جنگ میں حضرت حمزہؓ جب اپنی شمشیر خاراشگاف کے جوہر دکھا رہے تھے تو یہ غلام کہیں چھپا بیٹھا تھا۔ جونہی حضرت حمزہؓ اس کے قریب آئے تو اس نے کمین گاہ سے ہی ایک چھوٹا سا نیزہ جس کو حربہ کہا جاتا ہے (یہ حبشیوں کا خاص ہتھیار ہے) تاک کر پھینکا جو ناف میں لگا اور اس پار نکل گیا۔ آپ نے پلٹ کر اس پر حملہ کرنا چاہا لیکن وار کام تمام کر چکا تھا۔ لہٰذا امیر حمزہؓ لڑکھڑا کر گرے اور گرتے ہی اپنی جان جہان آفرین کے سپرد کر دی۔

وحشی جب اچھی طرح مطمئن ہوگیا کہ حضرت حمزہؓ کی روح پرواز کر گئی ہے۔ تو وہ دوبارہ آپ کے قریب پہنچا اور اپنا حربہ آپ کے پیٹ سے نکالا پھر اسی حربہ سے آپ کا شکم چاک کیا اور ان کا جگر نکالا اور خون آلودہ جگر لے کر ہندہ کے پاس پہنچا اور کہا دیکھیں میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ یہ حضرت حمزہؓ کا جگر جس نے آپ کے باپ کا قتل کیا تھا۔

ہندہ بہت خوش ہوئی اور اس نے جگر وحشی کے ہاتھ سے لے لیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا گئی۔ مگر کفار کی اس کالی ماتا کو شیر اسلام کا جگر ہضم نہ ہوسکا۔ فوراً ہی استفراغ (قے) ہوا اور جگر ویسے کا ویسے باہر واپس آ گیا۔ اس سفاک خاتون نے ان ٹکڑوں کو دھویا اور ان کا ہار بنا کر گلے میں ڈال لیا۔ جناب شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرت میں ہندہ کو جگر خور کا لقب دیا ہے۔

ہندہ نے وعدہ کے مطابق حبشی غلام کو مال و زر سے خوب نوازہ اور مکہ چل کر اور بہت کچھ دینے کا بھی وعدہ کیا۔ اس درندگی کے بعد بھی ہندہ کے انتقام کی آگ سرد نہ ہوئی۔ وہ حبشی کو لے کر حضرت حمزہؓ کی نعش کے قریب آئی اور اس بے رحم نے ان کے ناک اور کان کاٹ لئے اور نہایت احتیاط کے ساتھ ان کو اپنے ہمراہ مکہ لے گئی۔ پھر ان کو دیکھ کر اپنی منتقم حس کی تسکین کرتی رہی۔

جنگ شباب پر تھی۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابودجانہؓ کے بے پناہ حملوں سے غنیم کی

ہمتیں پست ہو رہی تھیں۔ مسلمان بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ آخر مشرکین کے قدم اکھڑ گئے۔ پسپائی کی حالت میں جس کا جدھر منہ اٹھا ادھر ہی بھاگ نکلا۔ رزمیہ ترانے گا کر لڑنے والوں کے دل بڑھانے والی عورتیں جنگی گیت بھول گئیں۔ انہوں نے گیتوں کی بجائے نوحہ اور بین سے آسمان سر پر اٹھا لیا، انہوں نے دف ہاتھ سے پھینک دیئے اور اپنے دامن اٹھا لئے اور پہاڑ کی طرف بھاگنے لگیں۔

کفار برکت و سعادت کے لئے اپنے ہمراہ ایک بت بھی لائے ہوئے تھے۔ مگر جب بھگدڑ مچی تو وہ اپنے جھوٹے خدا سے بھی بے خبر ہو گئے اور ان کا جھوٹا خدا گھوڑوں کے سموں کے نیچے کچلا جا رہا تھا اور مسلمانوں اسے روند رہے تھے۔ لشکر اسلام کو میدان احد میں شان دار فتح نصیب ہوئی اور صرف سات سو جان بازوں نے اپنے سے چار گناہ فوج کو شکست فاش دی۔

خالد بن ولید اس شعب کی گھات میں تھا جس کی حفاظت کے لئے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ پچاس تیر اندازوں کے ساتھ متعین تھے۔ چند مرتبہ اس نے اس گزرگاہ سے اسلامی لشکر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی مگر مجاہدین اسلام نے اس پر تیروں کی بارش کر دی جس کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ مگر اس کے باوجود وہ مایوس نہیں تھا اور بدستور گھات لگائے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا منتظر تھا مگر جب بت پرست شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو فتح و کامرانی ہوئی تو وہ مایوس ہو گیا۔ اب اموال غنیمت ان کے سامنے پڑے تھے۔ یہ مسلمانوں کی کڑی آزمائش اور سخت امتحان کا وقت تھا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ طلب گاران جنت کو آزما لیا جائے۔ مجاہد اور ثابت قدم رہنے والے آرزوئے موت کا نتیجہ دیکھ لیں کیونکہ کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھنے والے تھے۔

چنانچہ جب دنیا کے طالبوں نے کفار کو بھاگتے دیکھا اور ان کی نگاہیں اس کے اموال پر پڑیں تو وہ دنیا کے لالچ میں پڑ کر کفار کا تعاقب کر کے ان کی ہلاکت کو ختم کرنے

کی بجائے مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ ادھر وہ تیر انداز جنہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو یا فتح تم نے کسی حال میں بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا۔ انہوں نے جب یہ منظر دیکھا کہ دشمن بھاگ رہا ہے اور مسلمان مال غنیمت پر قبضہ کر رہے ہیں تو انہوں نے سوچا کہ فتح کامل ہو چکی ہے لہٰذا اب اس جگہ بیٹھے رہنا فضول ہے۔ کیوں نہ مال غنیمت کی لوٹ میں حصہ دار بنیں۔ یہ سوچ کر تقریباً چالیس تیر انداز اپنی کمین گاہ سے میدان جنگ میں نکل پڑے اور مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے اپنے ساتھیوں کو حضور ﷺ کا تاکیدی حکم یاد دلایا اور کہا۔

''ساتھیو یاد کرو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو جو انہوں نے دیا تھا کہ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ ہمارا گوشت پرندے نوچ رہے ہیں تو بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا اور یاد رکھو ہم برابر اس وقت تک غالب رہیں جب تک تم اپنی جگہ پر قائم رہو گے۔''

حضرت عبداللہ جبیرؓ کی نصیحتوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سوائے دس آدمیوں کے ان کا ساتھ کسی نے نہ دیا اور باقی سب کے سب لوٹ کھسوٹ میں شامل ہوگئے۔ خالد بن ولید اسی تاک میں تھا کہ مخالفین ذرا غافل ہوں تو وہ درے سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کردے۔ چنانچہ عکرمہ بن ابی جہل اور مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ خالد نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ پر حملہ کر دیا اور انہیں ان کے ساتھیوں سمیت شہید کر دیا اور اس شگاف سے نکل کر مسلمانوں کے عقب سے ان پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔

سواروں کا یہ سیلاب مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑا کہ اسلامی لشکر میں عظیم اضطراب پیدا ہوگیا۔ مسلمان جو مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھے اس غیر متوقع صورت حال سے سراسیمہ اور بدحواس ہوگئے اور حالت یہ ہوگئی کہ دونوں افواج آپس میں اس طرح گتھ گئیں کہ اپنے پرائے کی تمیز ختم ہو کر رہ گئی۔ ایک دوسرے کو پہچاننے کا شعور تک

نہ رہا۔ مسلمان خود ایک دوسرے پر پل پڑے۔ حضرت اسید بن ؓحضیر مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہوئے۔ ابو بردہ کو مسلمانوں کی تلواروں سے دو زخم لگے۔ حضرت حذیفہؓ کے والد یمان اس کشمکش میں آ گئے۔ ان پر مسلمانوں کی تلواریں برس پڑیں۔ حذیفہ چلاتے رہے کہ مسلمانو! یہ تو میرے باپ ہیں' لیکن کون سنتا تھا وہ بھی شہید ہو گئے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے ایثار کے لہجے میں کہا۔

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے اور تم پر رحمت کرے۔''

حتیٰ کہ اشرار نے غلبہ کر لیا اور پاک باز لوگ درہم برہم ہو گئے اور وہ کفار جنہوں نے مسلمانوں کے غلبہ و استبداد کا مشاہدہ کیا تھا اور خود کو مقہور و مغلوب دیکھا تھا دفعتہً معاملہ برعکس ہو گیا۔ میدان جرات میں قدم بڑھا کر مسلمانوں کو قتل کرنے لگے۔ اسی ہنگامہ جنگ میں حضرت مصعب بن عمیرؓ جو ہم شکل رسول ﷺ اور علمدار لشکر تھے کو ابن قیمیہ نے شہید کر دیا۔ ان کی شہادت سے یہ افواہ اڑ گئی کہ نعوذ باللہ رسول خدا ﷺ شہید ہو گئے۔ اس خبر نے مسلمانوں کے رہے سہے حواس و ہوش بھی گم کر دیئے۔ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑے گئے۔ جو جہاں تھا وہیں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس مشکل وقت میں شیطان ملعون نے جعال بن سراقہ کی آواز میں تین مرتبہ پکار کر کہا۔

''الا ان محمداً قد قتل۔''

اس آواز کو سنتے ہی بچے کھچے لوگ بھی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آنحضرت ﷺ مسلمانوں کی بے دلی اور پست ہمتی دیکھ کر سخت رنجیدہ ہوئے۔ آپ ﷺ بھاگنے والوں کو دیکھتے اور پہچانتے تھے۔ آپ ﷺ ایک ایک کا نام لے کر پکارتے رہے مگر لوگ آپ ﷺ کی آواز سننے کے باوجود نہ رکے اسی حالت کو اللہ پاک نے اس طرح بیان فرمایا۔

''یاد کرو اس وقت کو جب تم بدحواس ہو کر بھاگے چلے جا رہے تھے۔ کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا بھی تمہیں ہوش نہیں تھا اور رسول ﷺ

تمہارے پیچھے تمہیں پکار رہا تھا۔ اس وقت تمہاری اس روش کا بدلہ تمہیں یہ دیا گیا کہ تم کو رنج پر رنج دیئے تا کہ آئندہ کے لئے تمہیں سبق حاصل ہو کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے جاتے یا مصیبت تم پر نازل ہو، اس پر ملول نہ ہو۔ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔" (سورہ آل عمران آیت نمبر 153)

جب آنحضرت ﷺ کی پکار اور بلاوے پر مسلمان نہ رکے تو آپ ﷺ سخت غصے میں آ گئے۔ آپ ﷺ کی غضب ناکی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کی پیشانی عرق آلودہ ہو گئی۔ اور پسینہ ماتھے سے مروارید کی مانند جھنے لگا۔ ایسی حالت میں آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ شیر خدا آپ ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہیں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"اے علیؓ تم نے اپنے دوستوں کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔"

آپ ﷺ کا ارشاد مسلمانوں کے مال غنیمت لوٹنے کی طرف تھا یعنی تم نے مال غنیمت کیوں نہیں لوٹا۔

حضرت علیؓ نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ ﷺ! ایمان کے بعد کفر نہیں ہوتا۔ بے شک میرے لئے آپ ﷺ ہی کی اقتداء ہے یعنی مجھے آپ ﷺ سے سروکار ہے۔ ان ساتھیوں سے نہیں جو غنیمت کے در پے ہو کر ہزیمت سے ہمکنار ہوتے ہیں۔"

ایسی افراتفری پھیلی کہ کسی مسلمان کو آنحضرت ﷺ کی خبر ہی نہ رہی کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ لڑتے لڑتے بہت آگے نکل گئے۔ حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے۔ حضرت ابن نضرؓ نے کہا جب رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو ہم ان کے بغیر زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہہ کر وہ دشمن کی فوج میں گھس گئے اور شہید ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کی بہادری، جانثاری اور دلیری کا یہ عالم تھا کہ آپ

ﷺ نے تنہا ہوکر بھی میدان جنگ سے منہ نہ موڑا اور دشمنوں پر تیر برساتے رہے۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں پر نگاہ ڈالی تو آپ کے قریب صرف چودہ مسلمان تھے جن میں سے سات مہاجر اور سات انصار تھے۔ جن میں حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت زبیرؓ العوام، حضرت طلحہؓ بن عبداللہ، حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اور انصار میں سے حضرت خبابؓ بن منذر، حضرت ابودجانہؓ، حضرت عاصمؓ بن ثابت، حضرت سہیلؓ بن حنیف، حضرت اسیدؓ بن حضیر، حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت حارث بن صمہؓ شامل تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو دین حق اور فرمان خدا و حکم رسول ﷺ پر ثابت قدم رہے اور برابر کفار سے پنجہ آزمارہے۔

عبداللہ بن قمیہ، عتبہ بن ابی وقاص، عبداللہ شہاب زہری اور ابی بن حلف یہ چار اشخاص وہ تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا ان عناصر اربعہ نے جب حضور ﷺ کو تنہا تیر برساتے دیکھا تو اپنے مذموم عزائم کو پورا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے ایک پتھر آنحضرت ﷺ کی طرف پھینکا جو آپ ﷺ کے چہرے پر لگا کہ آپ ﷺ کا رخسار مبارک خون سے رنگین ہوگیا۔ ریش اقدس خون سے تر ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے فرمایا۔

''وہ قوم کیسے نجات پائے گی جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کو حق کی دعوت دیتے ہیں۔''

ابن قمیہ کی تلوار آپ ﷺ کے چہرے پر لگی اور مغفر کی دو کڑیاں چہرہ انور میں چبھ گئیں زخم لگتے ہی آپ ﷺ اس گڑھے میں گر گئے جس کو پہلے سے دشمن نے کھود کر گھاس پھونس سے پاٹ رکھا تھا۔ آپ کے گرتے ہی ابن قمیہ نے دوبارہ آپ ﷺ پر حملہ کرنے کے لئے تلوار اٹھائی لیکن اسلامی لشکر کے ساتھ آئی ہوئی ام عمارہؓ جو ایک بہادر خاتون تھیں وہ آپ کی سپر بن گئیں۔ ابن قمیہ کی تلوار حضرت ام عمارہؓ پر پڑی اور ان کا

شانہ زخمی ہوگیا۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ کے باقی جاں نثار بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اور آپ ﷺ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ حضرت علیؓ نے آپ کا ہاتھ تھاما۔ طلحہ بن عبیداللہ نے گڑھے میں اتر کر آپ ﷺ کو سہارا دے کر باہر نکالا۔ ابودجانہؓ سپر بن کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور دشمنوں کے وار اپنے جسم پر برداشت کر کے آپ ﷺ کو محفوظ رکھا۔ حضرت علیؓ اپنی ڈھال میں پانی بھر لائے۔ حضرت فاطمہؓ بھی اس سفر حرب میں شریک تھیں۔ میدان جنگ میں پہنچ کر انہوں نے آپ ﷺ کا روئے انور گرد اور خون سے پاک کیا۔ لیکن خون بند ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی جس سے خون بہنا بند ہوگیا۔

فوج اسلام کی ابتری کا یہ عالم تھا کہ کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ میدان احد قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا سپہ سالار لشکر اسلام حضرت محمد ﷺ زخمی ہوچکے تھے۔ قوم مایوس تھی۔ اسی اثناء میں حضرت کعبؓ بن مالک نے میدان جنگ میں سے آنحضرت ﷺ کا چہرہ دیکھ لیا اور انہوں نے خوشی سے دیوانہ وار نعرہ لگایا۔

"معشر المسلمین ان ہذا رسول اللہ ﷺ۔"

ان کے اس مسرت افزا نعرے کے اندر ایسی جان نواز اور روح افزا خبر تھی جس سے مردہ جسموں میں دوبارہ جان پڑ گئی اور یوں منتشر مسلمان جمع ہونے شروع ہوگئے۔ مسلمانوں کو دوبارہ متحدہ ہوتے دیکھ کر کفار کی بندھی ہوئی ہمت ٹوٹنے لگی۔

ادھر ابوسفیان آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے لشکر کو بلند آواز سے پکارا اور کہا۔

"کیا یہاں محمد ﷺ، ابوبکرؓ یا عمرؓ ہیں۔"

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو خاموش رہنے کا حکم دے رکھا تھا۔ جواب نہ پا کر وہ دشمن خدا چلایا۔

"کیا سب کے سب مر چکے ہیں۔"

اب حضرت عمرؓ سے صبر نہ ہوسکا۔ آپؓ نے با آواز بلند جواب دیا۔
''اے دشمن خدا ہم سب خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔''
یہ جواب سن کر ابوسفیان کھسیانا ہوگیا اور کہنے لگا۔
"اعل ھبل۔ ہبل کا بول بالا ہوگا۔"
صحابہؓ نے جواب دیا۔ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُ۔ بلند و بالا تو اللہ کا بول ہے۔
ابوسفیان نے پھر کہا۔
"کنَا الْعزّٰی وَلَاعُزّٰی لکُمْ۔ ہمارے پاس عزیٰ (بت ہے) تمہارے پاس نہیں۔"

صحابہؓ نے کہا۔ اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَامَوْلٰی لَکُمْ۔ خدا ہمارا آقا ہے تمہارا کوئی آقا نہیں۔
یہ سن کر ابوسفیان واپس لوٹ گیا۔ اس کے جانے کے بعد مسلمانوں کے دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا کفار پھر سے نہ لوٹ پڑیں اور مدینہ کی طرف نہ رخ کر لیں۔
مسلمان اسی پریشانی کے عالم میں تھے کہ آنحضرت ﷺ نے دور سے لشکر کفار میں شور و شر کی آوازیں سن کر حضرت علیؓ کو حکم دیا۔
''تم لشکر کفار کی طرف جاؤ۔ ان کا جائزہ لو اور معلوم کرو ان کا اب کیا ارادہ ہے۔ اگر وہ اونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو تل رکھا ہوا ہو تو سمجھ لینا کہ وہ مکہ کی طرف لوٹ رہے ہیں، اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹوں کو خالی چھوڑ رکھا ہو تو جان لینا کہ وہ مدینہ جانے کا قصد رکھتے ہیں پھر ہمیں بھی فوراً کوچ کر کے مدینہ پہنچنا ہوگا تا کہ مدینہ کو ان کی دست برد سے بچایا جا سکے۔''
حضرت علیؓ نے کفار کے لشکر گاہ میں پہنچ کر دیکھا وہ لوگ گھوڑوں کی بجائے اونٹوں پر سوار تیزی سے مکہ کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے یہ منظر دیکھا تو فوراً واپس لوٹے اور آپ ﷺ کو یہ خبر سنائی۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا۔

''آج کے بعد کفار قریش کو کبھی غلبہ حاصل نہیں ہوگا اور بالآخر ہمیں مکہ کی فتح نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ''

قریش مکہ نے اپنے مردوں کو تدفین کرنے کے فوراً بعد میدان خالی کر دیا اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد مسلمانوں کو اطمینان نصیب ہوا اور انہوں نے تسلی کے ساتھ شہداء احد کی تجہیز و تدفین کی طرف توجہ دی۔

آنحضرت ﷺ نے شہداء کی تجہیز و تدفین سے قبل تمام شہیدوں اور زندوں کا شمار کروایا پھر بطور خاص حضرت سعدؓ بن ربیع کی تلاش کروائی۔ قاصد رسول ﷺ میدان جنگ میں سعدؓ بن ربیع کے پاس پہنچے تو وہ دم توڑ رہے تھے، انہیں آنحضرت ﷺ کا سلام پہنچایا گیا تو حضرت سعدؓ نے قاصد سے کہا۔

''میرا آخری وقت آگیا ہے۔ تم میرا اسلام آنحضرت ﷺ کو پہنچا کر یہ عرض کرنا۔ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے جزاء عطا فرمائے۔''

اتنا کہہ کر حضرت سعدؓ نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔ سعدؓ کا پیغام جب آنحضرت ﷺ تک پہنچا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ کی لاش کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کے ارشاد گرامی پر ایک انصاری عم رسول ﷺ کی لاش تلاش کرنے نکل پڑے۔ ان کو واپس آنے میں قدرے تاخیر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس انصاری کے پیچھے روانہ کیا۔ حضرت علیؓ جب حضرت حمزہؓ کی لاش پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا وہ انصاری حضرت امیر حمزہؓ کی لاش پر کھڑا آنسو بہا رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنے عم محترم کی لاش مطہر کی بے حرمتی دیکھی تو آپ پر بھی گریہ طاری ہوگیا۔ پہلے تو آپ وہاں کھڑے کافی دیر روتے رہے پھر اسی حالت میں واپس آکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چچا کی لاش کا آنکھوں دیکھا حال سنایا۔

اپنے چچا کی لاش کی بے حرمتی کی روئداد سن کر آنحضور ﷺ پر اس قدر حزن و ملال

طاری ہوا جس کی کوئی انتہا نہ رہی۔ آپ ﷺ فوراً اٹھے اور حضرت حمزہؓ کی لاش پر تشریف لے گئے۔ دیر تک اپنے مظلوم چچا کی نعش پر اشکبار رہے اور فرمایا۔

''مجھے آج تک کسی واقعہ نے اس قدر خشمگیں نہیں کیا جتنا اس نے غضبناک کیا ہے۔''

حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہؓ کو جب اپنے بھائی کے شہید ہونے کی خبر ملی تو وہ بھائی کے غم میں بے قرار ہو کر دوڑی چلی آئیں۔ انہیں دور سے آتا دیکھ کر رسالت مآب ﷺ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی زبیرؓ سے جو پاس کھڑے تھے فرمایا۔

''زبیر! ماں کو راستے میں ہی روک لو۔ وہ بھائی کی لاش کو اس حالت میں دیکھنے کی تاب نہ لاسکیں گی۔''

آپ ﷺ کے ارشادگرامی پر حضرت زبیرؓ بن عوام نے دوڑ کر ماں کو روکا لیکن وہ بیٹے کے روکنے سے نہ رکیں اور کہنے لگیں۔ ''میں کچھ نہ کہوں گی اور کچھ نہ کروں گی۔ بس بھائی کا آخری دیدار کر کے واپس آجاؤں گی۔''

لاش کے قریب پہنچ کر انہوں نے اپنا عہد پورا کیا اور خاموش رہیں مگر واپس جا کر اتنا روئیں کہ انہیں دیکھ کر جناب سیدہ حضرت فاطمہؓ اور دوسری ہاشمی خواتین بھی رونے لگیں۔

حضرت حمزہؓ آنحضور ﷺ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حمزہؓ سے شدید محبت تھی۔ بنی ہاشم کی خواتین کی گریہ زاری اور آہ و بکار سے آپ ﷺ بھی ضبط نہ کر سکے۔ اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں جاری ہوگیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہؓ اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

''آپ دونوں سے بڑھ کر کوئی غمزدہ نہیں ہوگا۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں بشارت دی کہ ابھی ابھی جبرائیل امین نے آکر خبر دی ہے کہ خدا کے حضور حضرت امیر حمزہؓ کو ملائکہ

اسد اللہ واسد رسول کے القاب سے پکار رہے ہیں۔"

اس کے بعد تدفین کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کا جنازہ پڑھایا اور اس کے بعد آپ ﷺ جس بھی مجاہد کا جنازہ پڑھانے لگتے اس کو حضرت حمزہؓ کے جنازے کے ساتھ رکھ دیتے۔ یوں ستر شہداء کے جنازے پڑھے گئے تو حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ستر مرتبہ ادا ہوئی۔

تدفین کے مرحلہ پر بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر کے طویل قامت ہونے کے باعث کفن کی چادر ان پر پوری نہ آئی تو مجبوراً ان کا سر چادر سے اور پاؤں گھاس سے ڈھانپے گئے۔ ستر قبریں کھود کر ان کو علیحدہ علیحدہ دفن کرنا مشکل تھا کیونکہ بعض شہداء کی لاشوں کی حالت نہایت خستہ اور ناگفتہ بہ تھی۔ اس لئے شہداء احد کو بے غسل وکفن خون آلود کپڑوں میں اسی طرح دفن کیا گیا۔ ایک ہی قبر میں دو دو افراد کو رکھا گیا۔ تاہم وقت دفن یہ خیال ضرور رکھا گیا کہ وہ لوگ جو دنیا میں ایک دوسرے کے قریب تھے ان کو ساتھ ساتھ دفن کیا گیا۔ حضرت حمزہؓ کے ساتھ ان کے بھانجے حضرت عبداللہؓ بن جحش کو، عبداللہؓ بن عمرو بن خرام کے ساتھ عمروؓ بن الجموع کو اور خارجہ بن زید کو سعدؓ بن ربیع کے ساتھ دفن کیا گیا۔

نعمان بن مالکؓ عبیدہ بن الخشخاس اور محمد بن زیاد تینوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ جابرؓ بن عبداللہ انصاری اپنے والد عبداللہ کی نعش مدینہ لے گئے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے حکم پر پھر انہیں واپس لا کر دوسرے شہداء کے ساتھ دفن کیا گیا۔

تدفین سے فارغ ہو کر دن کے آخری حصہ میں آپ ﷺ نے مراجعت فرمائی مدینہ جاتے ہوئے جس قبیلہ کے پاس سے آپ ﷺ گزرتے اس کے مرد و زن آپ کا استقبال کرتے اور آپ ﷺ کی سلامتی پر خدا کا شکر بجالاتے۔ جب آپ ﷺ بنی اشہل کے پاس پہنچے تو حضرت سعد بن معاذؓ کی والدہ کبیشہ بنت رافع دوڑی ہوئی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کے بیٹے عمروؓ بن معاذ کی تعزیت فرمائی تو

کبیشہ نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو زندہ و سلامت پاکر ہر مصیبت کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔''

آپ ﷺ نے اس خاتون اور اس کے پسماندگان کیلئے دست دعا بلند کر کے خدا سے ان کے لئے صبر و استقامت کی دعا کی۔ مدینہ میں داخل ہونے پر سب سے سوگوار لمحہ وہ تھا جب حضرت حمزہؓ کی بیٹی فاطمہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں دودھ اور کھجوریں تھیں جنہیں وہ اپنے والد کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی تھیں، اپنے والد کو نہ پاکر اس نے آپ ﷺ سے عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ میرے والد بزرگوار کہاں ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا۔

بیٹی! اب تمہارا باپ میں ہوں۔''

اس جواب پر اس بچی کی آنکھوں سے اشکوں کے سوتے پھوٹ پڑے۔ فاطمہ کو روتے دیکھ کر آپ ﷺ بھی رونے لگے اور آپ ﷺ کو روتا دیکھ کر حاضرین بھی آبدیدہ ہو گئے۔

شہداء کے گھروں سے رونے کی آواز سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

''حمزہؓ کے گھر سے رونے کی کوئی آواز نہیں آئی۔ کیا ان پر رونے والا کوئی نہیں۔''

حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت اسیدؓ بن حضیر اور دیگر انصار نے یہ بات سنی تو انہوں نے اپنی عورتوں کو حضرت حمزہؓ کے گھر بھیجا۔ یہ عورتیں مغرب و عشاء کے درمیان حضرت حمزہؓ کے گھر آئیں اور نصف شب تک وہیں رہیں۔ آدھی رات کو نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہؓ کے گھر سے رونے کی آوازیں سنیں تو آپ ﷺ نے انصار کی عورتوں کے لئے دعا فرمائی۔

''اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری اولاد سے اور تمہاری اولاد کی اولاد سے راضی ہو۔''

جنگ کے اختتام پر بعض کمزور عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہوگیا کہ جب خدا کا رسول ﷺ ہم میں موجود ہے اور اللہ کی تائید نصرت ہمارے ساتھ ہے ہم خدا کے لئے لڑنے گئے تھے اور خدا نے فتح کا وعدہ بھی کیا تھا پھر ہم پر یہ افتاد کیوں آن پڑی اور ہم کیوں شکست کھا گئے اور شکست بھی ان لوگوں سے جو خدا کے دین کو مٹانے آئے تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن حکیم میں خدا نے واضح الفاظ میں فیصلہ دیا ہے تاکہ ان کی حیرانی دور ہوجائے۔

''اور یہ تمہارا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آپڑی تو تم (گھبرا کر) کہنے لگے کہ یہ (مصیبت) کہاں سے آپڑی۔ حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دوگنی مصیبت تم (کفار) پر ڈال چکے تھے اے نبی! ان سے کہو، یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے (مطلب یہ ہے کہ نہ تم لالچ میں پھنس کر درہ خالی کرتے اور نہ یہ مصیبت تم پر آتی) بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر تمہیں فتح دلانے کی قدرت رکھتا ہے تو شکست دلوانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔''

اس جنگ میں خواتین اسلام نے بھی شرکت کی۔ حضرت عائشہؓ نے لشکر اسلام کو پانی فراہم کئے رکھا۔ وہ زخمیوں کے لئے مشکیں بھر بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پلاتیں۔ حضرت ام عمارہؓ نے جو بہادری اور جان سپاری کی بے نظیر مثال پیش کی وہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گی، انہوں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اور زخمی ہو کر اپنے پیارے رسول ﷺ کو بچا لیا۔ حضرت فاطمہؓ اور دیگر خواتین آنحضرت ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر مدینہ سے بیتابانہ احد کی طرف آئیں اور یوں انہوں نے زخمیوں کے لئے نرسنگ کی خدمات انجام دیں۔

حضرت عمرو بن ثابت جو امیرم کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ﷺ غیر مسلم تھے مگر مسلمانوں کے دوست اور بہی خواہ تھے۔ جب جنگ احد کا اعلان ہوا تو آپ پر خدا نے اچانک انور کی برسات کر دی۔ آپ آناً فاناً مسلمان ہوگئے اور بغیر کسی کو اطلاع کئے میدان جنگ میں پہنچ گئے اور شہید ہوگئے۔ آپ ہی کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ کی

روایت ہے۔

""آنحضرت ﷺ نے فرمایا"امیرم وہ خوش نصیب ہے جس نے ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھی اور سیدھا جنت میں چلا گیا اور عشق کی ایک جست نے اس کے لئے زمین وآسمان کے بے کراں فاصلے تمام کر دیئے۔"

جنگ احد کے سفر پر مسلمانوں کا جو قافلہ روانہ ہوا اس کی تعداد ایک ہزار تھی جبکہ غنیم سازو سامان کے علاوہ تین ہزار کے لشکر پر مشتمل تھا مگر حزب اللہ کی یہ جماعت بے خوف وخطر میدان کارزار کی طرف چل پڑی۔

اسی جنگ کے حوالے سے معروف درویش خواجہ اویس قرنیؒ صحابی کو درجہ حاصل ہے ان کی شخصیت تاریخ کے اوراق کی زینت بنی۔ خواجہ قرنیؒ کو جب معلوم ہوا کہ جنگ احد میں آنحضرت ﷺ کے دو دندان شہید ہوئے ہیں تو انہوں نے شدت عقیدت میں اپنے تمام کے تمام دانت توڑ ڈالے اور جواز یہ پیش کیا کہ نامعلوم آقائے دو جہان ﷺ کے کون سے دو دانت ٹوٹے ہیں۔ اس انتہائے عشق پر حق تعالیٰ بھی مسکرا پڑے۔ اس عاشق رسول ﷺ کے جذبہ محبت وشیفتگی پر ملائکہ بھی رشک کر اٹھے۔ حق تعالیٰ نے اس عاشق صادق کے لئے کیلے کا درخت پیدا کیا کیونکہ دانتوں کے بغیر خواجہ اویس قرنیؒ صرف کیلا ہی کھا سکتے تھے۔ یہ جذب ومحبت کی بے نظیر مثال اہل دنیا کے لئے محیر العقول ہے۔

اسی جنگ کے دوان ایک تیر حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ پر لگا جس سے ان کی آنکھ کا ڈھیلا حلقہ چشم سے نکل کر گال پر آگیا۔ وہ اسی حالت میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی حسین وجمیل بیوی سے بہت محبت کرتا ہوں۔ وہ بھی مجھ سے بڑی محبت کرتی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ میری یہ حالت دیکھ کر مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔"

آپ ﷺ نے حضرت قتادہؓ کی حالت پر رحم فرماتے ہوئے اپنے معجزہ نما ہاتھ سے

آنکھ کے ڈھیلے کو حلقہ چشم میں رکھ کر اوپر دست مبارک پھیرا تو آنکھ ان کی اصل حالت پر آ گئی اور پہلے سے زیادہ بہتر ہوگئی۔

جنگ احد درحقیقت مسلمانوں کے لئے مصیبت و ابتلا کی ایک بہت کڑی آزمائش تھی اللہ تعالیٰ نے اس جنگ سے مسلمانوں کی آزمائش کرلی۔ منافقین کا امتحان لے لیا اور ایسے لوگوں کی قلعی کھل گئی جو دل میں کفر کو پوشیدہ رکھے ہوئے زبان سے اسلام اور ایمان کا اظہار کرتے تھے۔ نیز اس جنگ میں اللہ تعالیٰ جن راسخ العقیدہ اور کامل الایمان بندوں کو اپنے فضل سے نوازنا چاہتا تھا ان میں سے کوئی تو مرتبہ شہادت پر فائز ہوا اور کوئی ثابت دم رہ کر اس کے فضل و کرم کا مستحق ہوا۔

اور اس جنگ کا نتیجہ آنحضرت ﷺ کا وہ فرمان ہے جو آقا ﷺ نے احد سے لوٹتے ہوئے فرمایا۔

''قریش اب ہم پر دوبارہ فتح نہیں حاصل کر سکتے (اس کے برعکس) مجھے خدا وند عالم کی مدد و اعانت سے مکہ کی فتح حاصل ہوگی۔''

(الحمدللہ) اور وقت نے دیکھا کہ یہ فرمان رسول ﷺ برحق ثابت ہوا۔

OOO

6

غزوۂ بنو نضیر

ربیع الاول' 4 ہجری

رحمت دو عالم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بنو نضیر کے پاس پہنچ گئے۔ عمرو بن امیہ سے قتل ہونے والے دو افراد کے ودیت کے موضوع پر بات شروع ہونے لگی۔ یہود نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔

''اے محمد ﷺ! آپ _ اس ضمن میں جو فیصلہ کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا، لیکن ہماری دلی خواہش ہے اس موقع پر جب ہم مل بیٹھے ہیں تو صلح و امن اور آشتی کی باتوں کے ساتھ آپ _ کی ضیافت بھی کریں گے۔ تاکہ باہمی شکر رنجی کا خاتمہ ہو اور آئندہ کوئی ایسا واقعہ رونما نہ ہو جو امن عامہ کو سبوتاژ کرے۔''

آنحضرت ﷺ جو اس جہاں اور اس جہاں کے لئے محبت و مودت اور امن و امان کے داعی اور پیامبر بن کر اس دنیا میں تشریف لائے تھے انہوں نے یہود کی اس پیش کش کو تسلیم کر لیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بنو نضیر کے ہاں ایک دیوار کے سایہ میں فروکش ہوئے۔ اس دیوار کی نوعیت کچھ ٹیلہ نما جیسی تھی یعنی جس جگہ پر آپ ﷺ تشریف فرما تھے اس کے اوپر اگر کوئی شخص چڑھ جاتا تو اس کو دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔

یہی وہ وقت تھا جب ملک یہود اور سازشوں کے بادشاہ حیٔ بن اخطب نے اپنی قوم کو مشورہ دیا۔

''اے قوم! اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں آسکتا جب تم محمد ﷺ سے نجات حاصل

کرو۔ یہ ایسا وقت ہے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے کے مصداق آپ ﷺ پر اچانک ایسا حملہ کیا جاسکتا ہے جو نہایت موثر اور بے ضرر ثابت ہوگا۔"

ساری قوم اپنے شر پسند خلیفہ کی بات پر سر تسلیم خم ہوگئی، لیکن نادانوں میں دانا بھی موجود ہوتے ہیں سلام بن مشکم نے ایسے موقعہ پر حیَ بن اخطب اور اپنی قوم کو سمجھایا اور کہا۔

"دیکھو! ایک بات تم اچھی طرح جانتے ہواس لئے جان لو کہ محمد ﷺ خدا کے نبی ہیں۔ اس بات کی شاہد ہماری الہامی کتاب توریت مقدس ہے اور یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ خدا کے نبی پر وحی بھی نازل ہوتی ہے۔ اب جبکہ تم پیغمبر اسلام ﷺ پر حملے کا منصوبہ بنا رہے ہو ایسے میں جبرائیل انہیں تمہاری ساری چالوں اور ارادوں سے باخبر کر دیں گے اور نہ صرف تمہارا منصوبہ دھرا کا دھرارہ جائے گا بلکہ اس سازشی منصوبے اور معاہدہ کی خلاف ورزی کی پاداش میں سزا بھی بھگتنا پڑے گی۔"

حیَ بن اخطب پر شیطانیت سوار تھی اور قوم کو اس کی حمایت حاصل تھی اس پر سلام بن مشکم کی کوئی بات اثر انداز نہ ہوئی۔ اس نے تمام امن کی تجاویز اور خطرات و خدشات کو بالائے طاق رکھا اور اہل یہود میں سے ایک شخص کو تیار کیا کہ وہ اس دیوار پر پتھر لے کر چڑھ جائے جس کے سائے میں نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور ان پر پتھر گرا دے یہ کام حیَ بن اخطب کے لئے معمولی اور آسان ہوگا۔

لیکن جب عرش والے رب نے اپنے پیغمبر ﷺ کی حفاظت کرنے کا خود ذمہ لے رکھا ہو تو ایسے ایرے غیروں کے منصوبے کہاں تکمیل پاتے ہیں۔ ادھر صیہوانی حربہ اپنے آغاز میں تھا ادھر رحمانی قوت بابرکاب ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا۔

"اے جبرائیل! تو میرے دوست کی حفاظت کے فرائض ہمیشہ انجام دیتا آیا ہے۔ میرا خلیل نار میں تھا میرے حکم سے تو نے اس کی وہاں حفاظت کی اور نار گلزار ہوئی۔ آج اسلام کے دشمن خدا کے باغی میرے حبیب

ﷺ کی جان لینے کے در پے ہیں۔ جا! تو آج بھی اپنے فرائض کی انجام دہی بجالا اور میرے حبیب ﷺ کو باخبر کر دے کہ وہ اس جگہ جہاں تشریف فرما ہیں فی الفور وہاں سے ہٹ جائیں اور خاموشی کے ساتھ کسی کے ساتھ کلام کیے بغیر اپنے محلہ میں واپس تشریف لے جائیں۔ اس کے بعد وہی کریں جیسا انہیں حکم دیا جائے گا۔"

ادھر یہودی پتھر لے کر دیوار پر چڑھا اس کے گمان میں تھا کہ قتل رسول ﷺ کا کارنامہ وہ سرانجام دے کر صیہونیت میں ہیرو کا مرتبہ پائے گا انعام و اکرام سے اس کو نوازا جائے گا مگر اس کے تمام منصوبے نقش برآب ہوگئے۔ اس سے پہلے کہ وہ پتھر لے کر دیوار پر چڑھتا آنحضرت ﷺ خاموشی سے دیوار کے نیچے سے نکل کر سیدھے مسجد نبوی کی طرف چل پڑے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ جتنے اکابر و جید صحابہؓ تھے وہ حیران تھے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی حکم دیئے بغیر پیش قدمی فرما دی ہے۔ انہوں نے پوچھنا چاہا مگر کسی کو تاب کلام کہاں تھی۔ وہ سب بھی خاموشی سے آپ ﷺ کے پیچھے ہو لئے۔ یہود نے دیکھا تو ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

سلام بن مشکم نے حیی بن اخطب کو ملامتانہ لہجے میں کہا۔

"دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ تمہیں اس منصوبے میں ہرگز کامیابی نہ ہوگی۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں انہیں یقیناً خدا پاک نے سارے معاملے کے بارے میں باخبر کر دیا ہوگا۔"

حیی بن اخطب اپنے کئے پر کف افسوس مل رہا تھا کہ منصوبے کی قلعی بھی کھل گئی اور کام بھی نہ ہوا۔ اب ہو تو کیا ہو۔

دوسری طرف نبی کریم ﷺ جب مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے مصاحب اور ہمرکاب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے علاوہ مسجد میں متمکن صحابہ بھی بڑے حیران اور پریشان تھے کہ کیا ماجرا ہوا آخر حضور ﷺ ایسے کیوں لوٹ آئے۔ نہ گفت و شنید ہوئی نہ ودیعت کے امور طے ہوئے۔ ضیافت ہونا ابھی باقی تھی۔

ایسا ہوا تو کیوں ہوا۔ سب انگشت بدنداں مگر چپ کی مہر ہر ایک کے لب پر کسی کو تکلم کی طاقت اور استفسار کا یارا نہ تھا۔

آخر شاہ کونین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ساری صورت حال سے آگاہ فرمایا اور تفصیل بیان فرمائی کہ کس طرح یہود نے آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور سازش کے مرتکب ہوئے اور ایسے میں خدائی مدد کیسے آپ ﷺ تک پہنچی اور وحی الٰہی سے کیونکہ آپ ﷺ کو تمام پروگراموں سے مطلع کیا گیا۔ صحابہؓ نے جب بات سنی تو سب کے اندر رنج و ملال اور غم و غصے کی لہر دوڑ گئی ہر شخص مضطرب ہوا کہ ابھی تلوار ہو اور دشمنانان رسول ﷺ کے سروں کی فصل کاٹ کے رکھ دی جائے جو پک کر تیار ہو چکی ہے۔ لیکن شافع محشر ﷺ نے ہمیشہ انسانیت پر احسان کیا اور یہاں بھی آپ ﷺ کا فیصلہ نہ صرف دانش مندانہ تھا بلکہ محسنانہ بھی تھا۔ آپ ﷺ نے آل یہود کو پیغام بھیجا۔

> ''اے قوم یہود! تم اپنی بارہا فطرتی خباثتوں او بدعہدیوں کے باعث اتنے بے اعتبار اور بے اعتماد ہو چکے ہو کہ اب تمہارا مدینہ میں رہنا قرین نقصان ہے۔ اس لئے تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم لوگ اپنے اہل و عیال سمیت دس روز کے اندر اندر مدینہ سے نکل جاؤ۔ تمہیں اس بات کی سہولت دی جاتی ہے کہ تم آلات جنگ کے علاوہ اپنے ہمراہ جتنا چاہو سامان لے جاؤ بلکہ جو چاہو لے جاؤ۔ مگر یاد رہے کہ دس روز کے بعد تمہارے قبیلے کا کوئی شخص بھی مدینہ میں دیکھا گیا تو وہ بلا تامل قتل کر دیا جائے گا۔''

بنونضیر نے آنحضرت ﷺ کا یہ پیغام سنا تو ان کو سانپ سونگھ گیا۔ انہیں معلوم تھا کہ مسلمان اپنے قول کے سچے اور پکے ہیں انہوں نے جو کہا ہے وہ کر کھائیں گے۔ کوئی سبیل، کوئی تدبیر اور کوئی تجویز ان کے لئے کارگر ثابت نہیں ہو رہی تھی۔ شہر بدری اور جلا وطنی ان کو صاف دکھائی دے رہی تھی۔ آخر جب کوئی راستہ نظر نہ آیا تو تمام اہل قبیلہ نے

مدینہ چھوڑنے اور خیبر کی طرف نقل مکان ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

بنو نضیر یہودیوں کے قبیلے میں سے دوسرا بدعہد اور جلا وطن ہونے والا قبیلہ تھا اس سے قبل بنو قینقاع اپنی بدفطری اور بے اعتدالی و بداعمالی کے باعث مدینہ بدر ہو چکے تھے۔ ان یہودیوں کو اتنی ذلت اور پریشانی اٹھانے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ خدا واسطے کا بیر تھا۔ یہ ہر ساعت ہر موقع پر اور ہر لمحہ اسلام اور اس کے ماننے والوں کو نیست و نابود کرنے کے در پے رہتے تھے۔ تاریخ کے اوراق میں یہود و مسلم دشمنی کے جو حقائق ملتے ہیں اگر وہ دیکھے جائیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ قدیم یہودیوں نے اپنی مقدس کتابوں میں یہ پڑھ رکھا تھا کہ عرب کے علاقے میں ایک ایسا نبی پیدا ہوگا جو نہ صرف حبیب خدا ہوگا بلکہ آخری رسول ﷺ بھی ہوگا اس پر نبوت تمام ہو جائے گی۔ یہودیوں کو یہ گمان تھا کہ نبوت ہمیشہ خانوادہ یہود یعنی بنی اسرائیل کے مقدر میں رہی ہے۔ لہٰذا یہ نبی آخر الزمان ﷺ بھی ان میں ہی مبعوث ہوگا۔ اس خیال کے پیش نظر وہ ہجرت کر کے مصر سے عرب میں آگئے اور مدینہ میں آباد ہو گئے لیکن ان کے سارے منصوبے اس وقت پامال ہو گئے جب آخری نبی بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں سے مبعوث ہو گیا۔ بس یہ تھی وہ بنیاد جس کے باعث یہود مسلمانوں کے ازلی دشمن بن گئے۔

اس اولیں حقیقت کے بعد ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہودیوں کو علم و فضل کے باعث ہر جگہ بڑا مرتبہ و مقام حاصل تھا۔ مسائل شریعت اور دینی معاملات میں ہر کوئی ان کی مدد لیا کرتا تھا لیکن اسلام کی آمد سے ان کی یہ دکانداری بھی خطرے میں پڑ گئی۔

علاوہ ازیں یہودی سود کے بہت بڑے کاروباری تھے۔ اسلام نے سود کی بیخ کنی کر دی لہٰذا اس نقطہ نگاہ سے بھی یہودیوں کے لئے اسلام سراسر گھاٹے اور خسارے کا باعث تھا چنانچہ انہیں اسلام کے خلاف کمر بستہ ہونا پڑا۔ اس ضمن میں ایک حقیقت یہاں رقم کرنی ناگزیر ہے اسلام کی آمد سے قبل مدینہ میں اوس اور خزرج قبائل میں باہمی لڑائیاں وقتاً فوقتاً جاری رہتی تھیں۔ دونوں قبائل جنگی تیاری کے لئے روپے پیسے کی ضرورت

یہودیوں سے سود پر لئے گئے پیسے سے پوری کرتے تھے، لیکن اسلام کے نور نے دونوں قبائل کی لڑائی ہیشہ کے لئے ختم کردی اور مودت و محبت کا سبق دے کر انہیں ایک دوسرے کا محب اور دوست بنا دیا۔ اس طرز عمل سے یہود کے کاروبار پر ضرب کاری لگی اور وہ مسلمانوں کے دشمن بن گئے۔

آپ ﷺ تو یہودیوں کی سرگرمیوں سے پہلے ہی آگاہ تھے تاہم مدینہ میں آنے کے بعد انہوں نے صلح اور امن و آشتی کی پالیسی اپنائی اور جیو او رجینے دو کی حکمت عملی کے باعث یہودیوں کے ساتھ معاہدہ امن کیا اور ایک دوسرے کے خلاف تلوار نہ اٹھانے بلکہ باہمی دشمنوں کے مقابلے میں باہم وگر مدد کرنے کا بھی عہد کیا۔

لیکن یہودیوں نے اپنے عہد سے ہمیشہ روگردانی کی اور درپردہ مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش رہے۔ حتیٰ کہ اس قوم کے قبیلہ بنو قینقاع نے اپنے زعم ثروت وحشمت اور جنگ جوئی اور صاحب آلات ہونے پر گھمنڈ کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ لیا اور پھر اپنے لئے ذلت اوررسوائی کی راہ خود ہی ہموار کی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ بنو قینقاع کے انجام سے دوسرے قبائل سبق حاصل کرتے لیکن ایسا نہ ہوسکا۔

بنونضیر نے اپنے پیش رو کی طرح ہٹ دھرمی، ضد اور خودسری کا رویہ اپنا کر نہ صرف بدعہدی کی بلکہ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کے ساتھ کئی ایک سازشیں بھی کیں جو معاہدے کی رو سے ایک ناقابل معافی و تلافی جرم تھا۔ ان کے یہ مذموم عزائم آنحضرت ﷺ نے اپنی بصیرت اور تدبر سے وقتاً فوقتاً خاک میں ملا دیئے اسی قبیلہ کا ایک مقتدر سردار ورنامور شاعر کعب بن اشرف تھا۔ وہ بدر میں مسلمانوں کی فتح پر حسد اور کینہ کی آگ میں جل اٹھا اور مدینہ سے مکہ روانہ ہوگیا۔ وہاں اس نے اپنے پرجوش مرثیوں سے عرب کے مشرکین میں جذبہ انتقام نفرت وعداوت کی آگ بھڑکائی۔ اپنی شاعری میں اس نے مسلمانوں اور ان کی خواتین کی علانیہ توہین کی۔ جب قریش مکہ مسلمانوں سے بدر کا انتقام لینے کے لئے جنگ کی تیاری کر رہے تھے تو کعب بن اشرف

نے مکہ کے ہجوگوابوعمعک اور شاعرہ عصما بنت مروان کے ساتھ مل کر کفار کی آتش انتقام کو سوا کیا۔

کعب بن اشرف کا یہ رویہ اور ردعمل میثاق مدینہ کی رو کے قطعاً منافی تھا۔ بنونضیر کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ شاعر کو اس کی ان سرگرمیوں سے باز رکھتے لیکن انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی کارروائی نہ کی۔ حتیٰ کہ مسلمان اپنی توہین برداشت نہ کر سکے اور غیرت اسلامی کے جوش میں دو مجاہدوں نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر ان تینوں مفسد شاعروں کو جہنم واصل کر دیا اس واقعہ سے بنونضیر کو نصیحت پکڑنی چاہئے تھی لیکن انہوں نے کسی بھی بات کی پرواہ نہ کی اور عمرو بن امیہ کے ہاتھوں قتل ہونے والے یہودیوں کی ودیعت کے واقعہ کے عقب میں قتل رسول ﷺ کی منظم سازش تیار کر لی لیکن ان کو خدا نے ہمیشہ کی طرح نہ صرف ناکامی سے ہمکنار کیا بلکہ راز کے افشا ہونے سے ان کو رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اب جب حکم رسالت ﷺ بنونضیر تک پہنچا کہ دس روز کی مدت کے اندر انہیں مدینہ سے نکلنا ہوگا تو انہوں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر رخت سفر باندھ لیا اور خیبر کی طرف روانہ ہونے لگے۔

لیکن اس موقعہ پر رئیس منافقین عبداللہ بن ابی سلول نے ان کو مدد کا وعدہ دے کر کہا۔

''اے مردان بنونضیر! تم مدینہ قطعاً نہ چھوڑنا۔ مسلمانوں میں اتنی جرات کہاں کہ وہ تمہیں مدینہ سے نکال سکیں۔ تم محمد ﷺ سے کہہ دو کہ تم ان کا حکم ماننے سے انکار کرتے ہو۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے کس قسم کی پیش قدمی ہوئی تو میں تمہاری ہر طرح سے مدد کروں گا۔ میرے دو ہزار سپاہی سامان حرب سے لیس ہو کر تمہاری ہم رکابی میں مسلمانوں سے جنگ کریں گے اس لئے تمہیں چاہئے کہ تم مسلمانوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاؤ۔''

عبداللہ بن ابی کے پیام سے بنونضیر کے شکستہ حوصلے پھر سے باعزم ہوگئے، انہوں نے کھلے الفاظ میں مسلمانوں کو کہلا بھیجا۔

''ہمارا قبیلہ محمد ﷺ کے حکم کی تعمیل سے انکار کرتا ہے۔ ہم لوگ اپنے گھر بار اور کاروبار چھوڑ کر نقل مکان ہونے پر تیار نہیں۔ اگر ہمیں جبراً اس بات پر مجبور کیا جائے گا تو جواباً ہم جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مسلمان ہمیں اپنے مقابلے میں کسی طور پر کمزور نہیں پائیں گے۔''

بنونضیر کو عبداللہ بن ابی کے علاوہ ان کے خلفاء بنوغطفان کی جانب سے بھی مدد کی پیشکش ہوئی اس کے علاوہ ان کو اپنے کھجوروں کے گھنے باغات کا بھی کامل بھروسہ تھا جس کی باڑ ان کے لئے قلعہ نما تھی۔ اس صورتحال میں انہوں نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے مضبوط جانا اور مسلمانوں کے مقابلے پر اتر آئے۔

آنحضرت ﷺ نے بنونضیر کی طرف سے جنگ کی دھمکی کا پیغام سنا تو آپ ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ ابن ام کلثوم کو مدینہ کا نائب بنایا۔ آپ ﷺ نے اس معرکہ کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سالار لشکر بنا کر علم برداری کی ذمہ داری سونپی اور یوں یہ قدسیوں کا لشکر جرار دشمنانان اسلام کی سرکوبی کو نکلا۔

بنونضیر کے قلعہ نما کھجور کے باغات کا مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ یہود کی طرف سے کچھ زیادہ پیش قدمی کی کوشش نہ کی گئی تاہم آنحضرت ﷺ کے خیمہ کے نزدیک کچھ جاسوس قسم کے افراد دیکھے گئے۔ جن کی نیت فتور آمیز تھی ان کے سروں کی فصل حضرت علی حیدر کرار نے کاٹ ڈالی اس کے علاوہ یہودیوں نے مسلمانوں پر پتھراؤ اور تیر رسانی بھی کی جس کے منہ توڑ جواب نے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ پندرہ روز تک مسلمانوں نے محاصرہ جاری رکھا لیکن بنونضیر کی طاقت ہمت اور جنگی کارروائی مسلمانوں کے سامنے بے بس ہوگئی اور بالآخر یہ قبیلہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان پر اس وقت بھی مہربانی فرما دی اور محاصرہ اٹھا لینے کا وعدہ فرما لیا مگر اپنا پہلا حکم برقرار رکھا۔ جس

میں بنو نضیر کو مدینہ سے سامان حرب کے بغیر سب کچھ لے جانے کی اجازت کے ساتھ وطن بدر ہونے کا فرمان جاری کیا۔ اب اس قبیلے کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ مدینہ سے نکل جاتے۔

چنانچہ مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی اور سازش اور شورشوں کا مرتکب ہونے والا یہ قبیلہ مدینہ سے نکل مکاں ہو کر خیبر میں جا آباد ہوا۔ یہودیوں کی تاریخ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کو اکثر غزوات اور جنگوں میں حضرت علیؓ کے ہاتھ شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن یہ قوم ذلت و رسوائی کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہی۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کو بہت سامان غنیمت ملا جس سے مسلمان شیر و شکر ہو گئے۔ مہاجرین کی تنگ دستی جاتی رہی۔ خود کفیلی کی حالت میں انہوں نے انصار کے گھر کاروبار اور دیگر دی ہوئی امداد ان کو شکریے کے ساتھ واپس کرنی چاہی لیکن انصار نے کچھ بھی واپس لینے سے انکار کر دیا۔ اس موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے انصار کو ان کے ایثار و محبت پر بے شمار دعاؤں سے نوازا۔

○○○

7

غزوۂ خندق

ذی قعد 5 ہجری

مدینہ سے جلا وطنی کا سانپ ابھی تک حئ ابن اخطب کے سینے پر لوٹ رہا تھا۔ ہر روز طلوع ہونے والا سورج اس کے مسلمانوں سے انتقام لینے کے جذبوں کو دو چند کر دیتا۔ مگر اسے اس امر کا احساس تھا کہ وہ اور اس کا قبیلہ بنونضیر تنہا مسلمانوں سے ٹکر نہیں لے سکتا۔ وہ ہر لحاظ سوچوں کے سمندر میں ڈوبا رہتا لیکن کوئی چال‘ کوئی تدبیر ذہن میں نہ آتی بعض اوقات سوچتے سوچتے ساری رات بیت جاتی اور صبح دم وہ نڈھال سا ہو کر بستر پر گر پڑتا۔

”آخر کار مسلمانوں سے میں اپنی اور بنونضیر کی رسوائیوں اور بے عزتی کا بدلہ کس طرح لوں؟“

ایک جملہ بے اختیار اس کے ہونٹوں پر مچل جاتا اور پھر وہ سر پکڑ کر بیٹھ جاتا اور کافی دیر گم سم خیالات کی جولانگاہوں میں بھٹکتا رہتا۔

رات نصف سے زیادہ بیت چکی تھی۔ ہر طرف پر اسرار خاموشی محیط تھی۔ چاند اداس اور ملول کسی نامعلوم منزل کی طرف آسمان کی پنہائیوں میں رواں دواں تھا حئ ابن اخطب اپنے کمرے کے جھرو کے میں کھڑا دور خلاؤں میں جھانک رہا تھا۔ معاً اسے یوں لگا جیسے۔ محمد بن مسلمہؓ سامنے کھڑے کہہ رہے ہوں۔

”اے اہل بنونضیر! مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے اور ان کا یہ حکم ہے کہ میری

سرزمین سے نکل جاؤ۔ تم مجھ سے خیانت اور معاہدہ شکنی کرنا چاہتے ہو۔ دس دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس مدت کے بعد جو کوئی نظر آیا اسے تہہ و تیغ کر دیا جائے گا۔" اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے امیر المنافقین عبداللہ بن ابی کا منحوس چہرہ آ کر کھڑا ہو گیا۔ جس نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے یقین دلایا تھا کہ اسے مضافات مدینہ چھوڑ کر جانے کی ضرورت نہیں۔ وہ اس کی پشت پناہی کرے گا اور ہر طرح کی امداد بہم پہنچائے گا۔ مگر وہ منافق ہی کیا جو ایفائے عہد کرے مقررہ مدت گزرنے کے بعد مسلمانوں نے بنونضیر کو گھیرے میں لے لیا۔ مسلمان یہودیوں کی جس عمارت یا مکان پر قبضہ کرتے وہ اسے ویران و منہدم کر کے دوسری عمارت یا مکان میں چلے جاتے تھے اور انتظار کرتے رہے کہ عبداللہ بن ابی ان کی مدد کو آئے گا مگر وہ نہ آیا اور نتیجتاً انہیں مسلمانوں سے امان طلب کرنا پڑی۔ امان دے دی گئی مگر اس شرط کے ساتھ کہ تین تین یہودی ایک ایک اونٹ پر جس قدر سامان لاد کر لے جا سکتے ہیں لے جائیں اور بستیاں خالی کر دیں۔ چنانچہ بنونضیر کے کچھ یہودی شام میں اور کچھ حیَ ابن اخطب کی رہنمائی میں خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔

حیَ نے اپنے سر کو جھٹکا دیا اور خیالات کی ناپید کنار وادیوں سے باہر نکلا۔

"جب تک تم عرب قبائل کو ساتھ نہیں ملاؤ گے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔"

ایک خیال اس کے دماغ میں ابھرا۔ اس پر غور کرنے کے بعد اسے یوں لگا جیسے دھندلکوں میں گم منزل روشن ہو گئی ہو۔ اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس کے چہرے پر پھیلے ہوئے کئی دنوں کے تفکرات، پریشانیوں اور سوچوں کے اندھیروں نے یکدم دم توڑ دیا اور اطمینان سے لیٹ کر سو گیا۔

حیَ ابن اخطب جب صبح بیدار ہوا تو بڑا ہشاش بشاش تھا۔ فوراً قاصد بھیج کر قوم کے دوسرے سرداروں کو بلا بھیجا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آ گئے۔

"کیا بات ہے آج بڑے خوش نظر آتے ہو؟" سلام بن ابی حقیق نے پوچھا۔

''مسلمانوں سے اپنی ذلتوں کا انتقام لینے کے لئے ایک خیال آیا ہے۔ مشورہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔''

حئ ابن اخطب نے جواب دیا۔

''ایسی بات ہے تو جلدی کہو۔''

کنانہ بن ابی حقیق نے بے تابی سے پوچھا تو حئ نے انہیں تفصیلات بتائیں وہ غور سے سنتے رہے۔ جب بات پوری ہوگئی تو وہاں پر موجود بنی وائل کے ہوزہ بن قیس نے پوچھا۔

''کیا عرب کے دوسرے قبائل مسلمانوں کے خلاف اتحاد پر آمادہ ہو جائیں گے؟''

''ہم انہیں نبی آخر ﷺ کی مخالفت پر ابھاریں گے۔ وہ خود بھی تو ان سے نالاں ہیں۔''

ابن اخطب نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

''اور اگر وہ نہ مانے تو۔'' سلام بن مشکم نے کہا۔

''کیوں نہیں مانیں گے ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ مسلمانوں کی روز افزوں بڑھتی ہوئی قوت سے کون ہے جو خائف نہیں۔''

اس سے قبل کہ حئ ابن اخطب کوئی جواب دیتا ابو عمار بولا۔

''ہم آپس میں ہی خدشات کا اظہار کر رہے ہیں۔ عرب کے دوسرے قبائل سے گفتگو کرنے میں کیا ہرج ہے؟''

ابن ابی الحقیق نے ابو عمار کی تائید میں سر ہلایا۔

''اگر دوسرے قبائل نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو پھر کوئی اور تدبیر سوچیں گے۔''

حئ ابن اخطب نے کہا تو سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ انہیں قریش اور دوسرے سرداران قبائل سے ملنا چاہئے تا کہ ان کے خیالات معلوم ہوسکیں۔

مشرکین مکہ جہاں بیٹھتے وہ حضور ﷺ اور ان کے اصحاب کے بارے میں ہی گفتگو کرتے۔ باوجود شدائد و مظالم کے بھی وہ مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ نہیں کر سکے تھے۔ مختلف غزوات اور جھڑپوں میں وہ جانثاران مصطفیٰ ﷺ کے جذبوں، محبتوں اور قربانیوں کا نظارہ کر چکے تھے کہ چشم فلک نے اس سے قبل کبھی نہ دیکھا تھا۔

☆☆☆

ابوسفیان دوسرے روسا اور لوگوں کے ہمراہ بیٹھا تھا کہ خیبر کی جانب سے بہت سے لوگ آتے دکھائی دیئے۔ سب اس طرف دیکھنے لگے۔ جب وہ لوگ اور قریب آئے تو اس نے انہیں پہچان لیا۔ حیٔ ابن اخطب، سلام بن مشکم، کنانہ بن الربیع، ابی الحقیق، سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن ابی الحقیق اور بنی وائل کے ہوزہ بن قیس، ابوعمار اور دیگر گیارہ افراد ابو عاصر فاسق کے ہمراہ چلے آ رہے تھے۔ وہ ابوسفیان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

''کیسے آنا ہوا؟''

ابوسفیان نے دریافت کیا۔

''ہم اس لئے آئے ہیں کہ محمد (ﷺ) کے قلع قمع (نعوذ باللہ) میں تمہارے ساتھ عہد کریں اور قواعد و پیمان کو قسم کے ساتھ پختہ کریں۔''

حیٔ ابن اخطب نے جواب دیا۔ یہ سنا تو ابوسفیان خوشی سے گویا ہوا۔

''مرحبا بکم اھلا۔ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کی عداوت میں ہماری مدد کرے۔''

''تمہارے قبیلے والوں کا کیا حال ہے؟'' ابوسفیان کے ایک ساتھی نے پوچھا۔

''وہ خیبر اور مدینہ کے درمیان تمہارے انتظار میں ہیں۔'' حیٔ ابن اخطب نے بڑے وثوق سے کہا۔

''اور بنی قریظہ کے متعلق کیا خیال ہے جن کا محمد (ﷺ) سے معاہدہ ہے۔''

ابوسفیان نے اطمینان خاطر کے لئے دریافت کیا۔

''انہوں نے طے کر رکھا ہے کہ جب قریش حملہ آور ہوں گے تو وہ ہم سے تعاون کریں گے۔''

حیَ ابن اخطب نے کہا تو اہل قریش کو قدرے تردد ہوا۔ بیک وقت ان کے ذہنوں میں یہی خیال ابھرا۔

''محمد بن عبداللہ کا دائرہ اثر ونفوذ روز افزوں وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ ﷺ ہی حق بجانب ہوں۔''

تھوڑی دیر کے لئے ماحول پر سکوت طاری ہوگیا۔ یہودی اہل کتاب اور صاحب علم لوگ تھے۔ اطمینان قلب کے لئے ابوسفیان نے پوچھا۔

''حیَ ابن اخطب! تم جانتے ہو ہم تعمیر کعبہ میں کوشش کرتے ہیں۔ مہمانوں کے لئے عمدہ سے عمدہ اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ حاجیوں کے لئے پانی اور طعام کا بندوبست کرتے ہیں۔ صلہ رحمی ہمارا شیوہ ہے۔ بت پرستی ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ ہے جس پر ہم کار بند ہیں۔ محمد ﷺ نیا دین لایا ہے اور جدید رسم پیدا کی ہے۔ تم اہل کتاب ہو کافی معلومات رکھتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد ﷺ کا۔ ان دو ملتوں میں کس کو ترجیح دیتے ہو؟''

ابوسفیان کے سوال نے اسے امتحان میں ڈال دیا تھا۔ بنی اسرائیل صدیوں بت پرست اقوام میں رہے تھے لیکن انہوں نے ہمیشہ توحید کا علم بلند رکھا۔ خدائے واحد پر ایمان کی وجہ سے تاریخ کے مختلف ادوار میں بنی اسرائیل نے مصائب و آلام و شدائد اور ذلت وخواری کی صعوبتیں برداشت کی تھیں لیکن توحید پرستی سے نہ ہٹے خواہ اس کے لئے جان سے ہی ہاتھ دھونے پڑے۔ مگر اس وقت اسلام دشمنی کی وجہ سے اس کے خون میں شیطان گردش کر رہا تھا۔ بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ جواب دیا۔

''بت پرستی اور تمہارا دین ملت حنیف اور شریعت محمدی ﷺ سے بہتر ہے اور تم اپنے موقف میں حق بجانب ہو۔''

حالانکہ وہ جانتا تھا کہ نبی آخرﷺ اور آپﷺ کا دین حق ہے اور باقی سب باطل مگر اس وقت اس کے سر پر مسلمانوں کی دشمنی کا بھوت سوار تھا۔

ابوسفیان نے پچاس آدمیوں کا انتخاب کر دیا اور وہ سب لوگ خانہ کعبہ کے پردوں کے درمیان گئے۔ ان کے سینے دیوار کعبہ کے ساتھ متصل ہوگئے اور ایک دوسرے کے ساتھ ان الفاظ میں عہد باندھا۔

''ہم سب رسولﷺ کی عداوت میں متفق رہیں گے (نعوذ باللہ) اور آپﷺ کے ساتھ جنگ سے جب تک بقید حیات رہیں گے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔''

حیّ ابن اخطب اور اس کے ساتھیوں کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ مسئلہ اتنی آسانی کے ساتھ طے پا جائے گا جس کے متعلق وہ طرح طرح کے خدشات اور قیاس آرائیوں کا اظہار کر رہے تھے۔ سب بہت خوش تھے۔ طے یہ پایا تھا کہ مسلمانوں سے جنگ کا آغاز چند ماہ بعد کریں گے اور اثنا میں اپنی جمعیت کو یکجا کریں گے۔

قریش کی حمایت نے یہودیوں کی بہت سی مشکلات کو آسان کر دیا تھا اب وہ بخوبی دوسرے قبائل کو قائل کر سکتے تھے۔ حیّ ابن اخطب بذات خود دوسرے رؤسا قوم کے ہمراہ بنی غطفان، بنی قیس، بنی حرہ، بنی فزارہ، بنی اشجع، بنی سلیم، بنی سعد اور بنی اسد کے پاس گیا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ اس کی دلی تمنا تھی کہ وہ جبراً رسول اللہ ﷺ اور آپﷺ کے ماننے والوں کو مدینہ سے نکال دے۔ قبیلہ بنی غطفان نے حیل و حجت سے کام لیا تو اس سے معاہدہ کر لیا کہ وہ ایک سال کی خیبر کی کھجوریں ان کو دیں گے۔ دوسرے قبائل کو خوش کرنے کے لئے اس نے ان کے بتوں کی تعریف بھی کی اور اس امر کا یقین بھی دلایا کہ اس دفعہ ان کی فتح یقینی ہے۔

حیّ ابن اخطب کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔ شب و روز وہ مختلف قبائل میں گھومتا پھرتا رہا اور جس طرح بن پڑا انہیں ساتھ ملا لیا۔ وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا اور وہ اس وقت کا بڑی شدت سے انتظار کرنے لگا کہ کب مختلف قبائل کا اجتماعی لشکر مدینہ پر حملہ آور

ہوتا ہے۔ اسی اجتماع کی وجہ سے غزوہ خندق کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔

ابوسفیان بن حرب نے بڑی تیزی و عجلت سے چار ہزار نفوس پر مشتمل لشکر ترتیب دیا جن کے ہمراہ پندرہ سو اونٹ اور تین سو گھوڑے بھی تھے۔ اس لشکر میں ان قبائل کے لوگ بھی شامل تھے جو قریش کے حلیف تھے یہودیوں نے بھی فوجی دستے حسب وعدہ فراہم کر دیئے تھے۔ جو قریش سے آملے تھے۔ قریش کا جھنڈا دارالندوہ میں تیار ہوا۔ لشکر کا علمبردار عثمان بن طلحہ ابی طلحہ تھا جس کا باپ غزوہ احد میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ اور اس غزوہ میں اسے بھی علمداری کی خدمات سپرد تھیں۔

جب یہ لشکر مرالظہر ان پہنچا تو بنو سلیم کے لوگ آکر ساتھ مل گئے۔ وہ تعداد میں سات سو تھے۔ ان کا سردار سفیان بن عبدالشمس تھا جو حرب بن امیہ کا حلیف اور اس ابوالا عورالسلمیٰ کا باپ تھا جو جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تھا۔ بنی فزادہ خاصی جمعیت کے ساتھ شریک جنگ ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک ہزار اونٹ تھے۔ ان کا امیر لشکر عینیہ بن حص تھا۔ بنو اسد اور بنو سعد کے لوگ بھی آئے اور اس فوج میں شامل ہو گئے۔ بنو اسد کا سردار طلحہ بن خویلا الاسدی تھا۔ بنو اشجع چار سو افراد کے ساتھ مسعود بن رخیلہ کی سرداری میں آکر ساتھ مل گئے۔ بنومرہ کی تعداد بھی چار سو تھی اور ان کا امیر الحارث بن عوف تھا۔ الغرض ان سب کی تعداد دس ہزار سے زائد تھی۔ ان سب کی قیادت ابوسفیان بن حرب کر رہا تھا۔ عرب کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا لشکر تھا۔ چنانچہ بڑے کروفر، غرور و تمکنت اور شان وشوکت کے ساتھ سوئے مدینہ روانہ ہوا۔

ختم المرتبت، عالم عالحیان، حبیب اللہ ﷺ کی فراست نبوی سے کون سی چیز پوشیدہ تھی، بخوبی جانتے تھے کہ یہود ومشرکین اور دشمنان دین اسلام مجتمع ہو کر کسی وقت بھی مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوسکتے ہیں۔ خاص طور پر یہودیوں کے مکرو فریب کے جالوں کو سمجھتے تھے لہٰذا ان کی سرگرمیوں اور سازشوں سے باخبر رہنے کے لئے مختلف اطراف میں مخبروں کو بھیجتے رہتے تھے تاکہ ان کا سد باب کرنے کے لئے بروقت

تیار کی جا سکے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ کچھ صحابہؓ بارگاہ رسالت میں مودب و خاموش بیٹھے تھے۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ زندگی معمول کے مطابق رواں دواں تھی۔ لوگ روزمرہ کے کاموں میں مشغول تھے۔ اسی اثناء میں ایک مخبر آیا۔

''السلام وعلیکم و رحمتہ اللہ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔''

اس نے قدرے بلند آواز سے کہا اور سامنے جا کر ادب سے دو زانو بیٹھ گیا۔

''کیا خبر ہے؟''

''میری جان آپ ﷺ پر نثار ہو یا رسول اللہ ﷺ دس ہزار سے زائد قریش اور دوسرے قبائل کے افراد پر مشتمل لشکر مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھ رہا ہے۔''

مخبر نے کہا اور پھر تفصیلات گوش گزار کیں۔ حضور اکرم ﷺ بڑے اطمینان کے ساتھ سماعت فرماتے رہے۔ جب وہ سارا حال بیان کر چکا تو آپ ﷺ نے اعیان مہاجرین اور اشراف انصار کو مشورہ کے لئے بلا بھیجا۔ اپنے محبوب آقا ﷺ کا پیغام ملتے ہی وہ سر کے بل چلتے ہوئے فوراً حاضر خدمت ہو گئے۔

''پھر سے تفصیلات بتاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے مخبر سے ارشاد فرمایا تو وہ پھر سے عرض کرنے لگا۔ تمام حاضرین محفل خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ اپنی بات مکمل کر چکا تو آپ ﷺ نے اپنی زبان ترجمان حق بیان کو جنبش دی اور فرمایا۔

''آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ جو دل میں ہو کہو تا کہ جو مشورہ صائب ہو اس پر عمل کیا جائے۔''

یہ طرز عمل احکام خداوندی کی ادائیگی اور تربیت امت مسلمہ کے لئے تھا ورنہ آپ ﷺ کو کس بات کا علم نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نطق فرماتے تھے۔

''یا نبی اللہ ﷺ! شہر سے باہر نکلنے میں کوئی مصلحت نظر نہیں آتی۔'' عبداللہ بن ابی نے عرض کیا۔''

اکثر صحابہ کرامؓ نے اسے درست خیال کیا۔

''اتنی بڑی فوج کا کس طرح مقابلہ ہوگا۔ کیوں نہ مسلمان حدود مدینہ میں قلعہ بند ہو جائیں۔'' ایک صاحب نے مشورہ دیا۔

''سوال یہ ہے کہ قلعہ بندی اتنی بڑی فوج کے مقابلہ میں کافی بھی ہے یا نہیں۔''

جب پوچھا گیا تو اس کا شافی و کافی جواب نہ ملا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فنون حرب سے آشنا و باخبر تھے۔ انہیں کچھ ایسی تدابیر معلوم تھیں جن سے عرب کلیتہً ناواقف تھے۔ عرض کی۔

''میرے آقا و مولا ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ بلاد عجم میں جب بہت بڑا لشکر کسی شہر کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور وہاں کے باشندوں کو ان کے ساتھ جنگ کی طاقت نہیں ہوتی تو شہر کے اردگرد خندق کھود لیتے ہیں۔''

یہ تجویز مسلمانوں کے دل کو لگی۔ سب اپنے محبوب ﷺ کی طرف دیکھنے لگے کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے بھی اس رائے پر مہر پسندیدگی ثبت فرما دی۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی طرف سے خندق کھودنے کا مشورہ دینے کے بارے میں بعض کتابوں میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ تاریخ کی بعض کتابوں میں یقیناً یہی درج ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان فارسیؓ نے دیا تھا تاہم اس کے متعلق ابن ہشام میں صرف اتنا ذکر ہے'' سلمان (فارسی) نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا اشارہ کیا۔ اس سلسلے میں واقدی نے اپنی کتاب المغازی میں ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ سلمان فارسیؓ نے کہا۔

> ''جب ہم ارض فارس میں تھے اور رسالے کا خوف ہوتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے، کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم خندق کھود لیں، مسلمانوں

نے سلمانؓ کی رائے پر تعجب کا اظہار کیا۔"

خیال رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے موقع پر شہر کے اندر رہ کر دفاع کرنے کے منصوبے کا خیال ظاہر فرمایا تھا جسے نوجوانوں کے اصرار پر ترک کر دیا گیا تھا ممکن ہے حضور اقدس ﷺ کے ذہن میں اسی طرح کا کوئی منصوبہ اس وقت بھی ہو جس کی نوعیت کا اظہار آپ ﷺ نے نہ فرمایا ہو۔

ابن اسحاق کی سیرت کی کتاب اسی موضوع پر سب سے پرانی کتاب ہے۔ اس کے اندر سلمان فارسیؓ کا ذکر نہ ہونا اسی روایت کے موزوں ہونے کا شک پیدا کرتا ہے قرائن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خندق کا فیصلہ خود سرور کائنات ﷺ کا تھا اور خندق لڑائی کی پیچیدگیاں دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال اور یہ فیصلہ اور اس پر تفصیل سے عمل اور محاصرے کے دنوں میں یعنی تقریباً ایک مہینہ کے طویل عرصہ کے دوران اس خندق کے ذریعے مملکت کے صدر مقام کا دفاع یعنی خندق سے متعلق تمام امور سپہ سالار اعظم ﷺ کے مشورے اور فیصلے کے مطابق ہوتے رہے۔ حضور اکرم ﷺ صحابہؓ سے مشاورت ضرور لیا کرتے تھے مگر انہیں کبھی قبول اور کبھی رد بھی فرما دیا کرتے تھے مگر غزوات رسول ﷺ کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ فن حرب اور اس کی جزئیات سے متعلق کوئی صحابی بھی اتنی واقفیت اور اتنا علم نہ رکھتا تھا کہ کھل کر آپ ﷺ کو مشورہ دینے کی جرات کر سکتا۔

بہر طور آپ ﷺ نے نصرت الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن ام کلثوم رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زیدؓ بن حارثہ کو اور انصار کا علم حضرت اسد بن بھادہؓ کو عطا فرمایا اور تین ہزار فوج کے ہمراہ باہر نکل کر کوہ سلع کے میدان میں چھاؤنی قائم کی۔ اب یہ پہاڑ مسلمانوں کی پشت پر تھا جس نے قدرتی رکاوٹ کا کام کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ ان مقامات پر تشریف لے گئے جہاں خندقیں کھودنے کی ضرورت تھی۔ مدینہ منورہ کے بعض گوشے عمارتوں سے مسدود

محفوظ تھے لہٰذا ان مقامات پر جو 3 کوہ سلع کی طرف جانب شرق کھلا میدان تھا خندقیں کھودنے کے لئے منتخب کیا گیا۔

آپ ﷺ نے ہر جانب ایک جماعت کو مقرر فرما دیا۔ مہاجرین راتج کی طرف سے ذباب تک خندق کھودنے کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے۔ انصار کو ذباب سے جبل بنی عبید کا علاقہ اس کام کے لئے ملا۔ بنو عبدالاشہل کو راتج سے اس کے پیچھے تک خندق کھودنے کا فرض سونپا گیا جس کا ایک سرا مسجد کی پشت تک چلا گیا تھا۔ بنو دینار کو اس مقام تک خندق کھودنے کا حکم ملا۔ جہاں طبقات ابن سعد کے مصنف محمدؒ بن سعد کے عہد میں ابن ابی الجنوب کا مکان تھا۔ ہر دس آدمی کو خندق کھودنے کے لئے چالیس گز زمین تقسیم فرما دی گئی' لیکن ایک اور روایت کی رو سے ہر شخص کو دس گز زمین ملی جہاں اس نے خندق بنائی تھی۔ ان دنوں مسلمانوں کی بنی قریظہ سے صلح تھی لہٰذا خندق کھودنے کے لئے کسی، کدال، تیشہ اور کلند وغیرہ عاریتاً ان سے لیا اور بڑی تیزی سے خند کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ مسلمان بچوں اور خواتین کو قلعوں میں بھیج دیا گیا۔ احتیاط کے طور پر ان مکانات کو خالی کرا لیا گیا جو خندق کے قریب تھے یا خندق سے باہر واقعہ تھے اور ان مکانات کی مرمت بھی کرائی گئی جو دشمن کی زد میں آسکتے تھے۔ علاوہ ازیں خندق کے قریب پتھر بھی جمع کر لئے گئے تا کہ بوقت ضرورت دشمنوں پر برسائے جاسکیں۔

خندق کی کھدائی کا کام زوروں شور سے شروع تھا۔ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات خندق کھودنے اور مٹی اٹھانے میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔ کھدائی کے دوران ایک بہت بڑا پتھر نمودار ہوا جس پر کوئی اوزار کارگر ثابت نہ ہوتا تھا۔ مسلمان عاجز آ گئے تھے مگر پتھر ٹوٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ چند ایک صحابہؓ بھی موجود تھے کہ ایک شخص نے آ کر پتھر کے متعلق عرض کیا اور کہا۔

''حضور ﷺ! بہت کوشش کی مگر پتھر ہے کہ ٹوٹتا ہی نہیں۔''

''تم چلو میں خود آتا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ وہ شخص چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ اس جگہ تشریف لے گئے۔ خندق کے اندر داخل ہوئے اور حضرت سلیمان فارسی کے ہاتھ سے کدال پکڑ لیا۔ نو دوسرے افراد کنارے پر کھڑے تھے۔ جب آپ ﷺ نے پتھر پر کدال مارا تو وہ پھٹا۔ اس کے اندر سے اتنی تیز روشنی نکلی جس نے تمام مدینہ کو اس طرح روشن کر دیا جس طرح گھر میں چراغ جلاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو تمام صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کی موافقت کی۔ جب دوسری دفعہ پتھر پر ضرب لگائی تو پہلے کی طرح اس میں سے روشنی ظاہر ہوئی۔ آپ ﷺ نے پھر تکبیر کہی۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہوا تو حضرت سلمانؓ فارسی نے عرض کیا۔

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان یا رحمتہ اللعالمین ﷺ یہ کیا تھا جو ہم نے دیکھا۔''

آپ ﷺ نے دوسرے صحابہؓ کرام سے دریافت فرمایا۔

''کیا تم نے بھی وہ دیکھا جو سلمانؓ نے دیکھا تھا۔''

انہوں نے بڑے ادب سے اثبات میں جواب عرض کیا تو آپ ﷺ نے اپنی زبان دو افشاں کو جنبش دی اور فرمایا۔

''پہلی ضرب کی روشنی میں میں نے کسریٰ کی مملکت سے حیرہ کے محلات کو بڑے بڑے مکانوں کی شکل میں دیکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ مسلمان اس پر غالب آئیں گے۔ دوسری ضرب کی روشنی میں شام کے سرخ محلات دکھائی دیئے اور ان کی فتح کے متعلق بھی خوشخبری دی گئی۔ اور تیسری ضرب کی روشنی میں صنعاء کے محل نظر آئے۔ ان کے متعلق بھی یہی مژدہ تھا کہ میری امت ان پر قابض ہو گی۔''

بعد ازاں حضرت سلمان فارسیؓ کو مخاطب کر کے کسریٰ کے محل کی خصوصیات و صفات جو مدائن میں واقع ہیں ایک ایک کر کے بیان فرمائیں تو حضرت سلمانؓ نے عرض کیا۔

''جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بالکل ایسا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے برگزیدہ رسول ﷺ ہیں۔''

جب آپ ﷺ کدال سے سخت پتھر پر ضرب لگا رہے تھے تو اس وقت آپ ﷺ کے شکم مبارک سے کپڑا ہٹ گیا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ نے دیکھا کہ تین پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ سمجھ گئے کہ حبیب ﷺ نے تین دن سے کوئی چیز تناول نہیں فرمائی۔ پریشان ہوگئے۔ چنانچہ گھر گئے۔ بکری کا بچہ بندھا تھا۔ اسے ذبح کیا اور بیوی کو کھانا تیار کرنے کو کہا۔ اس نے فوراً گھر میں موجود ایک صاع جو پیس کر آٹا گوندھ دیا۔ جب یہ سب ہوگیا تو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور التجا کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! تھوڑا سا کھانا تیار کرایا ہے۔ کرم ہوگا اگر غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔''

''کس قدر کھانا ہے۔''

بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''جا کر اپنی بیوی سے کہو کہ نہ وہ دیگ کو چولہے سے نیچے اتارے اور نہ ہی میرے آنے سے قبل تنور میں روٹیاں لگائے۔''

اور پھر اہل خندق کو آواز دی۔

''جابرؓ نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے۔ چاہتا ہے کہ سب آئیں۔''

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ گھر پہنچے تو قدرے متفکر تھے۔ بیوی نے وجہ دریافت کی تو بولے۔

''حضور ﷺ تمام لوگوں کے ہمراہ ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں۔''

''آپ ﷺ کو کھانے کی مقدار کا علم ہے۔'' ان کی بیوی نے پوچھا۔

''ہاں''

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔''

تھوڑی دیر کے بعد آنحضرتﷺ اہل خندق کے ہمراہ تشریف لے آئے۔ دیگ اور آٹے کے پاس گئے۔ ان میں اپنا لعاب دہن ملایا۔ پھر اللہ سے برکت کی دعا کی اور تنور میں روٹیاں لگانے کے لئے فرمایا۔

جب روٹیاں پک جاتیں تو تنور سے نکلتے ہی انہیں توڑ کر پیالے میں ڈالتے پھر شوربہ ملا کر دس دس آدمیوں کو بٹھاتے۔ جب وہ پیٹ بھر کر کھا لیتے تو اٹھ جاتے اور دوسرے آدمی آجاتے۔ اگر کسی وجہ سے تنور سے دور ہوتے تو فرماتے۔

''دیگ اور تنور کو ڈھانپ دو۔''

اور جب واپس تشریف لاتے تو تنور روٹیوں سے اور دیگ گوشت سے بھری ہوتی۔ اس اناج سے ایک ہزار افراد نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پڑوسیوں کو بھی بھیجا اور جب آپﷺ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو طعام بھی ختم ہوگیا۔

خندق کے زمانہ میں ایک دن نور مجسم محبوب کبریاﷺ تشریف فرما تھے کہ حضرت بشیرؓ بن سعد کی بیٹی پر نظر پڑی وہ ہاتھوں میں کوئی چیز پکڑے جا رہی تھی۔

''میرے پاس آؤ بیٹی۔''

آپﷺ نے اسے بلایا تو وہ قریب جا کر کھڑی ہوگئی

''حکم یا رسول اللہﷺ۔''

''تمہارے پاس کیا ہے؟''

دریافت فرمانے پر اس نے عرض کیا۔

''حضورﷺ کھجوریں ہیں۔ ماں نے دی ہیں کہ باپ اور ماموں ناشتہ کرلیں۔''

یہ سنا تو آپﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھا دیا۔ بچی نے وہ کھجوریں آپﷺ کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ پھر آپﷺ کے فرمان کے مطابق بچی نے کپڑے کو پھیلا دیا اور کھجوروں کو اس کپڑے میں ڈال دیا۔ قریب ہی کھڑے ایک جانثار سے فرمایا کہ وہ اہل خندق کو بلا لائے۔ وہ سب آئے حسب منشاء کھجوریں کھائیں اور جا کر خندق کھودنے

لگے مگر کھجوریں ہنوز موجود تھیں۔

الغرض شبانہ روز محنت سے خندق چھ دنوں میں تیار ہوگئی۔ یہ پندرہ فٹ چوڑی اور اتنی ہی فٹ گہری تھی۔ جب خندق کا کام مکمل ہوا تو قریش اور عرب قبائل کا لشکر دور سے آتا دکھائی دیا۔ ان کا خیال تھا کہ نبی مکرم ﷺ اور ان کے صحابہؓ سے ملاقات احد کے میدان میں ہوگی۔ جب وہاں پہنچے تو کوئی بھی نہ تھا لہٰذا مدینہ کا رخ کیا۔ اپنے اور مسلمانوں کے درمیان خندق کو حائل دیکھا تو حیرت و استعجاب کے سمندروں میں ڈوب گئے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ دفاع کا یہ بھی طریقہ ہے۔

''یہ بھی کوئی لڑائی کا طریقہ ہے۔ بزدلی ہے۔''

بعض بولے اور تلملا کر رہ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ چند ایک روز میں مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے واپس لوٹ آئیں گے۔ مگر خندق کو دیکھ کر سوچنے لگے' کہ اس طرح جنگ مہینوں جاری رہ سکتی ہے۔ مجبوراً انہیں خندق کے قریب ہی پڑاؤ ڈالنا پڑا جہاں وادی روحہ کا پانی اکٹھا ہوتا تھا۔ بنی غطفان اور اہل نجد نے وادی تھمی کے سرے پر مورچہ بنایا' لیکن انہیں خندق عبور کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی مسلمانوں کی طرف سے بھی انہیں دندان شکن جواب ملا۔

مسلمانوں اور حملہ آور لشکر کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور جب موقع ملتا ایک دوسرے پر تیر برسانے لگتے مشرکین نے اپنے درمیان باری مقرر کر رکھی تھی۔ کسی دن صبح کو ابوسفیان بن حرب کسی دن خالد بن ولید کسی دن عمرو بن العاص کسی دن ہبیرہ بن ابی وہب اور کسی دن ضرار بن خطاب الفہری جاتا تھا۔ یہ لوگ کبھی الگ الگ اور کبھی اکٹھے مل کر اپنے گھوڑے گھمایا کرتے تھے۔ اصحابؓ رسول سے مقابلہ کرتے اور اپنے تیر اندازوں کو آگے کرتے تھے جو تیر چلاتے تھے۔

ان دنوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی حارثہ کے ایک قلعہ میں حضرت سعدؓ بن معاذ کی والدہ محترمہ کے پاس موجود تھیں کہ ان کی نظر حضرت سعدؓ پر پڑی جو

چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے تھے حالانکہ آپ عظیم الجثہ اور طویل القامت تھے۔ ارشاد فرمانے لگیں۔

''میں اس چھوٹی زرہ سے خوفزدہ ہوں۔ اللہ نہ کرے اسے کوئی زخم لگ جائے۔''

اسی اثناء میں حضرت سعدؓ کی والدہ ماجدہ نے کہا۔

''بیٹا! جتنی جلد ممکن ہو حضور ﷺ کے ساتھ جا ملو۔ ایسا نہ ہو دیر کر دو اور آپ ﷺ سے دور جا پڑو۔''

''اے ام سعدؓ! کیا اچھا ہوتا اگر تیرا لڑکا پوری زرہ پہن لیتا۔ مجھے اس کے بازو سے ڈر ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سعدؓ کی ماں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''جو ہونا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حکم کر دیتا ہے۔'' حضرت ام سعدؓ نے جواب دیا۔

حضرت سعد بن معاذؓ کشاں کشاں خندق کے کنارے پہنچے تو مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان جھڑپ ہو رہی تھی۔ دونوں طرف سے تیر چل رہے تھے۔ حبان بن العرق نے لشکر کفار سے نکل کر حضرت سعدؓ کی طرف ایک تیر پھینکا اور بآواز بلند بولا۔

''لو اس تیر کو روکو میں عرقہ کا بیٹا ہوں۔''

حضرت سعدؓ نے وہ تیر رگ اکحل رکھایا۔ اس کو عرق الحیوۃ اور ہفت اندام بھی کہتے ہیں۔ یہ کہنیوں کے جوڑ میں ہوتی ہے۔ ہر عضو میں اس کی شاخیں ہیں۔ جب کٹ جائے تو آدمی کے جسم کا سارا خون نکل جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کا کہا ہوا پورا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ مشاہدہ فرمایا تو حبان بن العرق کے متعلق فرمایا۔

''جہنم کی آگ میں تیرا منہ جھلسے۔''

جب حضرت سعدؓ بن معاذ نے دیکھا کہ اس زخم سے جانبر ہونا دشوار ہے تو بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔

''اے رب کریم۔ اے خالق کون و مکاں۔ اگر تیرے رسول ﷺ کو قریش کے ساتھ اور بھی جنگ لڑنی ہے تو مجھے زندہ رکھ تا کہ ان کے ساتھ میں مقابلہ کروں۔ ورنہ اس تیر کو جو لگا ہے میری شہادت کا ذریعہ بنا دے' لیکن اتنی مہلت ضرور عطا فرما دے کہ بنو قریظہ کی عہد شکنی کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔''

دعا بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئی۔ خون بہنا فوراً بند ہوگیا اور آپ اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔

ایک دن کفار کے تمام روسا اپنے لشکریوں کے ہمراہ مل کر نکلے اور خندق میں کوئی ایسی تنگ جگہ تلاش کرنے لگے جہاں سے وہ اسے عبور کرسکیں مگر انہیں ایسی کوئی جگہ نظر نہ آئی۔

ان دنوں بے انتہا سردی پڑ رہی تھی۔ جنگ طوالت اختیار کرتی جارہی تھی۔ کفار میں بے چینی پھیلتی جارہی تھی۔

بنی غطفان جن سے یہودیوں نے وعدہ کیا تھا کہ فتح کی صورت میں وہ خیبر کی ایک سال کی فصل انہیں دیں گے۔ انہیں فتح کی امید نہیں رہی تھی۔ سردی کی شدت انہیں گوارا نہ تھی۔ بنی قریظہ مسلمانوں کی مدد کر رہے تھے۔ انہوں نے عہد کیا ہوا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے۔ اور شرط یہ تھی کہ مسلمان ان سے تعرض نہیں کریں گے۔

قریش سوچنے لگے تھے کہ قبائل عرب کے فوجی دستوں کو لوٹ جانا چاہئے لیکن یہ بھی خیال آتا تھا کہ پھر اتنی بڑی فوج اکٹھی نہیں ہوگی۔ اس دفعہ تو حیّ ابن اخطب اور اس کے حواریوں نے گھوم پھر کر اپنا انتقام لینے کی خاطر قبائل کو جمع کرلیا تھا اور ظاہر یہی کیا تھا کہ کفار کی ہزیمت و شکست سے ان کی عزت خاک میں مل گئی ہے۔ ابن اخطب بھی ان حالات سے بے خبر نہ تھا۔ اندیشہ تھا کہ بنا بنایا کھیل بگڑ نہ جائے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بنی قریظہ کو آنحضرت ﷺ سے نقص عہد پر آمادہ کرنا چاہئے۔ اس سے ایک تو مسلمانوں کو

رسد و کمک نہیں ملے گی دوسرے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے راستہ بھی مل جائے گا۔ اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ تھا۔ اسی اثناء میں اسے سفیان بن حرب کا پیغام پہنچا اور وہ اٹھ کر اس کے خیمے کی طرف چل پڑا۔

''تم نے تو کہا تھا کہ جب قریش حملہ کریں گے تو بنی قریظہ ہم سے تعاون کریں گے۔ جا کر ان کے پیشواؤں میں سے کعب بن اسد کو مسلمانوں سے کئے ہوے عہد کو توڑنے پر آمادہ کرو۔''

سفیان نے کہا۔ شیطان ابن اخطب کو پہلے ہی اس راہ پر ڈال چکا تھا اور بنی قریظہ کو گمراہ کرنے کے لئے سوچ رہا تھا۔

''تم فکر نہ کرو۔ میں کعب سے ملتا ہوں۔ وہ ضرور تعاون کرے گا۔''

حیٔ ابن اخطب نے کہا اور خیمے سے باہر نکل گیا۔ سارا راستہ وہ خیالات کے تانوں بانوں میں الجھا رہا۔

کعب بن اسد اپنے قلعہ کے اندر موجود تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ قدرے سکوت کے بعد پھر کسی نے دروازے کو زور زور سے کھٹکھٹایا۔ دربان نے چھوٹا سا جھروکہ کھول کر آنے والے کے متعلق دریافت کیا۔ جھروکہ بند کر دیا اور پھر اپنے مالک کعب کے پاس جا کر آنے والے کے متعلق بتایا۔ اس نے آنے والے کو بہت ناپسند کیا اور بولا۔

''وہ شخص شیطان ہے مجھے مسلمانوں سے عہد توڑنے کے لئے آمادہ کرنے کے لئے آیا ہے۔''

اور پھر دربان سے کہا کہ قلعہ کے دروازے کو مضبوطی سے بند رکھو۔ جب کافی دیر گزر گئی اور دروازہ نہ کھلا تو باہر کھڑے شخص نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسے امیدوں اور آرزوؤں کے چراغ بجھتے نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ شخص بآواز بلند بولا۔

''کعب دروازہ کھولو۔ میں حیٔ ابن اخطب ہوں۔''

''تو دروغ گو اور منحوس ہے۔ چلا جا یہاں سے۔ تیری شامت اعمال کی وجہ سے بنی نضیر کو جلا وطن ہونا پڑا۔ اب ہماری طرف رخ کیا ہے۔ کمینے دور ہو جا۔''

دروازے کے دوسری طرف سے آواز آئی۔

''تم تھوڑی دیر کے لئے دروازہ تو کھولو۔ سنو تو سہی میں کہنا کیا چاہتا ہوں۔''

''میں جانتا ہوں تم کس لئے آئے ہو۔ ہم نے محمد ﷺ سے معاہدہ کر رکھا ہے اور اس پیمان کو قسموں سے پختہ کیا ہے۔ اس دوران میں ہم نے صدق و صفا اور محبت و الفت کے سوا کوئی اور چیز مشاہدہ نہیں کی۔ بہتر ہے واپس لوٹ جاؤ اور اپنا منحوس سایہ ہم پر نہ ڈالو۔''

کعب بن اسد نے اندر سے جواب دیا۔ حیٔ ابن اخطب بضد تھا کہ وہ دروازہ کھولے اور کعب کسی طرح آمادہ نہ ہوتا تھا۔ اسے اپنی چال ملیا میٹ ہوتی نظر آ رہی تھی۔

''شاید تم اس خوف سے دروازہ نہیں کھولتے ہو کہ کہیں میری ضیافت نہ کرنی پڑے۔''

حیٔ نے دروازہ کھلوانے کے لئے آخری حربہ استعمال کیا۔ وہ جانتا تھا کہ عرب کے درمیان بخل و خست سے زیادہ اور کوئی بری خصلت نہ تھی۔ کعب پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ اس نے دربان سے دروازہ کھول دینے کو کہا۔ حیٔ اندر جا کر اس کے قریب بیٹھ گیا اور اپنی شاطرانہ چالوں سے اسے ورغلانے لگا' لیکن کعب نے اس کی کسی بات پر دھیان نہ دیا اور مسلسل انکار کرتا رہا وہ جانتا تھا کہ اگر مسلمان شکست کھا گئے تو بنی قریظہ اور دوسرے یہودی قبائل کے لئے سود مند ثابت ہوگی اور اگر قبائل عرب ہزیمت سے دو چار ہوئے تو مسلمان بنی قریظہ کو غداری کی سخت ترین سزا دیں گے۔

''میں تیرے لیے دائمی عزت اور لازوال سعادت لایا ہوں۔''

حیٔ بن اخطب نے کہا اس سے قبل کہ کعب کچھ کہتا وہ بولا۔

''عرب کے روسا اور قریش کے سردار بڑے مجمع کے ساتھ مجمع الاملال میں اترے

ہوئے ہیں عطفان اور ان کے علاوہ اشراف اور لشکروں کے سردار تقریباً دس ہزار اشخاص موجود ہیں انہوں نے عہد کیا ہے کہ جب تک محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو تہس نہس نہ کر دیں گے۔ یہاں سے قدم نہ ہٹائیں گے۔"

کعب بن اسد نے اس کی باتوں کو غور سے سنا دل نہیں مانتا تھا کہ عرب قبائل مسلمانوں پر غالب آئیں گے۔ بولا

"حیّ! تم ذلت و خواری کو ساتھ لائے ہو۔ ایسا بادل لائے ہو جس سے پانی خشک ہو چکا اور چمک اور کڑک کے سوا اس میں کچھ بھی نہیں ہے، مجھے محمد ﷺ کے ساتھ ہی رہنے دو اسی میں ہماری سلامتی و عزت ہے۔"

جب حی ابن اخطب نے محسوس کیا کہ کوئی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہو رہی تو اس نے اپنی شاطرانہ و مکر و فریب کا آخری پتا پھینکا اور سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"اگر قریش و غطفان نامراد لوٹے تو میں تمہارے پاس آؤں گا اور اس مصیبت کا مزہ چکھوں گا جو تم لوگوں پر نازل ہوگی۔"

یہودی فطرت کعب پر غالب آ گئی۔ اس نے حیّ ابن اخطب کی بات تسلیم کر لی اور اس کی تشفی کے لیے آنحضرت ﷺ کا عہد نامہ لا کر اس کے سامنے پھاڑ دیا۔ حیّ بہت خوش ہوا اور واپس لشکر میں لوٹ گیا۔ اس کے جانے کے بعد کعب نے اپنی قوم کے رؤسا زبیر بن باطا، بنیش بن قیس، عقبہ بن زید وغیرہ کو بلا بھیجا اور انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔

"لعنت ہو تم پر حیّ بن اخطب کی نحوست اور شامت اعمال کو ہم پر بھی مسلط کر دیا ہے، اس سے معاہدہ کرتے وقت سوچنا چاہیے تھا۔"

دوسرے سرداروں نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا، وہ بظاہر پشیمان بھی ہوا مگر تیر ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو حضرت زبیر بن العوامؓ کو تحقیق حال کے لیے بھیجا۔ واپس

آ کر انہوں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا۔

''اے اللہ کے خلیل ﷺ میں نے بنی قریظہ کو سامان جنگ تیار کرنے میں مشغول دیکھا ہے، اپنے قلعوں اور مکانوں کی مرمت کر رہے ہیں، مویشیوں کو جمع کر رہے ہیں، بظاہر یہی لگتا ہے کہ انہوں نے قریش ومخالفین کے ساتھ پیمان وفا باندھ لیا ہے۔''

سرور کونین ﷺ نے ساعت فرمایا تو حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت حواتؓ بن ہبیرہ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو طلب فرمایا اور بنی قریظہ کی طرف روانہ کیا کہ جا کر انہیں سمجھائیں اور اگر عہد شکنی کی خبر درست ہو تو واپسی پر دوسروں کے سامنے اس کا ذکر نہ کریں۔

جب قاصدان رسول ﷺ بنی قریظہ کی قیام گاہ پر پہنچے تو انہوں نے جو کچھ سنایا دیکھا تھا، حالات اس سے بھی مخدوش تھے۔ انہوں نے عہد شکنوں کو سمجھایا اور انجام سے ڈرایا مگر ارباب سعادت کے ساتھ انہیں دشمنی و عداوت میں بڑا شدید پایا، انہوں نے کعب سے گفتگو کی اور چاہا کہ دوبارہ مسلمانوں کے ساتھ تجدید پیمان کرلیں۔ اس پر وہ لعین بولا۔

''تم بنی نضیر کو جو ہمارے دینی بھائی ہیں، مدینہ واپس بلا لو، پھر عہد کی تجدید کی جاسکتی ہے۔''

جب قاصدان رسول ﷺ نے اسے سمجھانا چاہا تو اس نے زبان طعن وتشنیع کھولی، اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ کو غصہ آ گیا لیکن حضرت سعدؓ بن معاذ نے حضرت بن عبادہؓ کو ٹھنڈا کیا اور واپس لوٹ آئے۔

حالات نے گھمبیر صورت اختیار کر لی تھی۔ جب عام مسلمانوں کو بنی قریظہ کی عہد شکنی کی خبر ہوئی تو انہیں حالات کی مزید سنگینی کا احساس ہوا، محصورین میں جو منافقین کا گروہ تھا وہ حوصلہ شکن خبریں اڑا رہا تھا، معقب بن قبرہ سب پر سبقت لے گیا تھا اور انٹ شنٹ بولتا رہتا تھا، لیکن مسلمانوں کو یقین کامل تھا کہ اللہ اپنے رسول ﷺ کو تنہا نہیں

چھوڑے گا، ضرور اس کی مدد فرمائے گا، یہ آزمائش کی گھڑی ہے۔

رسول اللہ ﷺ سلمہؓ بن اسلم کو دو سو آدمیوں اور حضرت زید بن حارثہ کو تین سو مجاہدوں کے ہمراہ بھیجتے رہتے تھے جو مدینہ کی حفاظت کرتے تھے۔

بنی قریظہ کی عہد شکنی سے قریش و غطفان کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ سہانے سپنے دیکھنے لگے تھے کہ اب صرف چند دنوں کی بات ہے کہ مسلمانوں سے نپٹ لیں گے۔

بنی قریظہ نے دس دن کی مہلت طلب کی تھی کہ اس اثناء میں وہ اپنے آپ کو جنگ کے لیے تیار کرلیں گے۔ اس دوران میں انہوں نے مسلمانوں کی رسد و کمک کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ ان دنوں مشرکین کے گھوڑوں کی پیشانیاں بھی ظاہر ہوئیں مالک بن عوف اور عقبہ بن حصین بن اسد، غطفان اور فزادہ کے ساتھ وادی کے اوپر سے جو مدینہ سے مشرق کی طرف واقع ہے، داخل ہوئے اور قریش و بنی کنانہ وادی کے آخر سے ظاہر ہوئے۔ مشرکین کی ان حرکات سے منافقین کو اور باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ بعض لوگ بنی قریظہ کی بدعہدی پر پیچ و تاب کھا رہے تھے اور یہودیوں کو کوس رہے تھے۔

ایک دن خاتم الانبیا ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنی قریظہ نے قریش سے مدد طلب کی ہے تاکہ مدینہ پر شب خون مارا جائے۔ حضرت زید بن حارثہؓ کو تین سو مجاہدین کے ساتھ بھیجا تاکہ مدینہ کے مکانات اور قلعوں کی حفاظت کریں۔ اوس بن قبطی منافق اور اس کے ساتھیوں نے اسلامی فوج کو ڈرایا کہ اپنے گھروں اور مکانوں کی طرف لوٹ جاؤ۔ ہمارے گھر خالی ہیں، ایسا نہ ہو مخالفین وہاں پہنچ کر لوٹ مار کریں۔

بنی قریظہ کے سورما ایک دن اپنی پناہ گاہوں سے نکلے اور مسلمانوں کے گھروں کا رخ کیا تاکہ خانہ نشینوں کو خوف زدہ کریں۔ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب آنحضرت ﷺ کی پھوپھی صاحبہ حضرت حسانؓ بن ثابت کی پناہ گاہ میں تھیں ان کے اہل و عیال بھی یہیں تھے ایک یہودی اس پناہ گاہ کے قریب سے گزرا اور اس کے ارد گرد چکر لگائے حضرت صفیہؓ نے موٹی سی بلی پکڑی اور پناہ گاہ سے نیچے اتر کر اس زور سے یہودی کے سر

پر دے ماری کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

کفار اکثر حضور اکرم ﷺ کے خیمہ کا رخ کرتے تھے لیکن خندق عبور نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عبادؓ بن بشیر ایک جماعت کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کے خیمہ کی حفاظت پر مامور تھے۔ خندق ایک مقام سے قدرے کم چوڑی تھی اس خیال سے کہیں غنیم یہاں سے پار کر کے حملہ آور نہ ہوں حضور ﷺ بنفس نفیس اس حصے کی رات کو نگرانی فرماتے تھے۔ شدید سردی کے باعث آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی لیکن پھر بھی اس کام پر کسی اور جانثار کو متعین نہ فرمایا تا کہ اسے تکلیف نہ ہو۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کے فوج کے چند افراد جن میں عمرو بن عبدود، نوفل بن عبداللہ، عکرمہ بن ابی جہل، اضرار بن الخطاب، ہبیرہ بن ابی وہب اور دوسرے سرداران فوج جن کی تعداد سو کے قریب تھی، خندق کے اس حصے پر پہنچے جہاں سے وہ تنگ تھی، متذکرہ سرداروں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور خندق کے پار پہنچ گئے۔ باقی سرداروں نے خندق کی دوسری جانب صفیں باندھ لیں۔

عمرو بن عبدود کی شجاعت و بہادری مسلمہ تھی، آلات حرب کو تیزی سے استعمال کرنے اور جنگ و قتال کے ہتھیاروں کی تکمیل میں بڑی شہرت کا مالک تھا۔ ایک دفعہ قریش کی جماعت کے ہمراہ بغرض تجارت ملک شام جا رہا تھا کہ تقریباً ایک ہزار ڈاکوؤں نے راستہ روک لیا۔ اہل کارواں اپنی جانوں سے بھی مایوس ہو گئے۔ اسی اثناء میں عمرو بن عبدود نے نیام سے تلوار نکالی اور ڈاکوؤں پر حملہ آور ہوا، جب ڈاکوؤں نے دیکھا کہ قافلہ کا صرف ایک ہی آدمی انہیں مولی گاجر کی طرح کاٹ رہا ہے تو راہ فرار اختیا کی اور قافلہ صحیح سلامت گزر گیا۔ یہی ہزار ڈاکوؤں سے لڑنے والا بہادر غزوہ بدر میں ایک بڑا زخم کھانے کے بعد بھاگ گیا تھا، جنگ احد میں کسی وجہ سے شرکت سے قاصر رہا، اس جنگ میں شریک ہو کر چاہتا تھا کہ گزشتہ کی تلافی کرے اور پھر سے اپنی بہادری و شجاعت کا سکہ بٹھائے۔

اس نے مبازرت طلب کی شیر خدا حضرت علیؓ نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی آنحضرت ﷺ خاموش رہے۔ اس نے پھر لڑائی کے لیے کسی کو طلب کیا۔ حضرت شیر خدا نے پھر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ اس مرتبہ بھی خاموش رہے۔ عمرو بن عبدود نے پھر مبازرت طلب کی اور کہا۔

''کیا تم میں کوئی مرد نہیں جو میدان میں مردوں کے مقابلے پر آئے۔''

حضرت علیؓ نے پھر عرض کیا تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں قریب بلایا۔ اپنی تلوار ذوالفقار عطا فرمائی۔ خاص زرہ پہنائی، اپنا عمامہ مبارک ان کے سر پر لپیٹا اور رخصت کیا۔ آپ سرفروشانہ انداز میں عمرو کی طرف پیادہ بڑھے حالانکہ وہ سوار تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر رکے اور فرمایا۔

''اے عمرو! تم کہتے ہو کہ جو شخص دو باتوں کی دعوت دیتا ہے، ان میں سے ایک کو مان لیتا ہوں۔''

''ہاں۔'' اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں کہا۔

''میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو گواہی دے کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ﷺ ہیں اور ان کا فرمانبردار بن جا اور پروردگار عالم کا جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔''

حضرت علیؓ نے فرمایا۔

''مجھ سے یہ توقع نہ رکھ۔'' عمرو نے جواب دیا۔

''پھر دوسری بات اختیار کر لے جو تیرے لیے بہتر ہے۔''

''وہ کیا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''مسلمانوں سے جنگ بند کر دے اور واپس چلا جا۔'' حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔

''قریش کی عورتیں باتیں نہ کریں گی، یہ ناممکن ہے کہ اپنی نذر پر قدرت رکھوں اور پورا کیے بغیر واپس وطن لوٹ جاؤں۔'' وہ بولا۔

''کون سی نذر؟''

''جب بدر میں زخم کھا کر بھاگا تھا تو نذر مانی تھی کہ جب تک محمد ﷺ سے انتقام نہیں لے لوں گا جسم پر تیل نہیں ملوں گا۔''

عمرو بن عبدود نے کہا تو حضرت علیؓ شیر خدا گویا ہوئے۔

''اب ہمارا مقابلہ ہوگا۔''

عمرو نے سنا تو قہقہہ مارا اور بولا۔

''اس قسم کا سوال مجھ سے کوئی نہیں کر سکتا۔ ابھی نو عمر ہو اس قابل نہیں کہ مردان کارزار کے مقابلے میں نکلو حالانکہ میرے اور تمہارے والد کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا، نہیں چاہتا کہ تمہارا خون بہاؤں۔''

''لیکن میں تمہارا خون بہانا پسند کرتا ہوں۔''

شیر خداؓ نے کہا تو وہ سخت برافروختہ ہوا، آج تک کسی نے اس سے ایسی بات نہیں کہی تھی۔ گھوڑے سے اترا، تلوار میان سے نکالی اور حملہ آور ہوا، حضرت علیؓ نے اس کا وار ڈھال پر روکا، حملہ اتنا شدید تھا کہ ڈھال کٹ گئی جس کا اثر حضرت علیؓ کے سر مبارک پر پہنچا۔ اب آپ نے اپنی ذوالفقار کو جنبش دی اور ایک ہی وار میں اس ملعون کا سر تن سے جدا کر دیا اور تکبیر بلند کی۔ حضور اکرم ﷺ نے تکبیر کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ عمرو قتل ہو گیا ہے۔

عمرو کے قتل کے بعد ضرار اور ہبیرہ حضرت علیؓ پر حملہ آور ہوئے آپ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے لیکن ضرار نے راہ فرار اختیار کی اور گھوڑے کو اچھال کر خندق کے پار چلا گیا، جب اس سے بھاگنے کی وجہ پوچھی تو بولا۔

''اس وقت میں نے موت کی شکل کو دیکھا تھا۔''

ہبیرہ نے تھوڑی دیر جنگ کو جاری رکھا لیکن جب زخم کھایا تو زرہ پھینک دی۔ حضرت زبیرؓ بن العوام جو قریب تھے انہوں نے عکرمہ اور ہبیرہ پر حملہ کر دیا تو وہ بھی خندق

کے پار بھاگ گئے اس دوران میں عکرمہ کا نیزہ بھی گر پڑا تھا حضرت زبیرؓ نے زرہ اور نیزہ اٹھا لیا نوفل بن عبداللہ مخزومی جب خندق کو عبور کر کے بھاگنے لگا تو خندق میں گر پڑا۔ مسلمان اس پر پتھر برسانے لگے۔

''کیا اس سے اچھی طرح مجھے قتل نہیں کیا جاسکتا۔''

وہ چلایا تو حضرت علیؓ نے خندق میں اتر کر ایک ہی وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

آپؓ نے عمرو بن عبدود کا سر اٹھایا اور لے جا کر اپنے آقائے نامدار ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''علیؓ کی روز خندق مبارزت قیامت تک میری امت کے اعمال سے زیادہ افضل ہے۔''

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جو وہاں موجود تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے سر کو بوسہ دیا۔

قریش نے عمرو اور نوفل کی لاشوں کو خریدنے کے لیے کسی شخص کو بھیجا کہ پوری قیمت دے کر لے آئے مگر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہمیں ان کے ناپاک جسموں اور ان کی خبیث قیمت کی ضرورت نہیں ہے۔''

اور ان کی لاشوں کو لے جانے دیا۔

ایک دن غنیم نے عقیق کے مقام سے آ کر خندق کی ہر جانب یکبارگی جنگ شروع کر دی بنی قریظہ بھی دشمنوں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑتے رہے۔ ابو سفیان نے ایک جماعت کو آنحضرت ﷺ کے خیمے کے برابر رکھا اور مسلمانوں کو اس طرح مشغول رکھا کہ اپنی جگہوں کہ نہ جاسکیں، سارا دن جنگ ہوتی رہی، جنگ اس قدر شدید تھی کہ ظہر و عصر و مغرب کی نمازیں ادا نہ کی جاسکیں، کچھ رات گئے جب اللہ نے دشمنوں کو ہزیمت دی اور وہ اپنے اپنے مقام لشکر کی جانب لوٹ گئے۔ حضرت اسیدؓ بن الحضیر دو

سو مسلمانوں کے ہمراہ خندق ہی پر رہے۔

خالد بن ولیدؓ جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، تھوڑی دیر کے بعد پلٹ پڑے، مسلمان غافل نہیں تھے، تھوڑی دیر مقابلہ ہوا، وحشی بھی مشرکین کے ہمراہ تھا اس نے حضرت طفیل بن النعمان جو مسلمہ میں سے تھے کو نیزہ مارا اور انہیں شہید کر کے بھاگ گئے۔

جنگ سے فراغت کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے اور حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا حکم دیا، اذان کے بعد ظہر کی اقامت کہی اور قضا نماز پڑھی، بعدازاں عصر کی اقامت کہی اور نماز پڑھی پھر مغرب کے لیے اقامت کہی گئی اور نماز ادا کی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ ان کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے نماز وسطی سے ہمیں باز رکھا۔''

جب مسلمانوں پر کڑی، آزمائش کا وقت تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نعیم بن مسعود بن عامر غطفانی کو جو ہمیشہ شیطانی مکر و فریب میں کفار کا ساتھی تھا، راہ ہدایت دکھائی۔ اسلام کی محبت کے نور سے اس کا سینہ روشن ہو گیا۔ وہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا، یہ مغرب اور عشا کا درمیانی وقت تھا۔

''کیسے آئے ہو؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا۔

''حضور ﷺ! میں آپ کا غلام اور مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوا ہوں۔ کسی کو بھی میرے ایمان کی خبر نہیں ہے۔ چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ کے صحابہ اور غلاموں کی نسبت حق خدمت و اعانت بجا لاؤں، اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو ان قبائل کے درمیان تفرقہ و جدائی پیدا کر دوں اور جو چاہوں کہوں۔''

حضرت نعیم مسعودؓ نے عرض کیا۔

''کہو۔ کیونکہ جنگ ایک داؤ ہے۔''

حضور ﷺ نے اجازت عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

حضرت نعیمؓ بن مسعود سب سے پہلے بنی قریظہ کے پاس گئے۔ انہوں نے بڑی آؤ بھگت کی۔ باتوں باتوں میں بولے۔

''تم جانتے ہو تمہارے ساتھ میری دوستی اور محبت کتنی ہے، تم نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر قریش غطفان سے ساز باز کرلی ہے۔ بہت ممکن ہے زیادہ دیر ان کے قدم جم نہ سکیں اور تمہیں حضرت محمد ﷺ کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلتے بنیں۔ اطمینان کی صورت یہ ہے کہ قریش و غطفان کے چند لوگ بطور ضمانت اپنے پاس رکھو تاکہ خطرے کی دلدل میں تمہیں پھنسا کر اپنی راہ نہ لیں۔''

''تم نے اپنی دوستی و محبت کا حق ادا کر دیا ہے۔''

بنی قریظہ کے سرخیل افراد نے کہا۔ اس کے بعد وہ قریش کے پاس گئے اور بڑے رازدارانہ انداز میں کہا۔''

''سنا ہے بنی قریظہ اپنے کئے پر نادم ہیں۔ چاہتے ہیں کہ قریش کے چند آدمی اپنے قبضے میں کر کے محمد ﷺ کو سونپ دیں تاکہ وہ ان کا خون بہائیں۔ اگر یہودی تمہارے پاس یہ پیغام بھیجیں تو بطور یرغمالی اپنے آدمی نہ بھیج دینا۔''

''یہ بات ہے۔ بہت اچھا کیا جو تم نے ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔''

اس کے بعد وہ بنی غطفان کے پاس گئے اور جو قریش کو کہا تھا وہی ان سے کہا۔

حضرت نعیم بن مسعودؓ کی باتیں سن کر قریش غطفان شش و پنج میں مبتلا ہو گئے۔

معاملہ کی تصدیق کے لئے ابوسفیان بن حرب نے کعب بن اسد کے پاس پیغام بھیجا۔

''ہمارے محاصرے نے طول کھینچا ہے۔ یہاں ٹھہرے کافی دن گزر گئے ہیں۔ بہتر ہے کل تم ایک طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دو ہم تمہاری پشت پناہی کے لئے آجائیں گے۔''

تھوڑی دیر کے بعد ابوسفیان کا فرستادہ واپس آگیا۔

''کیا کہتا ہے کعب؟''

''وہ کہتا ہے کل یوم سبت ہے۔ ہم اس دن جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے۔''

ابوسفیان نے کعب کا جواب سنا تو بڑا سیخ پا ہوا۔ دوبارہ قاصد بھیجا اور پیغام دیا کہ اسے کہو۔

''اس ہفتہ کی معذوری کو اگلے شنبہ پر ملتوی کر دو اور کل ضرور جنگ میں حصہ لو۔ اگر ہم نے جنگ شروع کر دی اور تم شامل نہ ہوئے تو پیمان کو کالعدم سمجھیں گے اور تمہارے خلاف بھی ہماری تلواریں اٹھیں گی۔ قاصد چلا گیا اور ابوسفیان بے تابی سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

جب بنی قریظہ نے ابوسفیان کا پیغام سنا تو انہیں بڑا غصہ آیا۔ کہلا بھیجا۔

''ہم یوم سبت کو ہرگز تلوار نہیں اٹھا سکتے۔ اللہ نے یہودیوں کی اس جماعت پر جس نے یوم سبت کا احترام نہیں کیا تھا ان کے چہرے مسخ کر دیئے تھے اور انہیں سور اور بندر بنا دیا تھا بہتر ہے ہماری تسلی کے لئے چند آدمی یرغمال کے طور پر ہمارے پاس چھوڑ دیں۔''

ابوسفیان نے سنا تو اسے نعیم بن مسعودؓ کی باتوں کا یقین ہوگیا۔ وہ فکر مند ہوگیا۔ اس نے بنی غطفان سے مشورہ کیا تو انہیں متردد و متذبذب پایا۔ اس صورتحال سے ان کے دل خوف سے لبریز ہوگئے۔

غزوۂ خندق کے آخری تین ایام میں رسول اللہ ﷺ نے ظہر و عصر کے درمیان مسجد فتح میں دعا مانگی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آندھی اور زلزلہ کے ساتھ بھیجا۔ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

وہ ہفتہ کی رات تھی۔ تاریک اور انتہائی سرد رات۔ خون رگوں کے اندر منجمد ہو رہا تھا۔ حسب معمول رسول اللہ ﷺ خواب سے اٹھے اور اپنے رب کریم کے آگے سربسجود ہوگئے۔ چند رکعت نماز ادا فرمانے کے بعد صحابہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

''کون ہے جو جا کر قوم کی خبر لا کر سنائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اسے جنت میں میرا ساتھی بنائے۔''

بھوک، سردی اور طوفان کی شدت نے قوت گویائی سلب کر رکھی تھی۔ صحابہ کے دانت سے دانت بج رہے تھے۔ آپ ﷺ پھر نماز میں مشغول ہوگئے۔ فراغت کے بعد دوبارہ وہی ارشاد فرمایا اور پھر حضرت حذیفہؓ بن الیمان کو آواز دی۔

''لبیک یا رسول اللہ ﷺ۔''

انہوں نے کانپتے ہوئے کہا اور اللہ محبوب ﷺ نے ان کے سینہ، کمر اور کندھوں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو حضرت حذیفہؓ کا جسم گرم ہوگیا اور سردی کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

''قوم میں جاؤ اور ان کے حالات سے مجھے آگاہ کرو۔ دست درازی نہ کرنا، کوئی حرکت سرزد نہ ہو یہاں تک کہ تم واپس میرے پاس آجاؤ۔''

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جی حضور ﷺ۔''

حضرت حذیفہؓ بن الیمان نے عرض کیا۔ اپنے ہتھیار لئے اور خندق کو عبور کر کے دوسری طرف چلے گئے۔

تاریکی اور سردی میں چلتے چلتے آپ ایک درخت کے پیچھے جا کر چھپ گئے اور دشمنوں کا حال دیکھنے لگے۔ آندھی کا طوفان لحظہ بہ لحظہ شدید سے شدید تر ہوتا جا رہا تھا۔ شیخ عماد الدین ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو رحمت اللعالمین نہ بنایا ہوتا تو وہ آندھی دشمنوں پر باد عقیم سے زیادہ سخت ہوتی جو قوم عاد پر بھیجی گئی تھی۔ اس ہنگام میں ابوسفیان بن حرب سردی سے بچنے کے لئے اپنا کبھی ایک پہلو اور کبھی دوسرا پہلو آگ پر رکھتا تھا۔ حضرت حذیفہؓ کے جی میں آیا کہ اس کے پہلو میں تیر ماروں مگر رسول اللہ ﷺ کی نصیحت مبارک یاد آگئی اور تیر کی جانب بڑھا

ہوا ہاتھ رک گیا، انہوں نے دیکھا کہ دیگوں کے سرپوش اڑ گئے ہیں اور وہ اوندھے گر پڑے۔ خیمے اکھڑ گئے۔ آگ بگولے انہیں ہنکا کر لئے جارہے تھے۔ گھوڑے لشکر کے درمیان دوڑنے، کودنے اور پھرنے لگے سنگریزوں کی آوازیں آنے لگیں جوان پر پڑ رہے تھے۔ بڑے بڑے پتھر بھی اڑ کر مشرکین پر پڑ رہے تھے اور وہ ڈھال سے انہیں روکتے تھے۔ ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ مشرکین کے دل پژمردہ اور چہرے افسردہ ہوگئے۔

ابوسفیان نے جب حالات کو ابتر سے ابتر ہوتے دیکھا تو اپنی قوم سے مخاطب ہوکر بولا۔

''اے گروہ قریش! یہاں ہمارا قیام طویل ہوگیا ہے۔ ہمارے چوپائے ہلاک ہوگئے۔ بنی قریظہ نے ہماری مخالفت کی اور عہد شکنی کے مرتکب ہوئے۔ ہمارے ہتھیار بے کار ہوگئے اور اس طوفان باد نے چکر میں ڈال دیا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اپنی راہ لو میں چلتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ کی طرف آیا۔ بوکھلاہٹ ایسی طاری تھی کہ اونٹ کا زانو کھولے بغیر اس پر سوار ہوگیا۔

عکرمہ بن ابی جہل نے دیکھا تو فریاد کی۔

''اے ابوسفیان! تم قوم کے سردار و پیشوا ہو۔ ان کو ہلاکت میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟''

کوئی جواب دیئے لشکر گاہ میں اعلان کر دیا کہ جتنی جلد ہو یہاں سے چلو۔''

اہل قریش نے اپنے سازوسامان سے ہلکی پھلکی اشیاء اٹھائیں اور واپس مکہ کی طرف چل پڑے۔ دوسرے عرب قبائل بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لئے اور وہ لوگ جو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی جان و مال کے مقصد سے آئے تھے خستہ حال و درماندہ اور بے نیل و مرام لوٹے۔

جب مشرکین و کفار اپنا سامان لے کر واپس جارہے تھے تو حضرت حذیفہؓ بن الیمان واپس لوٹے۔ راستے میں انہوں نے بیس سواروں کو دیکھا جو سفید عمامے پہنے ہوئے تھے۔

''ابو حذیفہ!''

ان میں سے ایک سوار نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آواز سنی تو رک گئے۔

''تم اپنے آقا ﷺ کو خبر دے دینا کہ حق تعالیٰ نے کفار کے لشکر سے آپ ﷺ کی روخلاصی عنایت فرمائی۔''

ایک سوار نے کہا اور پھر وہ نہ جانے کہاں غائب ہوگئے۔

حضرت حذیفہؓ بن الیمان جب واپس اپنے آقا ﷺ کی قیام گاہ پر پہنچے تو آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو نزدیک آنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ قریب گئے تو جو دیکھا تھا عرض کیا۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور آپ ﷺ کے دندان مبارک کا نور ہر سو پھیل گیا۔

حضرت حذیفہؓ ابھی تک جسم میں گرمی محسوس کر رہے تھے لیکن اب پھر سردی نے اثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا تو حضرت حذیفہؓ کو اپنے قریب بلایا اور اپنے کمبل مبارک کا ایک کونہ ان پر ڈال کر اپنے پاؤں مبارک ان کے سینے پر رکھ دیئے۔ آقائے نامدار ﷺ کے پاؤں مبارک ان کے سینے سے لگنے کی دیر تھی کہ ایسی راحت وسکون عطا ہوئی جسے بیان کرنا ناممکن ہے۔ اسی کیف و سرور کے عالم میں حضرت حذیفہؓ کی آنکھ لگ گئی اور خواب کی آغوش میں تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بیدار کیا اور ارشاد فرمایا۔

''اے بہت سونے والے اٹھ۔''

صبح تک خندق کی دوسری طرف نہ کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔ میدان خالی پڑا تھا۔

اس جنگ میں چھ انصار نے جام شہادت نوش کیا اور کفار میں سے تین واصل جہنم ہوئے۔ یہ جنگ بیس روز بعض کے نزدیک چوبیس اور کچھ کے مطابق ستائیس دن جاری رہی۔

حیی ابن اخطب جس نے قریش اور عرب قبائل کو جنگ پر اکسایا تھا اور مسلمانوں کو

صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا خواب دیکھا تھا۔غزوہ بنی قریظہ کے وقت ذلت و خواری کی خاک منہ پر ملے رسول اللہ ﷺ کے روبرو کھڑا تھا۔اس کے ہاتھ پشت کی جانب بندھے ہوئے تھے۔حضرت اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اے دشمن خدا! بالآخر حق تعالیٰ نے تجھے میرے ہاتھ میں قید کرا دیا۔''

''موت کے پنجے سے کسی کو بھی رہائی نصیب نہیں ہوسکتی۔میری عمر کی ایک میعاد مقرر ہے۔اس سے تجاوز میں کیسے کرسکتا ہوں' لیکن پھر بھی میں نے آپ ﷺ کے خلاف جو قدم اٹھایا میں اس پر ندامت محسوس نہیں کرتا۔''

اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا اور پھر لوگوں سے مخاطب ہوا۔

''حکم الٰہی سے ہراساں نہ ہونا چاہئے۔بنی اسرائیل پر اللہ کے حکم سے مصائب و حوادث کے پہاڑ ٹوٹے ہیں۔''

جب وہ بات کر چکا تو حضرت علیؓ نے اپنی تلوار ذوالفقار کھینچی۔حیَ ابن اخطب نے گردن سامنے کر دی۔تلوار فضا میں بلند ہوئی اور اس مردود کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔

OOO

8

صلح حدیبیہ

ذی قعد' 6 ہجری

حدیبیہ کا مقام ہے۔ محفل رسول ﷺ لگی ہوئی ہے۔ ہر جانثار، ہر مجاہد اور ہر پروانہ رسالت ﷺ موجود ہے۔ قریش کی طرف سے آخری سفیر طرفین کے مابین معاہدے کو حتمی شکل دینے کے مقصد سے گفت وشنید کرنے کے لئے آچکا ہے۔ سہیل بن عمر قریش کا سفیر رسول ﷺ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ اس کا انداز گفتگو بڑا کرخت اور گستاخانہ ہے۔ محافظ رسول ﷺ حضرت عبادہؓ بن بشیر اور حضرت مسلمؓ بن اسلم اس کے طرز تکلم سے نالاں ہیں اور اسے جہنم واصل کرنے کے لئے بے چین ہیں مگر ان کو اذن رسول ﷺ نہیں اور وہ خاموش ہیں۔ سہیل بن عمرو عربوں کے قدیم دستور کے مطابق بات کرتے ہوئے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا ہے۔ مگر حضرت عبادہؓ اور حضرت مسلمؓ اس کا ہاتھ تلوار سے پرے کر دیتے ہیں۔

اسی دوران حضرت ابو جندل جو سہیل بن عمر کے بیٹے تھے اور مسلمان ہو چکے تھے، باپ کی قید سے بھاگ کر بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سمیت مکہ کی پہاڑیوں سے لڑھکتے ہوئے مسلمانوں کے پاس پناہ کے لئے پہنچتے ہیں، جبر وتشدد نے ان کے جسم کو زخموں سے لالہ زار بنا دیا تھا۔ لیکن ان کی ساری جدوجہد اکارت گئی کیونکہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ گو ابھی زیر تحریر تھا مگر س میں پس و پیش ممکن نہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو جندلؓ کی حالت دیکھی تو آبدیدہ ہوگئے اور سہیل بن عمرو سے صرف ایک شخص کی رعایت چاہی ''سہیل!

ابوجندل کو ہمارے ساتھ کر دو"

حضورﷺ نے فرمایا۔

لیکن سہیل بن عمر کہنے لگے۔

"اے محمدﷺ آپﷺ کے ساتھ معاہدے میں یہی ہماری پہلی شرط ہے۔ اس کے بغیر مصالحت ممکن نہیں۔"

اور یوں اس نے حضرت ابوجندلؓ کو مسلمانوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت ابوجندلؓ حسرت و یاس کی تصویر بنے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ تمام مسلمان ان کے بہی خواہ ہونے کے باوجود ان کی مدد کرنے پر قاصر تھے۔ حضرت ابوجندلؓ کو رنجیدہ دیکھ کر آنحضرتﷺ نے فرمایا

"ابوجندل صبر کرو۔ دل خوش رکھو۔ ثواب کی امید اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ وہ عنقریب تمہارے لئے اور تمہارے ساتھیوں کے لئے کشادگی کی راہ پیدا کرے گا۔"

یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا جب مسلمان قریش مکہ سے حدیبیہ کا معاہدہ طے کر چکے تھے اس معاہدے کی حکایت و حقائق کے متعلق تاریخ کی کتب ہمیں اس طرح بتاتی ہیں کہ جنگ خندق کے ایک سال بعد ذی قعد 6 ھ میں آنحضرتﷺ نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے متبعین طائفہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ گو ان دنوں حج مسلمانوں پر فرض نہیں ہوا تھا۔ تاہم حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے رائج تھا اور سنت ابراہیمی کے اتباع کے لئے حج کرنا سب لوگ عین سعادت سمجھتے تھے۔ قرآن کریم کی رو سے کعبہ کو مرکزی حیثیت بھی حاصل تھی۔ پھر آپﷺ کے اس خواب کی تصدیق وحی الہی سے بھی ہوگئی۔

"تم مسجد حرام میں انشاء اللہ بے خوف داخل ہو جاؤ گے۔" (الفتح 27)

مسلمانوں نے اس خواب رسولﷺ اور نوید افزا وحی کی ندا سنی تو وہ خوشی سے سرشار ہوگئے اور رسول اللہﷺ کی مکہ جانے کی خوشی دیدنی تھی۔

مکۂ مدینہ میں آنے کے بعد بھی آپ ﷺ کی تمناؤں کا مرکز اور آرزوؤں کا محور رہا۔ آپ ﷺ کا جسم یہاں تھا تو روح وہاں تھی۔ آپ ﷺ کی نگاہ کا ہر تار اسی قبلہ مقصود سے وابستہ اور دل کی ہر جنبش اسی مرکز حیات سے ہم آہنگ تھی۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے آپ ﷺ کا خیال اسی سدرۃ المنتہٰی کی طرف رہتا تھا۔ آپ ﷺ کو اپنے مشن کی صداقت پر یقین محکم اور اس کی آخری کامیابی پر یقین کامل تھا۔ اس لئے یہ امید آپ ﷺ کے قلب اطہر کی گہرائیوں میں ایک حقیقت ثانیہ بن کر پیوست ہوگئی تھی کہ ایک نہ ایک دن آپ ﷺ ضرور مکہ میں داخل ہوں گے اور کعبۃ اللہ کو ملت اسلامیہ کا مرکز بنایا جائے گا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کر رکھا تھا کہ کعبہ کی تولیت آپ ﷺ کو مل کر رہے گی۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (ص 2/144)

مدینہ میں تشریف لائے ہوئے آنحضرت ﷺ کو چھ سال ہو چکے تھے۔ مدینہ میں نئی اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ مگر قریش مکہ نے اس نوزائیدہ مملکت کو ابھی تسلیم نہیں کیا تھا۔ ان چھ سالوں میں ان لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ ریاست اسلامیہ کو ختم کر دیا جائے لیکن ان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔

کفار مکہ کئی دفعہ مسلمانوں کے خلاف جنگی قوت لے کر آئے اور اس مختصر جمعیت کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر ہر بار انہیں ایسا بھاری نقصان اٹھانا پڑا کہ ان کی کمر ٹوٹ گئی۔

بدر کے میدان میں ابوجہل ایک ہزار جنگجو لے کر آیا۔ احد کی جنگ میں ابوسفیان تین ہزار تیغ زن لے کر پہنچا تو خندق کی جنگ کے موقع پر دس ہزار کفار کا ٹڈی دل لشکر مسلمانوں کو پسپا کرنے کے لئے چڑھ آیا۔ اگر صرف جنگ خندق ہی کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ مسلمانوں کے لئے کتنی آزمائش کا وقت تھا۔ کفار مکہ کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی جب وہ تنہا کچھ نہ کرسکے تو انہوں نے مسلمانوں کے دوسرے دشمنوں

یہودیوں کو اپنی ساتھ ملا لیا اور یوں جنگ خندق کے موقع پر قریش اور یہود' مسلمانوں کے مقابلے پر کھل کر سامنے آ گئے اور مسلمانوں کو دو دشمنوں سے نبرد آزما ہونا پڑا اس سے کڑی اور بڑی آزمائش اور کون سی ہوگی۔ حضور ﷺ نے یہودیوں سے جو صلح و مصلحت کی کوششیں کی تھیں وہ ثمر بار نہ ہوئیں اور ان کی شر پسندی کا پارہ عروج پر پہنچ گیا۔ ان دونوں اقوام باطلہ نے یہ سوچا کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی دو اقوام کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ لیکن نصرت الٰہی سے آنحضرت ﷺ نے کمال فراست' ہوشمندی' جنگی مہارت اور مسلمانوں کی عظیم الشان طاقت کے ساتھ جنگ احزاب میں دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور اسلام اور مسلمانوں کو کفر و کفار کی قوت سے محفوظ رکھا۔ اب مسلمانوں کو یقین ہو گیا تھا کہ عرب میں انہیں تسلیم کر لیا گیا ہے کسی کو ان سے ٹکرانے کے لئے سو مرتبہ سوچنا پڑے گا۔ اب مسلمان عرب میں سر اٹھا کر چل سکتے تھے۔

ان جنگوں میں کافروں کے ناقابل فراموش بہیمانہ کردار کے باوجود آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ صلح کا منصوبہ بنایا۔ یہ بات روز روشن کی طرح اٹل حقیقت ہے کہ سیاست میں جیت ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے جو جنگ کے ساتھ صلح جوئی کا بھی مرد میدان ہو۔ اور مناسب طریقے سے مناسب وقت پر دشمن کو صلح پر مجبور کر دے اور اس صلح کے ذریعے اپنی بالادستی منوا لے۔

جیسا کہ سطور بالا میں مذکور ہے کہ مسلمان اب کمزور نہیں تھے۔ وہ طاقت بھی رکھتے تھے حق لینا بھی جانتے تھے لیکن اس طاقت کا صحیح وقت پر صحیح استعمال ضروری تھا کیونکہ محض طاقت کا تفاخر اس وقت تک فائدہ مند نہیں ہوتا جب تک اس کے ساتھ کامیاب سیاسی تدبر کو بروئے کار نہ لایا جائے۔ پس آنحضرت ﷺ نے وحی الٰہی کی راہ نمائی میں اپنی سیاست و تدبیر بروئے کار لانے کا پروگرام بنایا۔

آپ ﷺ نے قریش سے مصالحت کے لئے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان باہم رابطوں اور واسطوں پر غور کیا تو زیارت کعبہ اور حج وعمرہ کی رسم ہی ایک بڑا رابطہ ہوسکتا

تھا۔ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ تھا جس کی طرف وہ دن میں پانچ مرتبہ منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ پھر عرب کے طول و عرض سے دوسرے لوگ ایک لمبی مسافت طے کر کے مکہ آتے تو اہل مکہ ان کا والہانہ استقبال کرتے تھے مگر مسلمانوں کا مکہ میں داخلہ اور حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرنا قریش کو نا گوار تھا۔ اور تو اور جو مسلمان مکہ میں موجود تھے ان کو بھی ان کے مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روکا جاتا تھا۔ کعبہ میں نماز ادا کرنے، قرآن پاک کی تلاوت کرنے میں قریش مزاحم ہوتے تھے حالانکہ اس واسطے سے صلح کی سبیل نکل سکتی تھی۔ اس بارے میں ارشاد ربانی بھی غور طلب ہے۔

> ''لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا اور کفر پر تل جانا اور بیت اللہ کے دروازے لوگوں پر بند کرنا اور وہاں کے باشندوں کو وہاں سے دیس نکالا دینا اللہ کے نزدیک حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے سے بھی زیادہ بری بات ہے۔''

آنحضرت ﷺ کی طرح ان کے جانثار اور فدائی بھی یہی چاہتے تھے کہ کم از کم سال میں ایک دفعہ حج و عمرہ کے لئے مکہ ضرور جائیں۔ اپنے وطن کی گلیوں میں پھریں اور اپنے رب کے گھر کا طواف کریں۔ کعبہ کی دید کا اشتیاق بعض اوقات مومنوں کے دل کو فگار کر دیتا تھا اور وہ اپنے وطن اور قبلہ کی یاد میں دل مسوس کر رہ جاتے۔ اصولی طور پر قرش کو اس بات کا کوئی حق نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں کو کعبہ کی زیارت سے روکتے کیونکہ کعبہ صرف قریش کی ملکیت و جاگیر نہیں تھی بلکہ اس پر پورے عرب کا حق تھا۔ وہ تو صرف اس گھر کے متولی تھے لیکن قریش کی یہ مزاحمت اور مسلمانوں کو مکہ آنے سے رکاوٹ محض اس وجہ سے تھی کہ مسلمانوں کی آمد و رفت سے مشرکین کا ان سے میل جول ہوگا اور کفر پر اسلام کا رنگ غالب آجائے گا۔ قریش کے مشرک سردار عام شہریوں کے سامنے اپنے ان خدشات کے پیش نظر بے شمار تاویلیں گھڑتے رہتے تھے مثلاً

انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ بتوں کے غضب سے مدینہ کی آب و ہوا مسلمانوں

کے لئے ایسی ہوگئی ہے کہ وہ بیمار اور لاغر ہوگئے ہیں۔ قحط پڑا ہوا ہے۔ سب بھوکے مر رہے ہیں۔

مکہ کے شہری اپنے سرداروں کی اس طرح کی باتوں پر یقین رکھتے تھے۔ اس طرح اگر مسلمان مکہ آجاتے تو سرداروں کے جھوٹ کا پول کھل جانے کا بھی اندیشہ تھا۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو مکہ آنے سے روکنے کی کلی کوشش کرتے تھے۔

دوسری طرف مہاجرین کے بے شمار رشتہ دار اور دوست مکہ میں آباد تھے۔ بے شک جاہلیت اور بت پرستی کے جذبہ اور دباؤ کی وجہ سے وقتی طور پر ان لوگوں کی آپس میں مخالفت تھی لیکن اندرون دل اب بھی محبت کی چنگاریاں موجود تھیں اور ایک ہی ملاقات ان کو ہوا دے کر شعلہ جوالا بنا سکتی تھی۔ سرداران قریش کو اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ مسلمانوں کی آمد سے بھولی بسری محبتیں جاگ جائیں گی اور کفار اپنے مسلمان رشتہ داروں کے لئے نرم اور کمزور پڑ جائیں گے بلکہ تین جنگوں میں مسلسل ناکامی کے بعد ایسی فضا مکہ میں پیدا ہو بھی چکی تھی۔ اکثر کفار مکہ کا خیال تھا۔

> ''بے شک محمد ﷺ کا مذہب (نعوذ باللہ) غلط سہی لیکن اس میں خونریزی کی کیا بات ہے، وہ بتوں کو نہیں مانتے نہ مانیں وہ جانیں اور بت۔ ہم آپس میں کیوں لڑیں اور لڑائی بھی ایسی کہ ہم ایک ہی خاندان کے افراد ایک دوسرے کو قتل کرتے رہیں۔ ایسا بہت کچھ ہو چکا ہے۔ اب یہ سلسلہ بند ہو جانا چاہئے اور مصلحت آمیزی کی کوئی راہ نکلنی چاہئے' لیکن باوجود اپنے دل کی اس آرزو کے وہ سرداران قریش کے سامنے زبان کھولنے سے ڈرتے تھے۔''

عسکریت کے سالار اور کائنات کے سردار نبی اکرم ﷺ نے مصلحت آمیزی اور صلح جوئی کے جو پروگرام بنائے تھے فضا سازگار ہوتے ہی آپ ﷺ نے ان پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ فرمایا اور اس منصوبہ پر عمل کرنے کا اصل محرک درحقیقت وہ خواب تھا جس کا ذکر

گزشتہ اوراق میں کیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں منادی کروا دی کہ جو لوگ مکہ زیارت کعبہ کے لئے جانا چاہتے ہیں وہ تیاری کر لیں مگر کوئی شخص گھر سے جنگ کا ارادہ کر کے نہ نکلے کیونکہ حرمت والے چار مہینے شروع ہونے والے ہیں۔ ان مہینوں میں جنگ حرام ہے۔ قریش بھی اسے حرام سمجھتے ہیں اور مسلمان بھی۔ اس اعلان کا سننا تھا کہ وفور شوق نے قریباً چودہ سو مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کا ہمرکاب وہم سفر بنا دیا۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں اپنا ایک نائب بنا کر اس کو انتظامی امور سے آگاہ کر کے سفر کا آغاز کر دیا۔ آپ ﷺ کے ہمراہ کوئی جنگی ہتھیار نہ تھا سوائے تلوار کے اور وہ بھی نیام میں تھی۔ مزید آپ ﷺ کے ساتھ ستر اونٹ بھی تھے جن کو قربانی کی غرض سے ساتھ لیا گیا تھا اور ان کے دائیں پہلو پر نشان لگا دیا گیا تھا کہ ان جانوروں کو قربانی کے لئے لایا جا رہا ہے تاکہ دور سے ہی پتہ چل جائے کہ مسلمان مکہ کی طرف لڑائی کے لئے نہیں صرف فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں نے احرام باندھ رکھے تھے اور زائرین کعبہ کی طرح بال بھی ایک خاص طریقے سے گوندھ لئے تھے۔ غرضیکہ کوئی بھی دیکھنے والا اس کاروان اسلامی کو دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ لوگ جنگ کے لئے جا رہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ مطمئن تھے کہ اگر قریش جنگ کرنے پر آمادہ ہو بھی گئے تو کوئی قبیلہ ان کا ساتھ نہیں دے گا کیونکہ حرمت کے مہینوں میں جنگ کرنا ہر قبیلہ کے نزدیک ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ مسلمان اپنی ظاہری حالت سے زائرین کعبہ لگ رہے تھے۔ اس لئے ان کے ساتھ جنگ کرنے پر کوئی بھی تیار نہیں ہو سکتا تھا۔

قریش نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تو وہ جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے۔ وہ مسلمانوں کی عسکری صلاحیتوں سے خائف بھی تھے۔ ڈیڑھ ہزار کے لشکر جرار کی خبر سن کر ان کی سٹی گم ہو گئی انہوں نے باہم دگر فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ ہو جائے مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کو

دو سو سواروں کے دستے کا سالار بنا کر بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیں۔ دو سو سواروں کا یہ دستہ مکہ اور مدینہ کے راستے پر ''ذی طویٰ'' کے مقام پر ڈیرے ڈال کر بیٹھ گیا تا کہ مسلمان جب یہاں پہنچیں تو یہ فوج ان کو بزور بازو آگے بڑھنے سے روک دے۔

مکہ کے سرداروں کے عزائم اور ان کی بھیجی ہوئی فوج کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ''عسقان'' کے مقام پر ایک خزاعی خبر رساں بشیر بن سفیان نے دی۔ آپ ﷺ نے اطلاع پا کر فرمایا۔

''یہ قریش کی بدبختی ہے جنگوں نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ آج اگر وہ مسلمانوں اور عرب زائرین کو طواف اور زیارت کعبہ سے نہ روکتے تو ان کا کیا بگڑتا۔ وہ درمیان سے ہٹ جائیں مجھے اور پورے عرب کو نپٹنے دیں۔ اگر عرب مجھے ختم کریں تو قریش کا مقصد پورا ہو جائے گا اور انہیں خوشی ہوگی اور اگر میں غلبہ پا جاؤں تو قریش چاہیں تو اپنی کثیر تعداد کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں خدا کی قسم حق کی خاطر آخری دم تک لڑتا رہوں گا۔''

اس صورتحال میں رسول اللہ ﷺ فکر مند بھی ہوئے کیونکہ نہ جنگی تیاریاں تھیں اور نہ ہی کسی کو جنگ کی تمنا تھی۔ آپ ﷺ تو مصالحت کا منصوبہ لے کر چلے تھے۔ یہ بات حقیقت تھی کہ جنگ حرمت کے مہینوں میں نہیں ہوتی لیکن قریش کی جھوٹی افواہیں کہ محمد ﷺ فوج کشی کر رہے ہیں لوگوں کو جنگ پر آمادہ کر سکتی تھی۔ جنگ سے جانی نقصان کے علاوہ مسلمانوں کا جو تشخص اور وقار عرب اقوام کے دلوں میں پیدا ہو چکا تھا اس کے ختم ہونے کا بھی اندیشہ تھا۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر آپ ﷺ نے سفر جاری رکھا اور اپنے فدائیوں سے فرمایا۔

''کوئی ایسا شخص ہے جو ہمیں کسی دوسرے راستے سے مکہ لے جائے جہاں ہم قریش

کی فوج کے تصادم سے بچ جائیں۔"

ایک شخص آپ ﷺ کو پیچ در پیچ گھاٹیوں اور دشوار گزار راستوں سے لے کر حدیبیہ کے مقام تک پہنچا۔ اس جگہ پہنچ کر حضور ﷺ کی اونٹنی خود بخود بیٹھ گئی۔ آپ ﷺ نے قافلے کو رک جانے کا حکم دیا اور فرمایا۔

"اونٹنی تھکان سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے یہاں رکی ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ تم بھی یہاں رک جاؤ۔"

حدیبیہ کا مقام مکہ سے تیرہ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ علاقہ بھی حرم کی حدود میں داخل ہے اور یہاں بھی جنگ اور خونریزی ممنوع ہے۔ حدیبیہ کو آج کل "شمیسی" کہتے ہیں۔ یہ جدہ و مکہ والی سڑک پر واقع ہے۔ یہاں پڑاؤ ڈالنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اہل مکہ آج محمد ﷺ سے جس شرط کا بھی مطالبہ کریں گے میں انسانوں کی بھلائی کی خاطر ان کی ہر شرط تسلیم کر لوں گا۔"

قافلہ حدیبیہ کے مقام پر اترا تو پانی کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت دقت ہوئی۔ کیونکہ دور دور تک پانی کا کہیں بھی نام ونشان تک نہ تھا۔ کنوئیں خشک پڑے تھے۔ آپ ﷺ کو اس مشکل کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا اور فرمایا۔

"اس تیر کو وادی کے کسی بھی کنوئیں میں نصب کر دیا جائے۔"

جونہی ایسا کیا گیا تو حدیبیہ کے کنوئیں سے پانی جوش مار کر ابل پڑا اور سب انسانوں اور جانوروں نے شکم سیر ہو کر پانی پیا۔

قریش کو جب اطلاع ملی کہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کی روانگی بے سود ثابت ہوئی ہے اور مسلمان حدیبیہ کے مقام پر پہنچ چکے ہیں تو وہ عجیب صورتحال سی دوچار ہو گئے۔ اکثر کا خیال تھا کہ لڑائی نہ کی جائے مسلمان حرمت کے مہینے میں آئے ہیں انہیں

زیارت کعبہ کرنے کی اجازت دی جائے لیکن سرداران قریش سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا مکہ میں پرامن حالت میں داخلہ بھی عوام پر ایسے اثرات مرتب کر دے گا جو ان کی سرداری میں شگاف ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ جنگ بھی نہ ہو اور مسلمان طواف اور زیارت کعبہ کے بغیر ہی واپس چلے جائیں۔ اس سلسلہ میں قریش کے بالا بلندوں نے ایک وفد قبیلہ خزعہ کے سردار بدیل بن ورقا کی سرکردگی میں حدیبیہ روانہ کیا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تفصیلاً گفت وشنید کی اور واپس آ کر قریش سے کہا۔

''اے قریش! مسلمانوں کو زیارت کعبہ سے مت روکو۔ وہ صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں اور عمرہ سے روکنا کوئی اچھی بات نہیں۔ بلکہ محمد ﷺ تو اس بات کے تمنائی ہیں کہ جنگوں کا سلسلہ آئندہ چند برسوں کے لئے موقوف کر دیا جائے اور بلاشبہ محمد ﷺ اپنے موقف پر سچے ہیں۔''

قریش نے بدیل بن ورقا کی بات چیت سے متاثر ہونے کی بجائے انہیں سخت برا بھلا کہا اور ایک اور وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ دوسرے وفد کے خیالات سے بھی بدیل بن ورقا کے جذبات کی تائید ہوتی تھی مگر قریش اس پر بھی خاطر جمع نہ کر سکے۔

اب قریش نے احابیش قبیلے کے سردار حلیس کی قیادت میں تیسرا وفد بھیجا۔ یہ قبیلہ تیر اندازی میں مہارت رکھتا تھا۔ قریش کا خیال تھا کہ ان لوگوں کی بات چیت اگر ناکام رہی تو یہ غصے میں آ کر مسلمانوں پر تیر اندازی کریں گے جس سے معاملہ خود بخود نتیجہ خیز ہو جائے گا۔

حلیس حدیبیہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''خانہ کعبہ میں قربانی کے لئے جو جانور لائے گئے ہیں وہ انہیں دکھائیں۔''

حلیس نے دیکھا کہ قربانی کے ستر اونٹ بھوک کی وجہ سے ایک دوسرے کے بال نوچ رہے تھے۔ اس منظر نے اسے بہت متاثر کیا اور وہ حضور ﷺ سے کوئی بات چیت

کئے بغیر واپس مکہ آ گیا اور قریش سے کہا۔

''تم ظلم سے باز آجاؤ اور مسلمانوں کے لئے مکہ کا دروازہ کھول دو تاکہ وہ آ کر قربانی کریں۔''

قریش نے سخت مایوسی کے عالم میں کہا۔

''حلیس تو بدو کا بدو ہی نکلا سیاست کو سمجھنا تیرے بس کی بات نہیں۔''

حلیس نے غصے سے کہا۔

''تو پھر یاد رکھو! میں یا میرے قبیلے کا کوئی آدمی بھی محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو طواف کعبہ سے روکنے میں شامل نہیں ہوگا۔''

یہ سن کر قریش بہت گھبرائے اور مایوس ہوئے کیونکہ ان کی اجتماعی قوت اس طرح گھٹتی جا رہی تھی۔ آخر کار چوتھے وفد کو عروہ بن مسعود ثقفی کی قیادت میں حدیبیہ روانہ کیا گیا۔ عروہ بن ثقفی حکمت و دانائی میں یکہ تاز سمجھے جاتے تھے۔ عروہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ''آپ ﷺ کی قریش کے ساتھ جنگ میں آپ ﷺ کے ساتھی کہیں آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ نہ جائیں کیونکہ پہلے یہ لوگ اپنوں سے دور اور آپ ﷺ کا ساتھ دینے پر مجبور تھے۔ اب صورت حال مختلف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کے ساتھی آپ ﷺ کی مدد سے ہاتھ اٹھالیں۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ قریش کی شرائط مان لیں۔''

عروہ کی اس بات کا جواب حضرت ابوبکرؓ نے نہایت سختی سے دیا اور کہا۔

''خدا کے رسول ﷺ کے فدائی آخری سانس تک ان کا ساتھ دیں گے۔''

گفتگو کے دوران عروہ عرب کے دستور کے مطابق حضور ﷺ کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھا بڑھا کر بات کر رہا تھا۔ حضرت مغیرؓ بن شعبہ نے کئی بار تلوار کی نوک سے اس کا ہاتھ پرے کیا۔ طویل مذاکرات کے بعد عروہ نے بھی بے نیل و مرام واپس مکہ پہنچ کر قریش سے کہا۔

''برادران قریش! میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے دربار دیکھے

لیکن محمد ﷺ جیسی شان و عظمت کسی بادشاہ کی نہ دیکھی اور تو اور ان کے ساتھی ان کے وضو کے پانی کے قطرے بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ ان کا بال زمین سے اٹھا کر کسی قیمت پر دوسروں کو دینا گوارا نہیں کرتے۔ میرا مشورہ مانو تو انہیں زیارت کعبہ کرنے دو اور اپنی رائے پر نظر ثانی کرو۔"

مگر قریش نے اس کی بات بھی ماننے سے انکار کر دیا۔

قریش کے چار وفود یکے بعد دیگر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو چکے لیکن کوئی بات نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے خراش بن امیہ خزاعی کو اپنا ایلچی بنا کر مکہ روانہ کیا اور اسے ہدایت کی کہ وہ مکہ کے اصل حالات معلوم کرنے کے علاوہ قریش سے کوئی فیصلہ کن گفتگو بھی کرے جو دونوں فریقین کے لئے سیر حاصل ثابت ہو۔ قریش کی خو ابھی تک فتور آلود تھی۔ انہوں نے پہلے آپ ﷺ کے قاصد خراش کے اونٹ کو ہلاک کر دیا اور پھر انہیں بھی قتل کرنے کے در پے ہو گئے' لیکن قبیلہ احابیش کا سردار آڑے آ گیا اور اس نے قاصد رسول ﷺ کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور قریش کو برملا کہہ دیا۔

"یہ شخص اب میری حفاظت میں ہے تم لوگ اس کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتے۔"

قریش قاصد کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو انہوں نے چالیس پچاس نوجوانوں کو حدیبیہ روانہ کر دیا جنہوں نے مسلمانوں پر پتھراؤ کیا۔ بمصداق کھسیائی بلی کھمبا نوچے، مگر مسلمانوں کو ان سے کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔ بلکہ ان نوجوانوں کو پکڑ لیا گیا اور قیدی بنا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ حرمت کے ان ایام میں قریش دو مرتبہ قوانین مقدسہ کی خلاف ورزی کر چکے تھے۔ آنحضرت ﷺ چاہتے تو اس وقت کوئی کارروائی کر سکتے تھے لیکن آپ کی دلی منشا یہی تھی کہ جنگ نہ ہو۔ گرفتار زدگان نے آپ ﷺ سے معافی مانگی اور رہائی کی درخواست کی تو ابر کی گہر باریوں نے ان کے دامن کو خالی نہ لوٹایا۔ اور ان سب کو معافی دے کر چھوڑ دیا۔ اسی واقعہ کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

"وہی ایسا ہے جس نے مکہ میں تمہارے ہاتھوں کو ان منکرین حق کے قتل

سے اور ان کے ہاتھوں کو تمہارے قتل سے، بعد اس کے کہ خدا تمہیں ان پر فتح مند اور ظفریاب کر چکا تھا، باز رکھا اور اللہ تمہارے کاموں کو (اس وقت بھی) دیکھ چکا ہے۔"

اس واقعہ سے اہل مکہ کی رائے عامہ اور بھی اس حق میں ہوگئی کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دی جانی چاہئے۔ مگر قریش تھے کہ اپنی ضد اور ہٹ پر اڑے ہوئے تھے۔ ان حالات میں سرداران مکہ کو ان کا ضمیر بار بار ملامت بھی کرتا تھا کہ آخر کس وجہ سے اور کس حق کی بناء پر اس حرام مہینے میں وہ مسلمانوں سے لڑیں گے؟ پھر دوسرے قبائل عرب بھی اس فعل پر غم و غصہ کا اظہار کریں گے۔ پھر کسی کو زیارت کعبہ سے روکنا کون سا اچھا کام ہے؟ ان خیالات کی چکی میں پستے ہوئے انہوں نے بار بار کوشش کی کہ کسی طرح مسلمانوں کی طرف سے جنگ میں پہل ہو جائے جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا ہے کہ انہوں نے چالیس جوانوں سے مسلمانوں پر پتھراؤ کروایا لیکن یہ تربہ بھی نہ صرف ناکام ہوا بلکہ قریش کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوا۔ دوسری مرتبہ اسی چھاپہ ماروں کو حملے کی غرض سے مسلمانوں کی طرف بھیجا گیا لیکن خدا کی قدرت وہ بھی پکڑے گئے اور ان کو بھی آنحضرت ﷺ نے عفوودرگزر سے کام لے کر چھوڑ دیا۔

ان سب واقعات سے قریش کو کوئی بھی مقصد حاصل کرنے میں بری طرح ناکامی ہوئی اور مسلمانوں کا صبر و تحمل اور ضبط ان کے لئے کامیابی کا زینہ بن گیا۔ جب کوئی بھی صورت خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ کرسکی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ روانہ کیا۔ قریش مکہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی بہت عزت و تکریم کرتے تھے۔ اسی بنا پر انہیں قاصد رسول ﷺ بنا کر بھیجا گیا۔ قریش نے حضرت عثمانؓ کی بات سنی اور کہا۔

"اے عثمان! آپ ہمارے آدمی ہیں آپ چاہتے ہیں تو بیت اللہ کا طواف شوق سے کریں۔ لیکن محمد ﷺ کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ ہم اس سال انہیں بیت اللہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔"

حضرت عثمانؓ نے جواباً کہا۔

''جب تک رسول اللہ ﷺ طواف کعبہ نہیں کریں گے میں بھی نہیں کروں گا''

یہ بات چیت کرتے کرتے حضرت عثمانؓ کو مکہ میں بڑی دیر ہوگئی اس تاخیر سے نہ جانے کتنے مسلمانوں کے خیموں میں افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ اس خبر سے مسلمانوں میں بے یقینی اور بے چینی پھیل گئی۔ مسلمان غضب ناک ہوگئے۔ ان کو بہت دکھ ہوا کہ قریش نے ان کی بردباری کو بزدلی پر محمول کیا ہے اور حرمت کے مہینوں میں غداری کی ہے۔ ایک قاصد جو صلح و امن کا پیامبر تھا اس کو قتل کر دیا ہے۔

مسلمانوں کے اضطراب کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''ہم لوگ عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے ایک قدم بھی نہیں اٹھائیں گے۔''

آپ ﷺ اس وقت ببول کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے وہیں پر آپ ﷺ نے ساتھیوں سے اللہ کی راہ میں سرفروشی اور جان سپاری کی بیعت لی۔ آپ ﷺ درخت سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور جہاد کے لئے ہر مسلمان نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ جنگ میں موت کو فرار پر ترجیح دے گا۔ یہی وہ بیعت ہے جسے تاریخ اسلام میں ''بیعت رضوان'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس کے بارے میں قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

> ''ان حالات میں جب مومنین، اس درخت کے نیچے تجھ سے عہد اطاعت کر رہے تھے تو ان کا یہ عمل قانون خداوندی کے عین مطابق تھا۔ وہ ٹھیک ٹھیک وہی کر رہے تھے جو ایسے حالات میں قانون خداوندی کا تقاضا تھا اور ان کا یہ عمل محض میکانکی طور نہ تھا بلکہ دل کی پوری پوری رضا مندی کے ساتھ تھا جسے خدا اچھی طرح جانتا تھا اور اس کا نتیجہ تھا کہ ایسے مہیب خطرات کے باوجود انہیں پورا پورا اطمینان حاصل تھا۔ چنانچہ خدا

نے ان کے لئے مستقبل قریب میں فتح و کامرانی کی راہیں کھول دیں۔''
(48/19-18)

یہ بیعت اس بات کا عہد نامہ تھی کہ خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیا جائے اور رسول اللہ ﷺ بحیثیت سربراہ نظام خداوندی بیعت لے رہے ہیں اس لئے حضور ﷺ کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ قرار دیا گیا۔ اس بارے میں بھی ارشاد ربانی ہے۔

''اے پیغمبر اسلام! جو لوگ تم سے معاہدہ کر رہے ہیں وہ درحقیقت خدا سے معاہدہ کر رہے ہیں اس لئے ان کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اس کے بعد جو شخص عہد کو توڑے گا تو اس عہد کے توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور جو شخص خدا سے کیا ہوا عہد پورا کر کے دکھائے گا عنقریب خدا اس کو (جزائے عمل کے طور پر) بہت بڑا اجر دے گا۔ (48/10)

یہ بیعت (یعنی بیع وشریٰ کا معاملہ) درحقیقت اسی عہد کی تجدید تھی جو ہر مومن ایمان لاتے وقت خدا سے کرتا ہے اور جس کی رو سے عبد و مومن اپنے جان و مال کو خدا کے ہاتھوں بیچ دیتا ہے اور اس کے عوض خدا کی طرف سے اسے جنت مل جاتی ہے۔ اس دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔

جب مسلمان بیعت سے فارغ ہو چکے تو رسالتمآب ﷺ نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ دوسرا ہاتھ حضرت عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔

گویا اس بیعت میں حضرت عثمانؓ بھی شامل ہیں۔ مسلمانوں نے اپنی تلواریں نیاموں سے نکالیں۔ ہر طرف ننگی تلواریں بجلیاں چمکا رہی تھیں اور مجاہدین فتح یا شہادت میں سے کسی ایک کا انتظار کر رہے تھے۔ بیعت رضوان بھی بیعت عقبہ کی طرح تاریخ اسلام میں اپنی عظمت و اہمیت کے نقوش قائم کر گئی اور اس بیعت کے بارے میں قرآن نے فتح کی جو نوید سنائی وہ مسلمانوں کو جنگ خیبر کی فتح کی صورت میں نصیب ہوئی۔

اس بیعت کے بارے میں بعدازیں جب بھی ذکر چھڑتا تو رسول اللہ ﷺ بہت

محفوظ ہوا کرتے تھے کیونکہ اس بیعت سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے باہمی تعلقات کی خوشگواری اور استواری کا ثبوت ملتا تھا اور اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ مسلمان اسلام اور حق و صداقت کی خاطر کس دلیری سے اپنی جانیں جوکھوں میں ڈالنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے تھے جو لوگ ایسے موقع پر مردانہ وار جان کی بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں جہاں قدم قدم پر موت کے جال بچھے ہوتے ہیں موت خود ان سے پناہ مانگتی ہے۔

مسلمان جنگ کے لئے بڑھنے والے ہی تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر غلط تھی اور تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمانؓ خود بھی واپس تشریف لے آئے تو انہوں نے قریش کے پیغام سے حضور ﷺ کو آگاہ کیا۔

''اب مکہ والوں کو اس بات کا یقین ہے کہ آپ ﷺ زیارت کعبہ کے لئے آئے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ انہیں یعنی قریش کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حرام مہینوں میں عرب کے کسی باشندے کو حج یا عمرہ کرنے سے روکیں لیکن انہوں نے عکرمہ بن ابو جہل اور خالد بن ولید کی سرکردگی میں فوج روانہ کر کے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے منع کرنے میں پہل کی ہے۔ اس لئے اب انا کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے اور اس بناء پر وہ اس سال مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے قسم کھا رکھی ہے اس لئے موجودہ صورت حال کا کوئی حل رسول اللہ ﷺ خود نکالیں ورنہ قریش مسلمانوں سے جنگ کی ضرور کوشش کریں گے۔''

رسول اللہ ﷺ کو حضرت عثمانؓ کی زبانی قریش کے ارادوں کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے اس معاملے پر ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ اگر آپ ﷺ کی جگہ کوئی عام جنگجو یا فاتح سکندر یا نپولین ہوتا تو وہ جنگ اور لوگوں کے قتال کو ترجیح دیتا۔ لیکن حضور ﷺ تو امن کے پیامبر تھے۔ وہ اسلام و سلامتی اور امن کے مبلغ تھے اس لئے انہوں نے اپنے ساتھیوں کی ناراضگی اور غصے کو دیکھنے کے باوجود اہل کفر کی ہر بات مان لی تاکہ جنگ نہ ہو اور انسانی

جائیں ضائع نہ ہوں۔

قریش کی باتیں بڑی تکلیف دہ تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو مستقبل میں ان حالات سے ثمر آور نتائج کی برآمدگی کی توقع تھی اس لئے آپ ﷺ مطمئن ہو گئے۔ قریش کے کئی گھرانے اب بھی جنگ پر آمادہ تھے جن کی شہ پر خالد بن ولید نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی جس کو مسلمانوں نے روک دیا۔ ان حالات کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے مصالحت پر آمادگی ظاہر کی اور صلح کے مذاکرات جاری رکھنے کے لئے انہیں پیغام بھیجا تاکہ وہ صلح کا معاہدہ کرنے کے لئے اپنا آدمی بھیجیں۔

قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو کو بھیجا گیا اور صلح کی بات چیت شروع ہوئی۔ باہم گفتگو کے نتیجہ میں جو معاہدہ طے پایا اس سے مسلمانوں کے دل ڈوب گئے۔ ان کو گمان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے (نعوذ باللہ) خواہ مخواہ دب کر معاہدہ کیا ہے اور بڑی توہین آمیز شرائط تسلیم کر لی ہیں۔ گو انہیں یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ کوئی بات اللہ کے حکم کے بغیر نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی معاہدے کی شرائط انہیں ناگوار گزریں۔ گفتگو کے دوران سہیل بن عمرو کا رویہ اور اندازِ گفتگو انتہائی جارحانہ اور گستاخانہ تھا۔ حضرت عمرؓ کو سہیل پر سخت غصہ آ گیا۔ انہوں نے اس امر پر حضرت ابوبکرؓ سے بات کی اور کہا۔

''کیا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نہیں ہیں۔''

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے کہا ''تو کیا رسول اللہ ﷺ کو ہم لوگوں کے مسلمان اور وفادار ہونے پر شک ہے۔''

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''ہرگز نہیں۔''

حضرت عمرؓ نے پوچھا ''تو پھر یہ توہین آمیز معاہدہ کیوں ہو رہا ہے۔''

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''اے عمرؓ ضبط و تحمل سے کام لو۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں

وہ یہ معاہدہ اللہ کی رضا جوئی سے کریں گے۔"

حضرت عمرؓ کی تشفی نہ ہوئی وہ سیدھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور جو کچھ حضرت ابوبکرؓ سے کہا تھا وہ آپ ﷺ سے بھی کہہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے عمر! میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ﷺ ہوں مجھے اس کے حکم کی خلاف ورزی گوارا نہیں اور خدا بھی مجھے ضائع نہیں ہونے دے گا۔"

حضرت عمرؓ نے یہ تکلم رسول ﷺ سنا تو خاموش ہو گئے۔ دیگر مسلمانوں کو بھی یہ معاہدہ پسند نہیں تھا لیکن سب کے سب تعمیل حکم کے لئے خاموش تھے۔ جب معاہدہ تحریر ہو رہا تھا تب بھی قریش کے آدمیوں کا رویہ اشتعال انگیز تھا۔ وہ بات بات پر مین میخ نکال رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کاتب معاہدہ مقرر کیا اور فرمایا۔

"علی! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔"

اہل مکہ معترض ہوئے کہ ہم رحمٰن اور رحیم کے قائل نہیں۔ عربوں کے دستور کے مطابق معاہدے پر صرف بِاَسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھا جائے۔ آپ ﷺ نے ان کی بات مان لی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔

"لکھو کہ یہ معاہدہ سہیل بن عمرو اور محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہے۔"

سہیل نے تلملا کر حضرت علیؓ سے کہا۔

"اے علی! اپنا قلم روک لو ہم محمد ﷺ کو رسول اللہ مان لیتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔ اس لئے صرف محمد بن عبداللہ لکھو۔"

حضرت علیؓ رسول اللہ لکھ چکے تھے انہیں یہ لفظ مٹانے میں تامل ہوا اور انہوں نے یہ لفظ مٹانے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ نے نہایت صلح رحمی کا نمونہ پیش کیا اور اپنے ہاتھ سے "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دیا اور سہیل کی منشا پر معاہدے میں محمد بن عبداللہ لکھا گیا۔ اس مسموم فضا میں جو معاہدہ تحریر ہوا اس کی شرائط حسب ذیل ہیں جو

بظاہر مسلمانوں کے لئے سخت تکلیف دہ تھیں لیکن قرآن پاک نے اس معاہدے کو فتح مبین کہہ کر پکارا ہے۔

1- یہ معاہدہ دس سال کے لئے (بعض روایات میں دو سال کے لئے) کیا گیا ہے اور فریقین اس عرصے سے ایک دوسرے سے جنگ نہیں لڑیں گے۔

2- مسلمان اس سال بغیر حج وعمرہ ادا کئے واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال انہی حرمت کے مہینوں میں ان شرائط کی پابندی کے ساتھ آئیں گے۔ وہ یہ کہ

(i) اپنے ساتھ تلوار کے علاوہ کوئی اسلحہ نہیں لائیں گے۔

(ii) تلوار بھی نیام میں رہے گی۔

(iii) مکہ میں ان کا قیام زیادہ سے زیادہ تین روز تک رہے گا۔

3- مکہ سے جو شخص مسلمان ہو کر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ جائے گا مسلمانوں اور محمد ﷺ کو اسے واپس لوٹانا پڑے گا۔ اس شرط میں شخص کے لفظ میں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ یہ پابندی صرف مردوں کے لئے ہے یا کہ خواتین پر بھی عائد ہوتی ہے۔

4- اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مکہ چلا جائے گا تو اسے واپس نہیں بھیجا جائے گا۔

5- اہل عرب فریقین میں سے جس کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں تو دوسرا فریق اس میں حائل نہیں ہوگا۔ معاہدہ کی اس شرط کی رو سے حدیبیہ کے مقام پر ہی قبیلہ بنو خزاعہ کے سردار بدیل بن ورقا رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کے لئے تشریف لائے اور آپ ﷺ سے باہمی دوستی کا معاہدہ کر لیا جبکہ قبیلہ بنو بکر نے قریش کے ساتھ معاہدہ وفاداری کر لیا۔

معاہدے کی شرائط بظاہر قریش کو مضبوط اور مسلمانوں کو کمزور ثابت کر رہی تھیں جن کی بنا پر مسلمان بڑے دل برداشتہ تھے' مگر رسول اللہ ﷺ بڑے زیرک اور دوراندیش انسان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ بظاہر یہ معاہدہ مسلمانوں کو کمزور دکھا رہا ہے لیکن حقیقت میں

یہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان ایک ایسی دستاویز ہے جس کے ذریعے قریش نے مسلمانوں کے تشخص کو تسلیم کر لیا ہے اور انہوں نے مسلمانوں سے گویا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا ہے جس سے آپ ﷺ کے لئے اس طرف سے امن وسکون ہوگا۔

معاہدے کی قرارداد پر دستخط ہونے ہی والے تھے کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابوجندلؓ حدیبیہ پہنچ گئے جن کی درماندگی اور زبوں حالی کا قصہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ کفار مکہ کی زیادتی اور تشدد کی یہ زندہ مثال تھی کہ ایک باپ اپنے نور نظر اور لخت جگر پر ستم محض اس وجہ سے ڈھا رہا تھا اور اپنی قید سے بیٹے کو رہائی دلانے سے اس لئے انکاری تھا کہ وہ خدا کے سچے دین کا پیروکار تھا۔

ظلم و جبر کا ایسا ہی سلوک مکہ میں مقیم دیگر مسلمانوں کے ساتھ بھی روا رکھا جا رہا تھا مگر اس معاہدے کی رو سے مکہ کے مسلمانوں کی طرح مدینہ کے مسلمان بھی بے بس تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح حضرت ابوجندلؓ ہی عذاب کفار سے نجات یاب ہو سکے۔ مگر آپ ﷺ کی کوئی تدبیر ظلم کے لوہے کو موم نہ کر سکی۔ حضرت ابوجندلؓ کی درد بھری التجائیں اشکبار نگاہیں اور دل فگار صدائیں مسلمانوں کا کلیجہ شق کر رہی تھیں، لیکن عامتہ الناس کی بھلائی اور خدا کے حکم پر کئے گئے معاہدے سے روگردانی کرنے کی کسی میں بھی مجال نہ تھی۔

یہ وہ وقت تھا کہ اگر مسلمان کسی بھی جذباتی کمزوری کا مظاہرہ کرے اور اپنے کئے گئے معاہدے سے پہلو تہی کرے تو کفار کو موقع ہاتھ آجاتا اور وہ مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے جنگ کھڑی کر سکتے تھے لیکن امن کے علمبردار، کائنات کے ہادی و سالار خواجہ کونین ﷺ نے حضرت ابوجندلؓ کو اور دوسرے مسلمانان مکہ کو صبر کی تلقین کر کے خدا کے فیصلے کا انتظار کرنے کی ہدایت کی اور اپنے کئے ہوئے معاہدے پر کاربند رہے۔

اس معاہدہ حدیبیہ کے بارے میں غیر مسلم مورخین بھی غور کرتے ہیں تو اس کو برملا

''فتح مبین'' کہتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کا مقالہ نگار اس بارے میں یوں رقمطراز ہے۔

''معاہدۂ حدیبیہ نے دونوں جماعتوں کو دم لینے کی فرصت دے دی اور اس کا تمام فائدہ حضرت محمد ﷺ کو ہوا۔ یہ صلح تقریباً دو سال تک جاری رہی۔ اس دوران اہل مکہ کو پیہم ناکامیوں اور مسلسل ذلتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ شرط جس کی رو سے حضرت محمد ﷺ نے یہ عہد کیا تھا کہ مدینہ آنے والے مسلمانوں کو قریش کے پاس واپس کر دیا جائے گا۔ یہ شرط بظاہر قریش کے حق میں تھی لیکن تمام توقعات کے خلاف ان کے لئے موجب نقصان ثابت ہوئی اور بالآخر انہیں خود رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرنی پڑی کہ اس شرط کو بدل دیا جائے۔''

اس بارے میں سورہ فتح میں بڑے اجمال کی تفصیل بیان کی گئی ہے معاہدہ و مصالحت کے قواعد مستحکم ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا۔

''اٹھو اپنے قربانی کے جانور ذبح کر کے اپنے سروں کو منڈوا دو۔''

مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی شخص بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آپ ﷺ نے اپنا حکم تین دفعہ دہرایا مگر عمل پھر بھی کسی نے نہ کیا۔ آپ ﷺ خشم آلود ہو کر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ امہات المومنین میں حضرت ام سلمہؓ ذہانت و فطانت میں یکہ تاز تھیں۔ آپ ﷺ کو آزردہ خاطر دیکھا تو آپ ﷺ سے برہمی کی وجہ پوچھی جس پر آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اے ام سلمہؓ! مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ میں نے ہر چند مسلمانوں کو قربانی کے اونٹ ذبح کرنے اور سر منڈوانے کے لئے کہا ہے لیکن کسی شخص نے میرا حکم نہیں مانا۔ باوجودیکہ وہ میری بات سن بھی رہے تھے اور مجھے دیکھ بھی رہے تھے۔''

حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی۔

یا رسول اللہ ﷺ! اصحاب کو معذور سمجھئے ۔ ان کا خیال تھا اس سال فتح مکہ حاصل ہوگی۔ مطلوب کے نہ ملنے کی وجہ سے اور مشرکین کا مقصد پورا ہوتے دیکھ کر یہ لوگ پریشان ہوگئے ہیں اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ صحابہ نحر اور حلق کریں تو آپ ﷺ اٹھیں اور باہر تشریف لے جائیں۔ اپنا قربانی کا اونٹ کسی سے کوئی بات کئے بغیر ذبح کریں اور اپنا سر ترشوا لیں۔ آپ ﷺ جب اس کام کا آغاز کریں گے تو صحابہؓ کو آپ ﷺ کے اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوگا۔"

آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کے مشورہ پر عمل کیا اور جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کو قربانی کرتے اور سر منڈواتے دیکھا تو انہوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتدا میں جانور ذبح کر دیئے اور سر منڈوا دیئے ابوجہل کا اونٹ جو جنگ بدر میں مسلمانوں کے قبضے میں آیا تھا وہ بھی قربانی کے جانوروں میں شامل تھا۔ وہ حدیبیہ سے بھاگ کر اپنے جہنمی مالک کی سرائے میں چلا گیا۔ مسلمانوں نے اس کی بازیابی کے لئے قریش سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے اونٹ کو روک لیا اور کہا۔

"اس اونٹ کے بدلے میں وہ سو اونٹ دینے کو تیار ہیں۔"

لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات نہ مانی اور فرمایا۔

"اگر یہ قربانی کا اونٹ نہ ہوتا تو ہم قریش کا مطالبہ مان لیتے۔"

سہیل بن عمرو قریش کا سفیر تھا۔ اس نے قریش کو سمجھایا کہ ان کا یہ قدم معاہدے کی صحت پر اثر انداز ہوگا۔ چنانچہ قریش کو ابوجہل کا اونٹ واپس کرنا پڑا اور اس کو بھی ذبح کر دیا گیا۔

تمام قواعد اور کارروائیوں سے فارغ ہو کر مسلمانوں کا قافلہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں واپس مدینہ کی طرف چل پڑا۔ راستے میں رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول ہوا۔

"اے پیغمبر ﷺ! یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی، حقیقت میں ہم نے کھلم کھلا تمہاری فتح کر دی ہے۔ تم پر احسانات کئے ہیں تاہم تم کو دین کے سیدھے راستے پر لے چلے اور کوئی

تمہارا مانع نہیں۔''

واپسی پر راستے میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت عمرؓ نے کوئی بات پوچھی جس کا آپ ﷺ نے جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ کو گمان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ناراض ہیں کیونکہ معاہدۂ حدیبیہ کے وقت انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کام کو ناپسند کیا تھا۔ یہ خیال کر کے حضرت عمرؓ پر ہیبت طاری ہوگئی۔ آپ فرماتے ہیں میں لرز گیا کہ کہیں میرے بارے میں وحی نازل نہ ہو جائے اور میں نافرمانوں میں نہ گنا جاؤں۔ آپ اسی خیال میں تھے کہ کسی نے پکارا۔

''اے عمرؓ آپ کو آنحضرت ﷺ نے طلب فرمایا ہے۔''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس بات پر میرا خوف اور زیادہ ہوگیا اور میں ڈرتا ہوا بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔

''اے عمرؓ! تم نے مجھ سے کوئی بات پوچھی تھی لیکن میں چونکہ وحی میں مشغول تھا اس لئے جواب نہ دے سکا۔''

''اے عمرؓ! آج مجھ پر وہ سورہ نازل ہوئی جسے میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔''

یہ بات سن کر حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کو مبارک دی۔ پھر سب صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اور ایک دوسرے کو مبارک دی۔

مفسرین کرامؒ نے فتح میں صلح حدیبیہ کو قرار دیا ہے، کیونکہ یہ صلح فتوحات کا مقدمہ تھی۔ اس صلح کے بعد جو لوگ اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے آزاد ہوگئے اور مشرکین سے مباحثہ اور مناظرہ کر کے آیات حسنات ان پر پڑھتے تھے۔ اس لئے گمراہی کی وادی میں بھٹکنے والوں کی ایک کثیر جماعت راہ راست پر آ گئی۔

صلح حدیبیہ کے زمانے میں ہی فتح خیبر حاصل ہوئی۔ جو فتوحات اسلام میں سب

سے بڑی فتح ہے۔ اس کے علاوہ اس صلح سے تاریخ اسلام پر بہت ثمر آور نتائج مرتب ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا مطمح نظر عربوں میں اسلام کی تبلیغ تھی۔ تبلیغ کے لئے امن و امان کی فضا درکار ہوتی ہے۔ جنگ و جدل کی حالت میں تبلیغ اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ صلح حدیبیہ کے بعد لوگوں نے ٹھنڈے دل سے اسلام کے حقائق پر غور کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد دو سال کے عرصہ میں جتنا اسلام پھیلا اتنا گزشتہ اٹھارہ انیس سال میں نہیں پھیلا تھا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ جیسی ممتاز شخصیات مسلمان ہوئیں۔ امن و امان کی فضا میں رسول اللہ ﷺ نے عرب کی مختلف ریاستوں اور عرب سے بیرون ملک کے حکمران اور سلاطین کو خطوط کے ذریعے دعوت اسلام دی۔ معاشرتی اصلاح کے لئے کئی قوانین نافذ کئے۔ اسی معاہدہ کے بعد شراب کی حرمت کے احکام صادر فرمائے۔

معاہدہ کی ایک شق یہ تھی کہ جو مسلمان مرتد ہوکر مدینہ سے مکہ چلا جائے گا اسے مکہ والے واپس نہیں کریں گے۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ شرط مسلمانوں کے مفاد کے عین مطابق تھی۔ مرتد لوگ مسلمانوں کے لئے بے فائدہ اور خطرے کا باعث ہوتے، اس لئے ان کا نکل جانا ہی مفاد مسلمین میں تھا۔

اسی طرح معاہدہ کی یہ شرط کہ عرب قبائل فریقین میں سے جس کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کرسکتے ہیں اس میں دوسرا فریق رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اس شرط کے تحت پہلی بار اہل مکہ نے باضابطہ طور پر مسلمانوں کو ایسی طاقت تسلیم کیا تھا ورنہ اب تک وہ انہیں باغی اور سرکش گروہ کہا کرتے تھے۔ اب مسلمان ان کے ہم پلہ فریق تھے جن سے عرب کے دیگر قبائل بھی معاہدہ کرسکتے تھے اور عربوں کے بیشتر قبائل جو جنگ و جدل کی پالیسی سے بیزار تھے انہوں نے اس معاہدہ کے بعد مسلمانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا۔ جن میں بنوخزاعہ قابل ذکر ہیں۔ دوسرے کئی قبائل نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ دوستی کے معاہدے

کیے جس نے مسلمانوں کو سیاسی قوت کے استحکام میں مدد دی۔

اس معاہدہ کی رو سے مسلمان اگلے سال زیارت کعبہ اور حج کی ادائیگی کے مجاز بھی ٹھہرائے گئے اور یہ دفعہ واقعی "فتح مبین" تھی۔ معاہدے کے سال زیارت کعبہ سے محرومی کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی۔ سال کا عرصہ قومی زندگی میں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جنگ و جدل یا حالات میں تصادم کر کے اگر مسلمان زیارت کر بھی لیتے تو اصل مقصد فوت ہو جاتا۔ ایک سال کی محرومی گوارا کر کے اگلے سال پرامن اور باوقار طریقے سے مکہ میں آنا اس سال سے ہزار درجے بہتر تھا۔

اگلے سال 8ھ میں جب مسلمان مکہ میں تزک و احتشام کے ساتھ داخل ہوئے تو مکہ کی گلیوں چھتوں پر مردوزن، برنا و پیر مسلمانوں کو دیکھنے کے لئے امڈ پڑے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ناقہ رسول ﷺ کی مہار تھامے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

"اس کا نام لے کر ہم داخل ہوتے ہیں جس کے دین کے سوا کوئی دین نہیں۔ اس کا نام لے کر داخل ہوتے ہیں جو محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اے اولاد کفار اس کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ الرحمٰن نے اپنی نازل کردہ کتاب میں یہ تعلیم دی ہے کہ بہترین جنگ وہ ہے جو اس کی راہ میں لڑی جائے۔"

اس منظر نے اہل مکہ کو بہت متاثر کیا مسلمانوں کی عظمت کا نقش ان کے دلوں پر منقش ہو گیا ایسی فتح اور شان و شوکت جنگ سے حاصل کرنا مشکل تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا۔

"خوب سینہ تان کر چلو اور تیز تیز چلو تاکہ مخالفین کے اس پروپیگنڈے کی تردید ہو جائے کہ مسلمان لاغر، بیمار یا فاقہ زدہ ہیں۔"

معاہدہ کی ایک شق یہ تھی کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ جائے گا اسے مسلمان واپس کفار مکہ کے حوالے کر دیں گے۔ یہ شرط مسلمانوں کے لئے سخت ناپسندیدہ تھی لیکن اس

شرط سے چھٹکارے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہترین اسباب پیدا کر دیئے۔

جب مسلمان مدینہ پہنچ گئے تو ابو صفیرؓ جو بنی زہرہ کا حلیف تھا مسلمان ہو کر مدینہ چلا گیا۔ اقفس بن شریف اور ازہر بن عبدعوق نے رسول اللہ ﷺ کو ایک مکتوب لکھا جس میں ابونصیرؓ کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا۔ یہ خط بنی عامر اپنے ایک غلام کوثر کے ہمراہ لے کر رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت ابن بن کعبؓ نے یہ خط پڑھ کر آپ ﷺ کو سنایا۔

رسول اللہ ﷺ نے خط سنا تو ابونصیرؓ کو حکم دیا کہ وہ واپس چلے جائیں کیونکہ اس طرح ان کا مدینہ چلے آنا معاہدہ کی خلاف ورزی میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ ابونصیرؓ کو بنی عامر کے حوالے کر دیا گیا۔

بنی عامر اپنے غلام کے ہمراہ ابونصیرؓ کو لے کر جب ''ذوالحلیفہ'' کے مقام پر پہنچا تو آرام کرنے کے لئے قیام کیا۔ ابونصیرؓ نے نماز ادا کی اور پھر کھانا کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا اور بنی عامر اور اس کے غلام کو کھانے کی دعوت دی لیکن انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ اس پر ابونصیرؓ نے کہا۔

''اے ساتھیو اگر تم مجھے کھانے کی دعوت دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا''

اس پر بنی عامر شرمندہ ہوا اور اس نے بھی اپنا دسترخوان کھولا اور مل کر کھانا کھانے لگے۔ کھانے کے دوران ابونصیرؓ نے بنی عامر کی تلوار کی بہت تعریف کی۔ بنی عامر کہنے لگا۔

''یہ عمدہ لوہے کی بنی ہوئی تلوار ہے، قاطع دشمن ہے اور بار بار آزمائی جا چکی ہے۔''

ابونصیرؓ نے بنی عامر سے تلوار مانگی۔ اس نے فوراً وہ تلوار ان کے ہاتھ میں دے دی۔ ابونصیرؓ نے ایک ہی وار میں بنی عامر کا کام تمام کر دیا اور کوثر نامی غلام بھاگ کھڑا ہوا اور واپس دربار نبوی ﷺ میں آ کر ساری روئداد کہہ سنائی۔ اس کے پیچھے تھوڑی دیر بعد ابونصیرؓ بھی مدینہ آ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی!

''یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنے عہد سے بری الذمہ ہو گئے۔ مجھے آپ ﷺ نے

واپس بھیج دیا۔حق تعالیٰ نے مجھے نجات بخشی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''اگر کوئی شخص ابونصیرؓ کی مدد کرے، تو یہ عجیب جنگ کی آگ جلانے والا شخص ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی یہ بات اس امر کی دلالت کرتی تھی کہ مکہ کے محصورین ابونصیرؓ کے ساتھ مل جائیں۔ ابونصیرؓ نے اس اشارے کو سمجھ لیا اور مدینہ سے نکل پڑا اور دریائے ''عمیص'' کے کنارے اپنی قیام گاہ بنالی۔

حضرت عمرؓ نے خفیہ پیغام رساں کے ذریعہ مکہ کے مسلمان محصورین کو پیغام بھجوایا کہ وہ بھاگ کر ابونصیرؓ کے ساتھ مل جائیں۔ یہ خبر سن کر مسلمانان مکہ ایک ایک کر کے حضرت ابوجندلؓ سمیت حضرت ابونصیرؓ کے پاس پہنچ گئے اور یوں تین سو افراد اور بعض روایات کے مطابق ستر افراد ''دریائے عمیص'' کے کنارے جمع ہو گئے۔

یہ جگہ قریش کے تجارتی قافلوں کی گزر گاہ تھی۔ حضرت ابونصیرؓ نے قریش کے قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا مشرکین مکہ اس طرز عمل سے حراساں ہو گئے اور ناچار ابوسفیان بن حرب کے ذریعہ قریش نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خدا کی قسم اور صلہ رحمی کی بنیاد پر درخواست کی، ابونصیرؓ اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ بلوا لیں اور یوں معاہدے کی اس شرط سے قریش خود بخود دستبردار ہو گئے۔

اسی دوران عقبہ بن ابی معیط کی صاحبزادی ام کلثوم مکہ سے بھاگ کر مدینہ آ گئیں۔ قریش جب ان کو واپس لینے کے لئے آئے تو مسلمانوں نے انہیں واپس کرنے سے انکار کر دیا اور کہا۔

''معاہدے کی دفعہ کا اطلاق مردوں پر ہوتا ہے، عورتوں پر نہیں۔''

قریش نے بڑی بحث و تمحیص کے بعد مسلمانوں کا موقف تسلیم کر لیا اور یہ دفعہ جو صرف مردوں کے لئے تھی وہ بھی ابونصیرؓ کے اقدام سے قریش نے خود درخواست کر کے ختم کروالی۔

رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کی معروضات کی بناء پر جب حضرت ابونصیرؓ کو مدینہ پہنچنے کا حکم دیا تو اس وقت ان کی زندگی کی شام ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ کا خط پڑھ کر ابونصیرؓ نے چوما اور شدت فراق سے روتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی تدفین کے بعد ان کے ساتھی حضرت ابوجندلؓ سمیت مدینہ پہنچ گئے۔

معاہدے کی اس شق سے جس پر مسلمان صلح حدیبیہ کے موقع پر رنجیدہ خاطر ہوئے تھے قریش خود اس سے دستبردار ہو گئے۔ تو سب لوگوں پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ وہ شرائط و واقعات جو کہ معاہدے کی رو سے بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ قرآن پاک نے بجا طور پر انہیں مسلمانوں کے لئے "فتح مبین" کہا ہے اور واقعی وہ ایک کھلی ہوئی فتح بن کر تاریخ عالم میں مرتب ہوئیں۔

○○○

9

غزوۂ خیبر

محرم الحرام' 7 ہجری

مدینہ منورہ شمال کی طرف جو سڑک خیبر کی طرف جاتی ہے اس پر ایک شخص جس کے چہرے مہرے سے عزیمت و بہادری ٹپکتی تھی سرپٹ گھوڑے پر سوار چلا جا رہا تھا اس کے عقب میں تیس گھڑ سوار اور تھے جو اپنے امیر کی معیت میں جوش و جذبوں سے لبریز گھوڑوں پر بھاگے جا رہے تھے۔ آثار سے یوں لگتا تھا کہ کسی بڑی اہم مہم پر جا رہے ہیں۔ ان کے گھوڑے پسینے سے شرابور تھے۔ نتھنے پھولے ہوئے تھے' لیکن اپنے سواروں کے اشاروں پر ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔ وفا کا تقاضا یہی تھا کہ وہ اپنے مالکوں سے یہ نہ کہیں۔

''ہم صبح سے دوڑ رہے ہیں۔ بہت تھک گئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے رک جاؤ۔ خود بھی آرام کرو اور ہمیں بھی تازہ دم ہو لینے دو۔''

غروب آفتاب کے قریب وہ لوگ ایک جگہ رکے۔ گھوڑوں کی گردنوں کو پیار سے سہلایا اور گھاس چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود طہارت و وضو کے بعد بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہو گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد وہ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ چند کھجوریں کھائیں۔ ستو گھول کر پیئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور باتیں کرنے لگے۔ یہ لوگ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور ان کے ساتھی تھے۔

آج خاصا سفر طے ہو گیا ہے۔''

ایک ساتھی بولا۔

''بحمد للہ۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جواب دیا۔

''اگر ہماری رفتار یہی رہی تو بہت جلد خیبر پہنچ جائیں گے۔''

دوسرا ساتھی گویا ہوا۔

''انشاء اللہ۔''

''کیا خیبر کے یہودیوں نے بنی قینقاع اور مدینہ کے یہودیوں کے انجام سے سبق حاصل نہیں کیا۔''

ایک اور صاحب گویا ہوئے

اگر یہ بات ہوتی تو وہ مسلمانوں کے خلاف سازش کیوں کرتے اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا پروگرام کیوں بناتے؟''

تھوڑی دیر توقف کے بعد وہ پھر بولے۔

''میں نے بذات خود اسیر بن رزام کے خفیہ طور پر حالات معلوم کئے اور باتیں سنیں تھیں وہ اپنے آباء حی بن اخطبا اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کی طرح مسلمانوں' اسلام اور ہمارے ہادی و مولا ﷺ کا سخت مخالف اور دشمن ہے۔ ایک دن اس نے یہودیوں کو جمع کیا اور ان سے کہا۔

''میرے پیشرووں نے محمد (ﷺ) کے مقابلہ میں جو تدابیر اختیار کی تھیں وہ سب غلط تھیں۔ صحیح تدبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کے دارالریاست پر حملہ کیا جائے اور میں یہ اختیار کروں گا۔''

اس مقصد و مشن کے لئے اس نے غطفان اور دیگر قبائل کا دورہ کیا اور ایک فوج تیار کرلی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ یہود خیبر کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کی داستان سنا رہے

تھے اور ان کے ساتھیوں کا خون کھول رہا تھا۔ دل چاہتا تھا کہ ابھی جا کر اس خبیث کا کام تمام کر دیں۔

''شاید اسیر بن رزام کو شمع رسالت کے پروانوں کی جانثاری کا علم نہیں کہ وہ محبوب کبریا ﷺ پر اپنی زندگیاں قربان کرنے میں کتنی بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔'' ایک ساتھی والہانہ انداز محبت میں بولا۔

سارے دن کے سفر اور تھکان کی وجہ سے یہ مجاہدین اسلام جلد ہی خواب کی نرم و گداز وادیوں میں پہنچ گئے۔ رات کے پچھلے پہر جب باری تعالیٰ پہلے آسمان پر جلوہ فرما کر ندا کرتے ہیں۔

''کوئی ہے مجھ سے مانگنے والا۔''

یہ لوگ بیدار ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوگئے۔ گڑگڑا کر اپنے رب سے کامیابی کی دعائیں مانگیں اور جب دن کا اجالا رات کی تاریکی پر غالب آنے لگا تو ان مجاہدین نے گھوڑوں کی زینیں کسیں اور سوئے منزل چل پڑے۔

☆☆☆

قلعوں کی بوڑھی سرزمین خیبر جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ یہاں یہودی کب اور کہاں سے آ کر آباد ہوئے تھے اس کے گلی کوچوں میں بڑی رونق تھی۔ ہر طرف چھوٹے بڑے قلعوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ کہیں نطاۃ اور غموص سینہ تانے کھڑے تھے۔ ان کے اندر فوجیں رہتی تھیں۔ انہیں اپنی قوت پر بڑا ناز تھا۔ مرحب بھی غموص میں تھا جو یہودیوں کا مانا ہوا دلیر و جری اور تلوار کا دھنی تھا۔ ناعم میں رسد و دولت تھی جس کا سر متکبرانہ اٹھا ہوا تھا۔ کیسہ خیبر، صعب، شق، سطیح اور سالم کے قلعے بھی اپنی تاریخ اور اہمیت پر نازاں تھے۔ یہ مشہور و معروف قلعے بزبان حال کہہ رہے تھے کہ ہمیں کمزور سمجھ کر ادھر کا رخ کوئی نہ کرے۔ بنی نضیر کے بھگوڑے یہودی یہیں آباد تھے۔ کاروبار حیات زوروں پر تھا۔ اسیر بن رزام اپنے ہمنواؤں کے ساتھ اپنے قلعہ میں سازشوں کا جال بننے میں

مصروف تھا کہ خادم نے آ کر اطلاع دی۔

''کوئی اجنبی آپ سے ملنے کا خواہاں ہے۔''

''کون ہے؟''

اسیر بن رزام نے دریافت کیا۔

''مدینہ سے آیا ہے۔ کہتا ہے بڑا ضروری کام ہے۔''

اسیر بن رزام نے اپنے ساتھیوں کی طرف بغور دیکھا اور پھر خادم سے کہا وہ مسافر کو اندر بھیج دے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اندر داخل ہوئے تو ان کے رعب و دبدبہ نے کمرے کے اندر موجود لوگوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

''کون ہو اور کس غرض سے آئے ہو؟''

اسیر بن رزام نے پوچھا اور گہری نظروں سے اجنبی کی طرف دیکھنے لگا۔

''میرا نام عبداللہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔''

''کس لئے؟''

یہودیوں کے سردار نے متجسسانہ پوچھا۔

''آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ تمہیں خیبر کا والی بنا دیں۔''

اسیر بن رزام نے سنا تو یقین نہیں آتا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے اس کی کیفیت بھانپ لی۔ بولے۔

''تمہیں یقین نہیں آ رہا کیا۔ کوئی وہم اور شک ہے تو بے شک ہمارے ساتھ مت چلو''

اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ایسی کوئی بات نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔''

''کب؟''

''کل صبح روانہ ہوں گے۔''

اسیر بن رزام نے کہا تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

''اس میں کوئی چال نہ ہو۔''

اسیر کے ساتھیوں نے کہا۔

''بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ بے فکر رہو۔ میں اپنی حفاظت کا پورا بندوبست کرکے ان کے ساتھ چلوں گا۔''

اسیر بن رزام نے جواب دیا تو وہ مطمئن ہو گئے۔

اسیر بن رزام اپنے تیس ساتھیوں کو لے کر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے ساتھ سوئے مدینہ چل پڑا۔ دل میں چور اور ذہن میں بدگمانیاں ہنوز موجود تھیں۔ اسے اپنے کرتوتوں کا بھی علم تھا کہ اس نے مسلمانوں کے خلاف گردونواح میں کیسی آگ روشن کر رکھی ہے احتیاط کے طور پر یہ مخلوط قافلہ اس طرح چلا کہ دو دو شخص ہمرکاب چلتے تھے۔ جن میں ایک یہودی اور دوسرا مسلمان ہوتا تھا۔

جیسے جیسے یہ قافلہ خیبر سے دور ہوتا جاتا تھا اسیر بن رزام کے دل و دماغ میں اندیشوں اور خدشات کا ہجوم ہوتا جا رہا تھا۔ جب یہ لوگ قرقرہ پہنچے تو انہیں بدگمانیوں اور سوچوں کے زیر اثر ابن رزام نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی تلوار چھیننی چاہی جو اس کے قریب چل رہے تھے۔

''اے دشمن خدا! بدعہدی کرنا چاہتا ہے۔''

انہوں نے کہا اور اپنی سواری بڑھائی۔ جب اسیر بن رزام زد پر آ گیا تو تلوار سے اس پر وار کیا جس سے ان کی ران کٹ گئی۔ زخمی ہو کر جب وہ گھوڑے سے گرا تو گرتے گرتے اس نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو بھی زخمی کر دیا۔ بس پھر کیا تھا تلواریں نیاموں سے باہر آ گئیں اور جنگ چھڑ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہودی ایک ایک کرکے جہنم واصل

ہونے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں سوائے ایک یہودی کے سب کا صفایا ہوگیا۔ اس نے راہ فرار اختیار کی اور واپس خیبر جا کر صورت حال سے اپنی قوم کو آگاہ کیا۔ وہاں اور اس کے حلیف قبائل میں مسلمانوں کے خلاف زبردست تحریک شروع ہوگئی۔

ہادی برحق ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حاضر خدمت ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا۔ اب جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کیونکہ شمال میں مسلمانوں کے خلاف ابھرنے والی تحریک کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اسی دوران میں بنی فزادہ کے چند آدمیوں نے ذی قرد کی چراگاہ پر حملہ کیا جہاں آنحضرت ﷺ کے مویشی چرا کرتے تھے۔

ان کا سردار ابن عینیہ تھا۔ مویشیوں اور اونٹنیوں کی حفاظت پر حضرت ابوذرؓ کے صاحبزادے متعین تھے۔ حملہ آوروں نے انہیں قتل کر دیا اور ان کی بیوی کو گرفتار کرلیا۔ بیس اونٹنیاں بھی پکڑ لیں اور رفو چکر ہوگئے۔

مسلمانوں نے جو ان کا تعاقب کیا تو وہ لوگ درے میں گھس گئے۔ وہاں عینیہ ابن حصن جو قبائل غطفان کا سردار تھا ان لوگوں کی مدد وحمایت کے لئے موجود تھا۔

اس غارت گری کی خبر سب سے پہلے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی۔ وہ بڑے زبردست تیر انداز تھے۔ وہ ان کے تعاقب میں لپکے۔ انہوں نے واحبا حاہ کا جوشیلہ نعرہ مارا اور دوڑ کر حملہ آوروں کو جا لیا۔ اس وقت وہ اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے۔ حضرت سلمہؓ نے تیر برسانا شروع کر دیئے۔ وہ لوگ آپ کے حملے کی تاب نہ لا سکے تو راہ فرار اختیار کی۔ آپ ان کے پیچھے گئے اور لڑ بھڑ کر اونٹنیاں چھڑا لیں اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا اور کہا۔

''میں دشمنوں کو پیاسا چھوڑ آیا ہوں۔ اگر سو آدمی مل جائیں تو ایک ایک کو گرفتار کر لاتا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے سماعت فرمایا تو رحمت اللعالمین کے لحاظ سے ارشاد فرمایا۔

''قابو پا جاؤ تو عفو سے کام لو۔''

بنو فزادہ غطفان کا ایک طاقت ور قبیلہ تھا۔ اس کو جب اس بات کا علم ہوا کہ اہل خیبر مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں تو از خود خیبر پہنچے اور کہا کہ وہ بھی یہود کی طرف سے لڑیں گے حضور اکرم ﷺ کو علم ہوا تو ان کے نام ایک خط مبارک ارسال کیا۔ لکھا تھا۔

''تم خیبر والوں کی مدد و اعانت سے دست کش ہو جاؤ۔ خیبر فتح ہونے کے بعد تم کو بھی اس میں سے حصہ دیا جائے گا۔''

لیکن بنو فزادہ کی بدبختی۔ بات سمجھ میں نہ آئی۔ طاقت کا گھمنڈ انہیں دوسرے انداز سے سوچنے ہی نہیں دیتا تھا لہٰذا اس نے حضور اکرم ﷺ کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

محبوب کبریا ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ اشارہ میں بات فرمایا کرتے تھے' لیکن اس مرتبہ صاف صاف بتا دیا اور ارشاد فرمایا۔

''غزوہ کی تیاری کرو کیونکہ ہم غزوہ خیبر کی طرف جانے والے ہیں۔''

اس کی وجہ یہ تھی کہ حدیبیہ سے واپسی پر سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بشارت دی تھی کہ بہت سے غنائم دیں گے اور اس وعدہ غنائم کو فتح خیبر پر محمول فرمایا۔ پندرہ دن کے بعد جنگ کی تیاری کے لئے حکم دے دیا۔

یہ غزوہ کئی وجہ سے بہت اہمیت کا حامل تھا اس لئے آپ ﷺ نے اعلان فرمایا۔

''اس لڑائی میں صرف وہ لوگ شامل ہوں جن کی نیت محض جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمتہ اللہ ہو۔''

یہاں ''لوگ'' سے مراد منافقین ہیں جو غزوات میں محض غنیمت کے لالچ میں شریک ہوتے تھے اور جہاں مقابلہ سخت اور مال غنیمت نہ ملنے کا گمان ہوتا تو اس میں شرکت سے کنی کتراتے تھے۔ آپ ﷺ نے صرف ان لوگوں کو اس غزوہ میں شرکت کی اجازت دی جو حدیبیہ میں حاضر تھے۔ ان کے علاوہ ان اشخاص کو بھی اجازت تھی جو مال غنیمت کے

حصے کا خواستگار نہ ہو۔

مسلمان زور و شور سے جہاد کے لئے تیاریاں کر رہے تھے۔ منافقوں اور یہودیوں پر یہ بڑا شاق گزرتا تھا جب سوچتے کہ خیبر والوں کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جائے گا جیسا بنی نضیر و بنی قریظہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بخت سیخ پا ہو رہے تھے۔ ان کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ یکسر بدل گیا۔ جس یہودی کا کسی مسلمان پر قرض تھا تو وہ سختی سے اس کا تقاضا کرتا اور سخت کلامی سے پیش آتا۔ ابوشحم یہودی کے حضرت عبداللہ بن ابی حدد اسلمیؓ پر پانچ درہم تھے۔ ان کی ادائیگی کے لئے وہ انہیں سخت پریشان کرتا اور سائے کی طرح پیچھے گھومتا رہتا۔ ایک دن انہوں نے یہودی سے یہ کہا۔

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل خیبر کے اموال و غنائم مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے ان قلعوں کے فتح ہونے تک مہلت دو۔''

ابوشحم نے سنا تو دل کی کدورت زبان پر آ گئی۔ درشت لہجے میں بولا۔

''یہود خیبر کے ساتھ جنگ کو دوسری جنگوں پر قیاس نہ کرو۔ توریت کی قسم خیبر میں دس ہزار جنگجو مرد ہیں جو بہترین نشانہ باز اور تیر انداز ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن ابیؓ حدد اسلمی نے سنا تو فرمایا۔

''اے اللہ کے دشمن تو ہمیں اس سے ڈراتا ہے حالانکہ تم ہماری امان میں زندگی بسر کرتے ہو۔''

جھگڑے نے طول کھینچا تو معاملہ بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچا اور تمام حالات عرض کئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس یہودی کو تو کچھ نہ کہا۔ بڑی آہستگی سے کچھ فرمایا جسے صرف حضرت عبداللہ نے سنا۔ اسی اثناء میں وہ یہودی بولا۔

''اے اباالقاسم (ﷺ)! عبداللہ نے میرا قرض دینا ہے۔ طلب کرتا ہوں تو ٹال مٹول کرتا ہے۔''

''اس کا حق اسے دے دو۔''

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہؓ سے ارشاد فرمایا۔ ان کے پاس صرف دو کپڑے تھے، انہوں نے ایک پکڑا فروخت کر دیا جو تین درہم میں بکا اور دو درہم اور ملا کر اس یہودی کا قرضہ ادا کر دیا جب حضرت سلمہ بن اسلم نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ کے پاس کپڑے نہیں تو ایک کپڑا عنایت فرما دیا۔

منافقین کی ہمدردیاں اور محبتیں ہمیشہ دوسروں کے لئے ہوتی ہیں۔ عبداللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین نے یہود خیبر کو اطلاع بھجوا دی۔

''مسلمان تمہاری طرف متوجہ ہیں۔ تم لوگ جنگ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا۔ صحرا میں ان سے جنگ کرنا۔ کیونکہ تم مسلمانوں کی نسبت تعداد میں بہت زیادہ ہو۔''

راس المنافقین کے پیغام کی وصولی کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق ایک دوسرے شخص کے ساتھ قبیلہ غطفان کی طرف گیا اور اسے ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔ ان دنوں خیبر کا حاکم سلام بن مشکم تھا۔ بیماری کی وجہ سے یہودیوں کے زعماء نے اس سے جا کر مشورہ کیا کہ جنگ کے لئے باہر نکلنا مناسب ہوگا یا قلعہ بند ہو کر لڑنا چاہئے۔

''جو رائے ابی بن سلول کی ہے وہی میں مناسب سمجھتا ہوں۔ ہمیں خود کو محاصرہ کی تنگنائے میں بند نہیں کرنا چاہئے۔''

لیکن تقدیر الٰہی سے ابن مشکم کی رائے کے برعکس وہ قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی تعمیر و مرمت کرنے لگے۔ اور یہ سب ان کے اندرونی خوف اور مسلمانوں کی دہشت کا ثبوت تھا۔

ساقی کوثر ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق کہ غزوہ خیبر میں صرف وہی لوگ شریک ہوں جو حدیبیہ میں موجود تھے۔ ان کے علاوہ وہ لوگ بھی شریک ہو سکتے ہیں جنہیں دنیاوی لالچ طمع نہ ہو۔ اس حکمت عملی سے منافقین کا پتا کٹ گیا۔ اب اسلامی لشکر صرف چودہ سو نفوس پر مشتمل تھا۔ جن میں دو سو گھڑ سوار تھے۔ بہت سے اونٹ بھی تھے۔

اس غزوہ سے قبل لڑائیوں میں علم کی بجائے چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوتی تھیں لیکن

اس مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے تین بڑے بڑے جنڈے تیار کروائے۔ ایک جھنڈا حضرت حبابؓ بن منذر کو اور دوسرا حضرت سعدؓ بن عبادہ کو عطا فرمایا۔ تیسرا خاص علم نبوی جس کا پھریرا حضرت عائشہؓ صدیقہ کائنات کی چادر مبارک سے تیار ہوا تھا وہ حضرت علیؓ کو مرحمت ہوا۔ مقدمتہ الجیش پر حضرت عکاشہؓ بن محصن الاسدی کو متعین فرمایا۔ میمنہ فاروق اعظم حضرت عمرؓ بن الخطاب کے سپرد ہوا اور میسرہ پر ایک اور سپہ سالار مقرر کیا۔

روانگی سے قبل آنحضرت ﷺ نے حضرت سباع بن عرفظہ غفاری کو مدینہ کا خلیفہ مقرر فرمایا۔ اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ کو بھی ساتھ چلنے کے لئے فرمایا۔ اس غزوہ میں شرکت کے لئے بیس خواتین بھی از خود تیار ہوگئیں۔ آپ ﷺ کو علم ہوا تو بلا بھیجا اور وجہ پوچھی۔ بولیں۔

''یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس لئے آئی ہیں کہ چرخہ کات کر کچھ پیدا کریں گی۔ اس کام میں مدد دیں گی۔ ہمارے پاس زخمیوں کے لئے دوائیں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ ہم اٹھا کر لائیں گی۔''

آپ ﷺ نے سنا تو انہیں ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

ایک دن عبداللہ بن ابی سلول امیر المنافقین حاضر خدمت ہوا اور عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی ہمراہ چلنے کی اجازت عطا فرمائیں۔''

آپ ﷺ نے سنا تو ارشاد فرمایا۔

''اس منافق نے یہود کو خبر بھیجی کہ محمد (ﷺ) تمہارے استیصال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خبر دار اپنے قلعوں میں داخل نہ ہونا باہر نکل کر ان سے جنگ کرنا۔ کیونکہ سامان جنگ تمہارے پاس بہت زیادہ ہے اور تمہارے خدام۔'' خذا لہم اللہ بہت کثرت سے ہیں۔''

اسلامی لشکر کی روانگی ماہ محرم الحرام 7ھ میں ہوئی۔ یہ وہ لشکر تھا جس کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ بہت سے غنائم ملیں گے۔ ہر لحظہ مسافت طے ہو رہی تھی۔

ایک رات جبکہ فوج منزل مقصود کی طرف رواں دواں تھی تو بعض حضرات نے حضرت عامرؓ بن سنان بن الاکوع سے کہا۔

''تم ہمیں اپنے ان اشعار ورجز میں سے کچھ سناتے نہیں جو تمہیں یاد ہے۔''

حضرت عامرؓ شاعر اور حدی خواں تھے۔ ان کی آواز سن کر اونٹ مست ہو کر تیزی کے ساتھ سفر طے کرتے تھے۔ لہٰذا وہ اونٹ سے نیچے اتر آئے۔ بآواز بلند حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے اشعار پڑھنے لگے۔ جن کا ترجمہ ہے۔

اے اللہ! اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم راہ راست نہ پاتے۔ نہ ہم صدقہ دیتے نہ ہم نماز پڑھتے۔ فضل و کرم یہ ہے کہ ہمیں راہ راست دکھائی اور نماز وزکوٰۃ کی توفیق دی۔

تو تو ہمیں بخش دے ہم تجھ پر فدا ہوں تاکہ ہم میں تقویٰ پیدا ہو۔

اور ہمارے قدموں کو اپنی جگہ قائم رکھ اگر ہمارے مقابلہ میں تیرے دین کے دشمن آئیں اور ہم پر سکون و قرار اور آسانی کو نازل فرما۔

جب ہم صبح کریں اور ہم پر قتال واقع ہو اور شدائد و دشواریاں آئیں تو ہم اس سے گریز نہ کریں۔

اور چیخ و پکار اور خوف و دہشت سے ہم متزلزل نہ ہوں

یہ اشعار سن کر صحابہ کرامؓ پر رقت طاری تھی اونٹ خوشی خوشی رواں دواں تھے اور راستہ بڑی تیزی سے طے ہو رہا تھا۔

جب حضرت عامرؓ اشعار پڑھ رہے تھے تو رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''حدی پڑھنے والا کون ہے؟''

عامرؓ بن سنان یا رسول اللہ۔''

لوگوں نے عرض کیا۔ آپ ﷺ کی زبان دُرافشاں سے نکلا۔

''رحمتہ اللہ''

حضور اکرم ﷺ جس کے بارے میں یہ دعا فرماتے تھے وہ درجہ شہادت پر فائز ہوتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ قریب تھے۔ سنا تو فرمایا۔

''عامر کے لئے شہادت واجب ہوئی۔''

اور پھر بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض گزار ہوئے۔

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اے حبیب اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے عامر کے لئے درازی عمر کے لئے دعا کیوں نہیں فرمائی تا کہ دوست اس کی آواز سے نفع اندوز ہوتے۔''

جب عامرؓ حدی پڑھنے سے خاموش ہوئے تو حضور ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ سے فرمایا۔

''تم ہمارے لئے حدی نہیں کہو گے اور اونٹوں کی رفتار میں تیزی نہیں لاؤں گے۔''

حکم فرمانے کی دیر تھی کہ انہوں نے بھی وہی حدی پڑھی جو حضرت عامرؓ نے پڑھی تھی۔ صرف آخر میں ایک شعر کا اضافہ کیا تھا۔ اس پر بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

''اللّٰھم ارحم''

لہٰذا انہوں نے غزوہ موتہ میں جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ دراصل حضور ﷺ کے دربار کی خدمت کا یہی اجر وثواب ایسی ہی رحمت کا حصول ہے کہ جان دیں اور شہید ہو جائیں۔ درحقیقت لطف و رحمت یہی ہے کہ اس جہان کی تنگ وامانی سے چھٹکارا پائے۔

اتفاقاً بسر کوئے کسی افتادہ است

کہ وراں کوئے چومن کشتہ بسے افتادہ است

اس مقام پر بجز جان قربان کرنے کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

جب اسلامی لشکر روانہ ہوا تو راستے میں یہود کے حلیف قبائل نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرنا چاہی مگر وہ ان تمام رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے۔

عصر کے قریب اسلامی لشکر صہبا کے مقام پر پہنچا۔ نماز ادا کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے کھانا طلب فرمایا جو صرف ستو تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں پانی میں گھول کر نوش فرمایا۔ یہاں سے خیبر بہت زیادہ دور نہیں تھا۔ عشا کے بعد صلاح مشورہ سے نبی آخر ﷺ نے راستہ دکھانے والے خیل داہروی کو بلایا اور فرمایا۔

''ہمیں ایسے راستے سے لے چلو جو خیبر اور غطفان کے درمیان ہو تاکہ ہم انہیں یہود خیبر کی امداد سے روک سکیں۔''

''جی بہتر۔''

اس نے عرض کیا۔ لشکر کو آپ ﷺ نے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ حضرت عباد بن بشیرؓ کو آنجناب ﷺ نے بیس سواروں کے ہمراہ لشکر کے آگے طلیعہ کے طور پر بھیجا۔

حضرت عباد بن بشیرؓ رات کے اندھیرے میں جا رہے تھے کہ انہیں تھوڑے فاصلے پر ایک سایہ نظر آیا۔ اسے پکڑ لیا۔ وہ اہل خیبر کا جاسوس تھا اور مسلمانوں کے لشکر کی نقل و حرکت اور جنگی تیاریوں کا جائزہ لینے آیا تھا۔ حضرت عباد بن بشیرؓ نے اس سے خیبر والوں کے حالات دریافت کئے۔ وہ بولا۔

''اہل خیبر نے کنانہ بن الحقیق۔ ہوزہ بن قیس اور ایلی کو غطفان ۔کے پاس بھیجا کہ وہ مدد کو آئیں۔ چنانچہ عینیہ بن بدر جری اور جنگجو مردوں کی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور خیبر کے قلعہ میں فروکش ہوگیا۔ وہ اپنے دو ہزار بہادروں کے ہمراہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے منتظر بیٹھا ہے۔''

حضرت عباد بن بشیرؓ نے اس جاسوس کی باتیں سنیں تو فراست ایمانی سے بھانپ گئے کہ دروغ گوئی سے کام لے رہا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے چند تازیانے مارے اور بولے۔

''سچ بولو اصل ماجرا کیا ہے ورنہ چھٹکارا نہیں۔''

''اگر امان دو تو سچ کہوں۔'' اعرابی جاسوس نے کہا۔

''میں تمہیں امان دیتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا تو وہ کہنے لگا۔

''ہماری قوم تمہاری آمد کی وجہ سے خوفزدہ و پریشان ہے۔ جب تم لوگوں کی روانگی کے بارے میں عبداللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین نے اطلاع دی تو کنانہ بن ابی الحقیق نے صحیح خبر لانے کے لئے بھیجا ہے۔''

حضرت عباد بن بشیرؓ اسے پکڑ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں لے آئے۔ اس نے سارا ماجرا عرض کر دیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! اسے میرے حوالے کر دیں تاکہ قتل کر دوں۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے کہا۔

''حضورؐ! میں اسے پناہ دے چکا ہوں۔''

حضرت عباد بن بشیرؓ نے عرض کیا تو جاسوس کو ان کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

غطفانیوں نے یہود خیبر کی امداد کا وعدہ کیا تھا۔ انہیں پتہ چلا کہ مسلمان ان کے علاقے سے قریب ہیں تو چار ہزار جنگجو بہادروں کے ہمراہ نکلے۔ جب پہلی منزل پر پہنچے تو انہیں اپنے عقب میں عجیب وغریب قسم کی حرکات وسکنات کا احساس ہوا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مسلمان انہیں تاخت و تاراج کرنے کے لئے آگئے ہیں۔ پلٹ کر دیکھتے تو کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دل تھے کہ اڑے جارہے تھے۔ خیال آتا تھا کہ نہ جانے ان کی عدم موجودگی میں کیا واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ معاً انہیں ایک غیبی آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

''جن کو تم اپنے گھروں میں چھوڑ آئے ہو ان پر تباہی آگئی ہے۔''

بس پھر کیا تھا۔ مسلمانوں کی طرف اٹھے ہوئے قدم اپنے گھروں کی طرف مڑ گئے۔ چاہتے تھے کہ پر لگ جائیں اور وہ اڑ کر اپنے اہل وعیال اور عزیز و اقربا کے پاس پہنچ

جائیں۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے تھا۔

چھیانوے میلوں کا سفر تین دنوں میں طے کرنے کے بعد وادی خرصہ کے راستے رسول اللہ ﷺ خیبر کے قلعوں کے درمیان تشریف لائے۔ اس وقت رات کا وقت تھا جب خیبر کی بستی پر نگاہ مبارک پڑی تو فوج سے رکنے کو فرمایا اور بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی۔

''اے اللہ! ہم تجھ سے اس گاؤں کی اور گاؤں والوں کی اور گاؤں کی چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور ان سب کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔''

اور صحابہ کرامؓ سے بھی دعا پڑھنے کے لئے فرمایا۔ بعد ازاں آپ ﷺ اس مقام پر تشریف لے گئے۔ جسے منزلہ کہتے ہیں۔ یہاں اقامت فرمائی۔ ایک جگہ نماز کے لئے متعین فرمائی۔ نماز تہجد ادا کی۔ فجر کی نماز بہت تڑکے پڑھی اور پھر خیبر کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی علی الصباح پیش قدمی فرماتے تھے۔

جب سے یہود خیبر نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تھی بڑے چوکس ہو گئے تھے۔ ہر رات چند مسلح سوار دیکھ بھال کے لئے باہر نکلتے اور رات بھر گھومتے رہتے تھے لیکن جس روز اللہ کے محبوب ﷺ لائے اس دن نیند نے شدید غلبہ کیا۔ لمبی تان کے سوتے رہے صرف یہی نہیں بلکہ اس دن مرغوں نے بانگیں بھی نہ دیں اور چوپائے بے حس و حرکت پڑے رہے۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو لوگوں کی آنکھ کھلی۔ جب وہ کاروبار زندگی اور بیلچے کدال لے کر کھیتوں میں جانے کے لئے گھروں سے نکلے تو اچانک اسلامی لشکر پر ان کی نگاہ پڑی تو بوکھلاہٹ سے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ سینوں میں دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ عام سراسیمگی میں یہ کہتے ہوئے بھاگے۔

''محمد (ﷺ) فوج کے ساتھ ہے۔''

اور قلعہ بند ہو گئے۔ راحت انس و جاںؐ نے دیکھا تو تکبیر بلند فرمائی اور جب آپ ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو مسلمانوں نے بآواز بلند تکبیر کہی جس سے سرزمین خیبر

لرز اٹھی اور یہود کے دل سینوں کے اندر ڈوبنے لگے۔ حالانکہ ان کے قلعے بڑے مضبوط تھے جو چٹانوں اور پہاڑوں پر تھے۔ ان میں بیس ہزار جنگ آزما کیل کانٹے سے لیس موجود تھے اور منجیقیں ان کے پاس تھیں جو کہ جنگ کے دوران انہوں نے استعمال کی تھیں۔

یہود کا لشکر قلعوں میں بند ہو چکا تھا کہ سلام بن مشکم کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی۔ وہ یہود کا سردار اور بزرگ تھا۔ ضعیف و ناتوانی اور بیماری کے باوجود قلعہ نطاۃ میں آیا اور قوم سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ابتداء میں جو کہا تھا تم نے اس پر عمل نہیں کیا۔ جہاں تک ہو سکے جنگ و قتال میں کوشش کرو۔ یاد رکھو جنگ میں قتل ہونا قید ہو کر ہلاک ہونے سے بہت بہتر ہے۔''

اس کے ولولہ انگیز خیالات سن کر یہود لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ بہت سے بہادر قلعہ نطاۃ میں جمع ہو گئے لیکن مسلمانوں کے ہاتھوں اس قلعہ کو فتح ہونے سے قبل ہی وہ جہنم رسید ہو گیا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے بھی مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''اجر آخرت، بلندی درجات اور بے حد و حساب ثواب و اجر تمہاری راہ تک رہا ہے فتح و نصرت تمہاری منتظر ہے۔ اگر تم ثابت قدم رہے۔''

مسلمانوں کا جوش دیدنی تھا۔ قلعوں کا محاصرہ کر لیا گیا اور تیر اندازی شروع کر دی۔ دوسری طرف سے بھی تیر برسائے گئے اور منجنیقوں سے بڑے بڑے پتھر پھینکے گے۔

حضرت محمودؓ بن مسلمہ جو حضرت محمدؓ بن مسلم کے بھائی تھے انہوں نے بہت جنگ کی۔ گرمی بھی شدید تھی اور ہتھیار بھی خاصے وزنی تھے۔ بہت تھک گئے تھے۔ قلعہ ناعم کی دیوار کے سایہ میں قدرے آرام کے لئے بیٹھ گئے اور سوچا کہ اہل قتال میں سے یہاں کوئی نہیں ہے۔ تھکن اور سائے کی وجہ سے غنودگی طاری ہو گئی۔ کنانہ بن ابی الحقیق نے ایک پتھر ان کی طرف لڑھکا دیا جو خود پر آ کر لگا۔ خود کا لوہا ان کے سر میں دھنس گیا اور

پیشانی کا چمڑہ ان کے چہرے پر آ گیا۔ مسلمان انہیں اٹھا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ سر کو کپڑے سے مضبوط باندھ دیا لیکن وہ اسی دوران داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ وہ غزوہ خیبر کے پہلے شہید تھے جن کا خون اس سرزمین پر بہا۔

حضرت جناب بنؓ المنذر حرب و ضرب کے بڑے آزمودہ کار تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر نثار ہوں اے محبوب اللہ ﷺ یہ جگہ آپ کے قیام کے لئے مناسب نہیں۔ اہل قلعہ کے تیر یہاں پہنچتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ چارے اور پھولوں کے درمیان جگہ ہے۔ اس سے جگہ متعفن ہو جاتی ہے۔ تیسرے مخالفین شب خون مار سکتے ہیں۔''

چنانچہ رسالت مآب ﷺ موضع رجیع میں منتقل ہوگئے۔ وہیں ساتھ آنے والی خواتین کو رکھا۔ آپ ﷺ کی اس قیام گاہ کا انتظام حضرت عثمانؓ غنی ذوالنورین کے سپرد فرمایا۔ روزانہ مسلمان قلعوں کے قریب جاتے اور جنگ کرتے تھے۔

ایک روز حضرت خباب بنؓ المنذر نے بارگاہ عالم پناہ ﷺ میں عرض کیا۔

''حضور ﷺ! یہود کو کھجوروں کے درخت اپنی اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ اگر انہیں کاٹ دیا جائے تو ان کی حسرت و یاس کا ٹھکانہ نہ رہے گا۔''

آپؐ نے اجازت دے دی۔ جب حضرت ابوبکرؓ صدیق نے دیکھا کہ درخت کاٹے جا رہے ہیں تو بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

''یا حبیب اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے اگر حکم فرمائیں تو درخت کاٹنے سے منع کر دیا جائے۔''

''روک دو۔''

آپ ﷺ کا یہ طریق ہوتا تھا کہ ہر شب لشکر اسلام کی حفاظت کیلئے پہرہ پر کسی کو مقرر فرماتے تھے۔ ایک دن حضرت عمرؓ فاروق کی باری تھی۔ پہرہ دے رہے تھے کہ

مسلمان ایک یہودی کو پکڑ کر لائے۔ انہوں نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس نے سنا تو بولا۔

''مجھے اپنے نبی ﷺ کے پاس لے چلو میں نے ان سے کوئی بات کرنی ہے۔''

اسے حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ وہ کہنے لگا۔

''اے ابوالقاسم ﷺ! امان بخش دیں تاکہ کچھ عرض کروں۔''

''تمہیں امان دی۔ اب کہو کیا کہنا ہے۔''

''اہل خیبر لشکر اسلام کی ہیبت سے بڑے خوفزدہ ہیں۔ خاص طور پر آج کی جنگ نے انہیں لرزا دیا ہے۔ آج رات وہ قلعہ نطاۃ سے قلعہ شق میں منتقل ہو جائیں گے۔ انہوں نے آلات حرب اور غلہ و ذخائر کو ایک جگہ چھپا دیا ہے۔ میں اس جگہ کو جانتا ہوں۔ کل جب یہ قلعہ فتح ہوگا تو اس جگہ کو حضور ﷺ کے خادموں کو دکھا دوں گا۔''

''انشاء اللہ۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ وہ پھر بولا۔

''میرے اہل و عیال اس قلعہ میں ہیں ان کو بھی میرے ساتھ بخش دیں۔''

''میں نے انہیں بھی بخش دیا۔''

جب دوسرے دن قلعہ فتح ہوا تو وہ یہودی حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

ایک حبشی غلام کسی یہودی کی بکریوں کی رات میں نگرانی کرتا تھا۔ اس سے قبل کہ رسول اللہ ﷺ قلعہ کے دروازے پر تشریف لائیں۔ یہودی مسلح ہو کر جنگ کے لئے تیار کھڑے ہوگئے۔ حبشی غلام نے ان سے وجہ پوچھی تو بولے۔

''ہم اس شخص سے جنگ کریں گے جس نے نبوت دعویٰ کیا ہے۔''

حبشی نے سنا تو اشتیاق دیدار پیدا ہوا۔ حاضر خدمت ہوا اور پوچھا۔

''آپ ﷺ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔''

''اسلام کی۔'' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اگر قبول کرلوں تو میرا کیا ہوگا۔''

وہ بولا۔

''جنت۔ اگر اس پر قائم رہے۔''

سنا تو وہ حبشی غلام فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ پھر عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ ان کو مالک کے سپرد کر دوں۔''

''ان کو لشکر کے پاس لے جاؤ۔ ہنکا کر ان کے پیچھے چند کنکریاں پھینک دینا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے اس امانت کو ادا کر دے گا۔''

حضور انور ﷺ کے ارشاد کے مطابق حبشی غلام نے عمل کیا۔ بکریاں دوڑتی ہوئی یہودی مالک کے پاس پہنچ گئیں۔ اس کے بعد وہ ہتھیار اٹھا کر میدان جنگ کی طرف چلا گیا اور جنگ کرتا ہوا جام شہادت نوش کیا۔ اسے اٹھا کر لشکر اسلام کے خیموں میں لایا گیا اور حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ سماعت فرمایا تو ارشاد فرمایا۔

''اس نے کام تھوڑا کیا اور مزدوری زیادہ پائی۔''

اور پھر اس خیمے میں تشریف لائے جہاں اس کی نعش پڑی تھی۔ ارشاد فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ نے اس بندہ حبشی پر کرم فرمایا اور اسے جنت میں پہنچا دیا۔ دو حوریں اس کے سرہانے کھڑی ہیں۔''

خیبر کے مختلف قلعوں پر مختلف انداز سے جنگ اور جھڑپیں ہو رہی تھیں۔ کبھی جنگ شدت اختیار کر جاتی اور کبھی چند ایک واقعات پیش آتے۔ آہستہ آہستہ مختلف قلعے فتح ہوتے جا رہے تھے اور وہاں سے سپاہی دوسرے قلعوں میں منتقل ہو جاتے تھے۔ مرحب ایک قلعہ سے برآمد ہوا اور مبارزت طلب کی۔ حضرت عامرؓ بن سنان الاکوع جسے حدی پڑھنے کے دوران نور مجسم ﷺ نے اس کے لئے استغفار کی تھی مرحب کے مقابلے پر آئے۔ اس نے تلوار سے وار کیا تو حضرت عامرؓ نے اسے ڈھال پر روکا۔ بعد ازاں انہوں نے حملہ کیا۔ وار خطا گیا اور ان کی اپنی تلوار سے ہی ان کا زانو شدید زخمی ہوگیا۔

جس سے ان کی وفات ہوگئی۔ حضرت سلمہؓ بن الاکوع جو حضرت عامرؓ کے چچا زاد تھے چشم پرنم سے حبیب کبریاﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

''حضورﷺ! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عامرؓ اپنی تلوار سے مارے گئے۔ اس لئے ان کے عمل رائیگاں گئے ہیں۔''

''وہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ عامرؓ کو دوگنا اجر وثواب ہے۔ انہوں نے جہاد کیا وہ مجاہد ہیں۔''

قلعہ خیبر کے محاصرہ کے دوران مسلمانوں کو قلت طعام کا سامنا تھا۔ ایک روز قلعہ صعب سے بیس بھیڑیں نکلیں۔ یہودی انہیں قریب ہی چراتے تھے۔ آنحضرتﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''کوئی ایسا شخص ہے جو ان بھیڑوں میں سے کوئی چیز لائے۔''

حضرت ابوالیسر کعبؓ بن عمرو انصاری نے عرض کی۔

''حضورﷺ! میں اس خدمت کو بجا لاؤں گا۔''

اس کے بعد انہوں نے دامن کو گرہ دے کر ہرن کی مانند بھاگنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے جب اس کی تیز رفتاری ملاحظہ فرمائی تو فرمایا۔

''اللھم متعنابہ''

حضرت ابوالیسر ریوڑ میں پہنچے۔ دو بھیڑوں کو بغل میں دبایا اور بارگاہِ رسالتﷺ میں لاکر پیش کر دیں۔ بھیڑوں کو ذبح کیا گیا جس سے ہر شخص محظوظ ہوا۔ آپﷺ کی دعا کی بدولت حضرت ابوالیسرؓ کی طویل عمر ہوئی۔ آپﷺ نے بارگاہ احدیت میں دعا کی کہ اے بارالہٰ! وہ قلعہ فتح کرا دے جس میں غذا و طعام زیادہ ہو۔ پھر جھنڈا حضرت خبابؓ بن المنذر کو عطا فرمایا۔ لشکر اسلام نے ایک دم حملہ کیا اور خود کو قلعہ صعب کے پھاٹک تک پہنچا دیا اور جنگ میں مشغول ہوگئے۔ یہاں تک کہ قلعہ فتح ہوگیا اور بے شمار سازوسامان اور غذا و طعام ہاتھ لگا۔

ایک دن ایک محاذ پر گھمسان کا رن پڑا تھا۔ ایک شخص بڑی بے جگری سے لڑا۔ جو اس کی زد میں آجاتا پھر بچنے نہ پاتا۔ مسلمانوں نے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے۔

''اس کی جرأت و بہادری قابل داد ہے۔''

اور پھر حضور انور ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ فلاں شخص ایسے کارنامے سرانجام دے رہا ہے کہ کسی نے نہیں دیئے۔ سنا تو ارشاد فرمایا۔

''وہ اہلِ نار میں سے ہے۔''

لوگوں نے سنا تو حیرت زدہ رہ گئے۔ حضور ﷺ کا فرمان پتھر پر لکیر تھا۔ سوچنے لگی کہ دیکھنا چاہئے کہ حقیقتِ حال کیا ہے۔ چنانچہ ایک شخص اس کے قریب رہنے لگا۔ وہ لڑتے لڑتے زخمی ہوگیا۔ جان نکل نہیں رہی تھی۔ تنگ آ کر اس نے اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک پر سینہ رکھ کر اس پر جھول گیا اور خودکشی کرلی۔ سارا ماجرا بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کیا گیا۔ فرمایا۔

''انسان ظاہر میں جنت کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہلِ نار میں سے ہوتا ہے اور دوسرا شخص اہل جہنم کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔''

جب مختلف محاذوں پر جنگ جاری تھی تو اس دوران میں سلام بن مشکم کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تو اس کے بعد حارث بن ابی زینب نے قیادت کی باگ ڈور سنبھالی۔ وہ قلعہ ناعم سے مقابلہ کے لئے نکلا لیکن بنی خزرج کی پامردی نے اسے پلٹ جانے پر مجبور کردیا۔

قلعہ ناعم کے بعد جنگ کے شعلے خوب بھڑک اٹھے۔ قلعہ غموص کے محاصرہ میں مسلمان مصروف تھے کہ آنحضرت ﷺ کو دردِ سر کا عارضہ ہوگیا اس لئے بہ نفسِ نفیس خود لشکرِ اسلام کی کمان کرنے تشریف نہ لے جاسکے۔ ہر روز کسی ایک مہاجر و انصار کے بزرگ کو کمان سپرد فرماتے۔ قلعہ غموص بہت مضبوط اور ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا ایک دن حضرت عمر فاروقؓ کی سرکردگی میں جنگ ہوئی مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ

کو امیر العسکر بنا کر بھیجا گیا فتح اب بھی نصیب نہ ہوئی۔ تیسرے دن پھر حضرت عمرؓ کو کمان سونپی گئی۔ شدید جنگ ہوئی۔ مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''کل اس کو جھنڈا دوں گا جو پلٹ پلٹ کر دشمن پر حملہ کرے گا۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے پسند فرماتا ہے اور اللہ اس پر فتح فرمائے گا۔''

جب یہ سنا تو تمام صحابہؓ امید لگا کر بیٹھ گئے کہ دیکھیں جھنڈا کس کو عطا ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ ان دنوں آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ آنکھ مبارک اس شدت سے درد کرتی تھی کہ اپنے پاؤں تک نہ دیکھ سکتے تھی۔ صحابہ کرام کی رات یہی سوچتے گزری کہ دیکھیں کل کس کے نصیب جاگتے ہیں۔ جب دوشیزہ صبح نے اپنا رخِ تابان سے ماحول میں روشنی بھر دی تو جنگ آزما، بہادرانِ لشکر اسلامی جو میدان کارزار میں چیتے کی کمر میں پنجہ ڈالتے اور جنگ کے سمندر میں مگر مچھ کے منہ میں قدم رکھتے تھے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر بیٹھ گئے کہ دیکھیں علم کسے ملتا ہے۔ ہر ایک جانباز و بہادر آس لگائے بیٹھا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس دن کے علاوہ میں نے کبھی امارت کو پسند نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے۔ سپہ سالاران لشکر پر نگاہ دوڑائی۔ پوچھا۔

''علیؓ کہاں ہیں؟''

بتایا گیا۔

''یارسول اللہ ﷺ! وہ آشوبِ چشم کے درد میں مبتلا ہیں۔''

''ان کو میرے پاس لاؤ۔''

آپ ﷺ نے فرمایا تو حضرت سلمہؓ بن الاکوع گئے اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر شہنشاہ دین پناہ ﷺ کی بارگاہ میں لائے۔ آپ ﷺ نے ان کا سر اپنی ران مبارک پر رکھا اور اپنا لعاب دہن مبارک ان کی آنکھ میں لگایا۔ اسی وقت آشوب چشم جاتا رہا اور شفائے کلی حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد انہیں کبھی آنکھ اور سر کا درد لاحق نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے ان

کے لئے یہ دعا کی۔

''اے اللہ! علیؓ سے گرمی اور سردی دونوں کو دور رکھ۔''

حضرت ابن ابیؓ لیلیٰ کی روایت ہے کہ اس دعا مبارک کے بعد اگر حضرت علی سخت گرمی میں روئی کا لباس اور سخت سردی میں باریک لباس زیب تن فرماتے تو انہیں کوئی نقصان نہ پہنچتا تھا۔

جب حضرت علیؓ کا مرض جاتا رہا تو آنحضرتﷺ نے انہیں اپنی خاص زرہ پہنائی۔ ذوالفقار تلوار ان کی میان میں باندھی اور فرمایا۔

''جاؤ۔ التفات نہ کرنا۔ جب تک اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر قلعہ فتح نہ فرما دے۔''

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا اٹھا لیا اور محاذِ جنگ پر جانے کے لئے تیار کھڑے ہوئے۔ اسلامی لشکر اپنے امیر کے اشارے کا منتظر تھا کب روانگی کا حکم ملتا ہے۔ انہوں نے عرض کی۔

''یا رسول اللہﷺ! میں یہود کے ساتھ جنگ کروں گا اگر وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں۔''

''ہاں۔ سیدھا چلا جا یہاں تک ان کے میدان میں اترے۔ پھر یہود کو اطلاع دے۔ اگر تیرے طفیل ان میں سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو تیرے لئے اللہ کی راہ میں سرخ اونٹ قربان کرنے سے بہتر ہے۔''

اللہ کے محبوبﷺ کا اذن ملتے ہی حضرت علیؓ نے میدان جنگ کی طرف کوچ فرمایا۔ ان کے ساتھ ہی اسلامی لشکر حرکت میں آ گیا۔ آج بھی رخ قلعہ غموص کی طرف تھا جو سب سے زیادہ مستحکم، جنگجو یہودیوں سے بھرا ہوا۔ کئی دنوں سے فتح نہیں ہو رہا تھا۔ آپ نے قلعہ کے نواح میں پہنچ کر جھنڈے کو قریب ہی ایک ٹیلے پر نصب کر دیا۔ قلعہ کے اوپر یہودی موجود دیکھ رہے تھے۔ ان کے ایک عالم نے اونچی آواز سے پوچھا۔

''اے صاحب علم تم کون ہو؟''

''میں علی ابن ابی طالب ہوں۔''

آپ نے جواب دیا۔ یہودی عالم نے سنا تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر بولا۔

''توریت کی قسم یہ شخص قلعہ فتح کئے بغیر نہیں لوٹے گا۔''

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اسی اثناء میں مرحب کا بھائی حارث قلعہ سے باہر نکلا۔ آتے ہیں حملہ کر دیا اور دو مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ جب حضرت علیؓ نے دیکھا تو بجلی کی سرعت سے حارث کے سر پر پہنچ گئے اور ایسا بھرپور وار کیا کہ سیدھا جہنم میں پہنچا۔ مرحب کو جب اپنے بھائی کے قتل کا علم ہوا تو غصے سے خون اس کی رگوں میں تیز ہو گیا۔ خیبر کے بہادروں کے ہمراہ قلعہ سے باہر آیا۔ غیض و غصہ کے آثار اس کے چہرے سے عیاں تھے۔ اس نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ دو تلواریں کمر میں لٹکائی ہوئی تھیں اور سر پر دو عمامے باندھ کر اوپر خود پہنا ہوا تھا۔ میدان میں آ کر اس نے رجز پڑھا۔

خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔

سلاح پوش۔ تجربہ کار۔ جنگجو ہوں۔

میں کبھی نیزہ چلاتا ہوں اور کبھی تلوار۔

جب شیر آگے بڑھتے ہیں تو غصے سے بپھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ میری چراگاہ یقیناً ایک ایسی چراگاہ ہے جس کے قریب آنا بھی محال ہے۔

میرے رعب داب سے تجربہ کار جنگجو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

حضرت علیؓ لپک کر مرحب کے مقابل آ گئے اور رجز پڑھا۔

''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔ ضرغام ہوں، اجام ہوں اور حملہ آور لیث ہوں۔''

مرحب نے جب ضرغام، اجام اور لیث کے الفاظ سنے جو شیر کے مترادف المعنی تھے تو اسے اپنا خواب یاد آ گیا کہ اسے ایک شیر نے مار دیا ہے۔ شیر خدا کے روپ میں

مرحب کی موت سامنے کھڑی تھی۔ واپس لوٹے تو جوانمردی پر داغ لگتا ہے۔ آگے بڑھے تو موت نظر آتی ہے، لیکن اس کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ پیش دستی کر کے چاہتا تھا کہ مدمقابل شیر خدا پر تیغ سے حملہ کرے کہ آپؓ سبقت فرما کر فضا میں اچھلے اور ضربِ ذوالفقار اس ملعون کے سر پر ایسی لگائی کہ خود کو کاٹ کر زرہ کی زنجیر کاٹتی حلق تک آ گئی۔ وہ گرا، تڑپا، مچلا اور دم توڑ دیا۔ حضرت علیؓ نے عام جنگ کا حکم دے دیا۔ مسلمان یہودیوں پر ٹوٹ پڑے۔ تنہا حضرت علیؓ نے یہودیوں کے سات بہادروں کو قتل کیا۔ وہ شکست کھا کر قلعہ کی طرف پلٹے۔ اور بھاگے اور گیدڑوں کی موت مرنے لگے۔ الامان الامان کی صدائیں بلند کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے ایک مجاہد کے ذریعے حضور اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی اور ان کی اجازت سے اہل خیبر کو امان دے دی گئی۔ یہ آخری قلعہ تھا جو حضرت علیؓ شیر خدا کے ہاتھوں فتح ہوا اور اس کے بعد سارا خیبر رسول اللہ ﷺ کے زیر تسلط آ گیا۔

قلعہ غموص کو سر کرنے کے بعد حضرت علیؓ واپس تشریف لائے تو سرور کونین ﷺ اپنے خیمے سے باہر تشریف لے آئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے مابین بوسہ دیا اور فرمایا۔

"مجھے تمہاری مشکورانہ تعریفیں پہنچیں اور تمہاری بہادریاں بیان ہوئیں۔
بے شک اللہ ان سے راضی ہوا اور میں تم سے راضی ہوا۔"

یہ سنا تو حضرت علیؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ دیکھا تو آپ ﷺ نے پوچھا۔

"علیؓ! یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا۔"

عرض کی۔

"یا رسول اللہ ﷺ! یہ گریہ خوشی کا ہے۔ اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی کہ آپ ﷺ مجھ سے راضی ہیں۔"

قلعہ غموص کا حاکم کنانہ بن الحقیق تھا۔ قلعہ سے سو زرہوں' چار سو تلواروں' ہزار نیزوں اور پانچ سو کمانوں کے علاوہ بے شمار سازوسامان ہاتھ آیا تھا۔ آنحضرت ﷺ قلعہ میں تشریف لائے اور سب کو اکٹھا کیا۔ کنانہ سے دریافت فرمایا۔

''ابی الحقیق کا خزانہ کہاں ہے۔''

بولا۔

''اے ابوالقاسم صلی ﷺ! وہ سب تو سامان جنگ کی فراہمی اور دوسری ضروریات پر خرچ ہوگیا۔''

اور قسم کھالی۔

''اگر جھوٹ ثابت ہوا تو تمہارا خون جائز ہوگا اور ہماری امان سے نکل جاؤ گے۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اور اس پر حضرت شیخین و اسداللہ اور یہود کی ایک جماعت کو گواہ بنالیا۔

''کنانہ محمد ﷺ جو طلب فرماتے ہیں دے دو اگر تم جانتے ہو وگرنہ اللہ تعالیٰ انہیں مطلع کردے گا۔''

کنانہ کی قوم کے ایک فرد نے کہا مگر اس نے توجہ نہ دی اور اپنی بات پر اڑا رہا۔ حالانکہ اس نے نطاۃ قلعہ کی فتح کے موقع پر سونا' زیور' موتی اور جواہرات ایک اونٹ کی کھال میں بھر کر ایک ویرانے میں دفن کردیئے تھے۔

''تجھے خزانے کی کوئی خبر ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے سلام بن ابی الحقیق کے لڑکے ثعلبہ سے دریافت کیا۔

''حضور ﷺ! اتنا جانتا ہوں کہ کنانہ فلاں خرابے میں گھومتا رہتا ہے۔ شاید خزانہ وہاں ہو۔''

اس پر آپ ﷺ نے حضرت زبیر بن العوامؓ کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس ویرانہ میں بھیجا جہاں سے خزانہ مل گیا اور اس کی غداری اور جھوٹ ظاہر ہوگیا۔ خاتم

النبیین ﷺ نے کنانہ کو محمد بن مسلمہؓ کے حوالے کردیا اور انہوں نے اپنے بھائی کے قتل کے عوض اس کی گردن مار دی۔

خیبر کے علاقے سے مسلمانوں کو بے شمار مال و اسباب' چوپائے اور قیدی حاصل ہوئے۔ ان میں کنانہ کی بیوی بھی تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت فروہ بن عمرو بیانی تمام غنائم' ساز و سامان اور قیدیوں کو قلعہ نطاۃ میں جمع کرنے کا حکم دیا اور منادی کرا دی کہ اگر کسی کے پاس ایک رسی یا سوئی بھی ہو تو واپس کردے ورنہ خیانت مقصود ہوگی۔ حسب حکم قلعہ نطاۃ میں سب کو جمع کر دیا گیا۔ ایک شخص نے مدعم نامی ایک غلام کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ اپنا سامان اتار رہا تھا کہ ایک تیر آیا جو اسے آ کر لگا اور اسی سے جاں بحق ہوگیا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ تیر کہاں آیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔

"یہ غلام مستحقِ جنت ہوگیا کیونکہ اس نے محبوب کبریا ﷺ کی بڑی خدمت کی تھی۔"

آپ ﷺ نے ساعت فرمایا تو ارشاد فرمایا۔

"اس پر آتش دوزخ لپٹ مار رہی ہے۔ کیونکہ تقسیم غنیمت سے پہلے اس نے ایک چادر لے لی تھی۔"

جب خیبر فتح ہوگیا تو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے اصحاب میں سے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور ان کی اہلیہ اسماؓ بن عمیس۔ حضرت موسیٰؓ اشعری اور حضرت ابوہریرہؓ پہنچے۔

رسول اللہ ﷺ نے پانچواں حصہ نکال کر مال غنیت تقسیم فرما دیا جن میں یہ مہاجر حضرات بھی شامل ہیں کیونکہ جب انہیں پتہ چلا تھا تو جہاد کی نیت سے یہاں آئے تھے۔ وہ عورتیں جو اپنی مرضی سے زخمیوں کی مرہم پٹی وغیرہ کے لئے ساتھ ہولی تھیں ان کے لئے مال غنیمت میں حصہ نہ تھا لیکن آپ ﷺ نے انہیں بھی کچھ عطا فرما دیا۔

محبوب خدا ﷺ نے یہود خیبر سے فرمایا کہ وہ اس سرزمین سے نکل جائیں جب سنا تو تضرع و زاری شروع کردی اور عرض گزار ہوئے۔

"حضور ﷺ! اہل اسلام مطمئن رہیں کہ ہم ان کھیتوں اور باغوں میں کام کریں گے' حفاظت کریں گے' ہمیں اجرت پر رکھ لیں۔ مسلمان اس معاملہ میں تردد سے فارغ رہیں گے۔ ہمیں اصل و ملکیت میں کوئی دخل نہ ہوگا۔"

آپ ﷺ نے ان کی فریاد سن کر رحم کرتے ہوئے ان کو زمینوں اور باغات وغیرہ پر متعین فرما دیا اور حصہ مقرر فرما دیا کہ آدھی پیداوار بیت المال میں جمع کروائیں اور آدھی پیداوار اپنے عمل کی اجرت میں پائیں۔

خیبر کا قلعہ فتح کرنے میں تین ہفتے لگے۔ اس جنگ میں پندرہ مسلمان خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے جبکہ ترانوے یہودی جہنم کا ایندھن بنے۔

○○○

10

فتح مکہ

رجب المرجب' 8 ہجری

صلح حدیبیہ میں طے پائی جانے والی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قریش اور مسلمان ایک دوسرے کے حلیفوں سے تعرض نہیں کریں گے۔ بنی بکر قریش کے حلیف تھے اور بنی خزاعہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا تھا۔ ماضی میں ان دونوں قبائل میں باہم و دگرٹھنی رہتی تھی اور کئی ایک چھوٹی بڑی لڑائیاں ان میں لڑی جا چکی تھیں، لیکن بعث رسول ﷺ کے بعد قریش اور مکہ کے دیگر تمام قبائل اپنی باہمی دشمنیاں بھول کر اسلام دشمنی میں دلچسپی لینے لگے اور سب ایک مرکز پر متفق ہو کر اسلام کے خاتمے کے داعی بن گئے۔

اسی دوران کئی واقعات کئی جنگیں اور کئی معرکے ہوئے حتیٰ کہ صلح حدیبیہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان طے پا گئی۔ مشرکین کو مسلمانوں کی طرف سے اطمینان ہوا تو ان کے خوابیدہ اور پرانے جھگڑوں کی آنکھ کھل گئی۔ پرانے قواعد مستحکم کرنے اور برے معاہدے کرنے کا ماحول پیدا ہو گیا۔

حریف قبیلے بنو ذیل کے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے ہجو میں زبان کھولی تو آپ ﷺ کے حلیف بنو خزاعہ کے ایک غلام سے نہ رہا گیا۔ اس نے اس بیہودہ گو کو زبان قابو میں رکھنے کا انتباہ کیا، لیکن شریر شرافت کی زبان کہاں سمجھتا ہے اس نے اپنی بکواس جاری رکھی بنو ذیل کا بدگو شخص زخمی حالت میں اپنے دوست خاندان بنی بکر کے

افراد کے پاس پہنچا اور اپنی حالت زار بیان کی۔ بنی بکر اور بنی نفاثہ کا آپس میں بطنی تعلق تھا۔ یہ دونوں ایک ہو کر بنو مذبہ کے پاس پہنچے اور بنو خزاعہ کے خلاف اس کی مدد چاہی مگر بنو مذبح نے ایسی شرانگیز مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ بنو بکر کو ادھر سے مایوسی ہوئی تو انہوں نے قریش کے در پر دستک دی اور مدد چاہی۔ قریش اسلام دشمنی میں اس قدر غرق تھے کہ انہوں نے حدیبیہ کے معاہدے کا پاس و لحاظ کئے بغیر مسلمانوں کے حلیف اور دوست قبیلے بنو خزاعہ کے خلاف بنو بکر کی مدد کرنے کی حامی بھر لی۔

قریش نے بنو بکر کی نہ صرف حرف آلات حرب سے مدد کی بلکہ سہیل بن عمرو، حویب بن عبدالعزی، عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سکرز بن حفص پر مشتمل افراد کی ایک جماعت نے بھیس بدل کر بنو خزاعہ پر شب خون بھی مارا۔

دونوں فریقوں میں باقاعدہ اور طویل لڑائی ہوئی۔ بنو خزاعہ مقابلے سے عاجز آ گئے۔ ایک طرف وہ اکیلے تھے جبکہ دوسری طرف بنو بکر قریش کی اعانت سے مضبوط ہاتھوں سے لڑ رہا تھا۔ بنو خزاعہ نے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھی تو رافع بن بدیل بن ورقا خزاعی کی سرائے میں داخل ہو گئے۔ اب بنو بکر کو ہتھیار ڈالتے ہی بنی۔ جنگ سرد پڑی تو قریش اپنے گھروں کو چلے گئے۔ قریش کے ذہن میں یہ غلط فہمی تھی کہ ان کو نقاب پوشی کی وجہ سے کسی نے نہیں پہچانا مگر ان کا یہ خیال خام نکلا۔ بنو خزاعہ نے نہ صرف انہیں اچھی طرح پہچان لیا بلکہ اس کی تصدیق انہوں نے کھلے بندوں کی۔

قریش کے سرداروں کو اپنے کئے پر سخت پشیمانی ہوئی۔ درحقیقت اپنی اس حرکت کی وجہ سے وہ حدیبیہ کا معاہدہ سبوتاژ کر چکے تھے، عہد کا توڑنا حرم کے قواعد توڑنے کا متلوم تھا۔ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ربیعہ، ابو سفیان کے پاس آئے اور بتایا کہ وہ جو شرارت کر چکے ہیں اس کو مخفی رکھنا مشکل ہو گیا ہے اس لئے اب وہی اس فساد کی اصلاح کے لئے کچھ کرے۔

ابوسفیان جانتا تھا کہ اگر اس غلطی کا ازالہ اور تدارک نہ کیا گیا تو مسلمان مخاصمت

میں کھڑے ہو جائیں گے اور بنوخزاعہ کے مقتولین کے انتقام میں خون بہانے سے قطعاً گریز نہیں کریں گے۔

جس رات بنوخزاعہ پر بنو بکر نے جارحیت کی اسی شب آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ نے تمام صورت حال بتا دی۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ قریش نے صلح کا معاہدہ توڑ دیا ہے۔

اس واقعہ سے تین دن بعد عمرو بن سالم خزاعی بنوخزاعہ کے چالیس افراد کے وفد کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ عمرو نے مسجد میں داخل ہوتے ہی آپ ﷺ کو بنوخزاعہ کی مظلومیت اور بنو بکر کی ستم رسانی کی داستان سنائی تو آپ ﷺ نے عمرو سے فرمایا۔

''تم لوگ تسلی رکھو۔ میں آپ لوگوں کی مدد اسی طرح کروں گا جس طرح میں اپنی مدد کرتا ہوں۔ اگر میں اسی طرح تمہاری مدد نہ کروں تو مدد نہ دیا جاؤں۔''

دوسری طرف ابوسفیان سفارش کے لئے زوجہ رسول ﷺ کی طرف چل پڑا۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ جو ابوسفیان کی بیٹی تھیں حضور ﷺ سے پہلے آپ عبداللہ بن جحش کی بیوی تھیں بعثت کے بعد یہ دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے۔ ان کا اصل نام ''آملہ'' تھا۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو ام حبیبہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ قریش کے جبر و استبداد سے تنگ آکر جب مسلمانوں نے دوسری مرتبہ ہجرت حبشہ کی تو ام حبیبہؓ اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ہمراہ حبشہ تشریف لے گئیں۔ وہاں جا کر ان کے شوہر نے مذہب سے دوری اختیار کر لی اور اسی حالت میں فوت ہو گیا۔

حضرت ام حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں آنحضرت ﷺ کو ام حبیبہؓ کے احوال کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ حمزیؓ کو بطور قاصد حبشہ روانہ کیا۔ جس کو آپ ﷺ نے شاہ حبشہ نجاشی کے نام مکتوب دے کر بھیجا جس میں حضرت ام حبیبہؓ کے لئے بادشاہ کی معرفت پیغام نکاح تھا۔ نجاشی نے اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعے آنحضرت ﷺ کا پیغام ام

حبیبہؓ کو دیا۔

ام حبیبہ فرماتی ہیں۔

''آپ بات سے کئی روز قبل میں نے خواب میں دیکھا کوئی شخص مجھے پکار رہا ہے جب ابرہہ نے حضور ﷺ کا پیغام عقد دیا تو میں اس قدر خوش ہوئی کہ میں نے اپنا زیور اس لونڈی کو دے دیا اور بادشاہ کو نکاح کی رضا مندی کا جواب دیا۔ حبشہ میں ہی حضرت جعفر بن ابو طالبؓ اور دوسرے مسلمان موجود تھے۔ بادشاہ نے ان کو طلب کیا اور میرے نکاح کا وکیل بنایا اور خود نجاشی نے خطبہ نکاح پڑھا۔ آنحضرت ﷺ کی طرف سے چار سو شتال سونا' چار ہزار درہم میرا حق مہر مقرر کیا گیا''۔

عقد کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو انہوں نے حضرت شرجیل بن حسنہؓ کو بھیجا وہ ام حبیبہؓ کو لے کر حبشہ سے مدینہ پہنچے، اسلام لانے کے بعد ام حبیبہؓ اپنے والد ابوسفیان اور والدہ ہندہ سے قطعاً لاتعلق رہیں' لیکن حدیبیہ کے معاہدے سے سبوتاژ ہونے کے بعد ابوسفیان نے مسلمانوں سے رابطہ قائم کرنے اور آنحضرت ﷺ تک رسائی چاہنے کے لئے بیٹی کو سفارش کا زینہ استعمال کرنا چاہا اور مکہ سے مدینہ پہنچا اور سیدھا ام حبیبہؓ کے گھر آیا۔ جب وہ بستر پر بیٹھنے لگا تو ام حبیبہؓ نے اسے روک دیا۔ ابوسفیان متعجب ہوا اور کہا۔

''بیٹی اپنے باپ سے زیادہ بستر کو عزیز جانتی ہو۔''

ام المومنینؓ نے فرمایا۔

''بستر نہیں بستر والا عزیز ہے یہ آنحضرت ﷺ کا پاک بستر ہے آپ بے شک میرے والد ہیں لیکن مشرک اور نجس ہیں اور آپ کے بیٹھنے سے حضور ﷺ کا بستر ناپاک ہو جائے گا۔ میں نے خدا سے اسلام کی ہدایت پائی ہے۔ جبکہ آپ بزرگ اور دانشور ہوتے ہوئے بھی ان بتوں کو پوجتے ہیں جو آپ کی نہ بات سنتے ہیں اور نہ کوئی حاجت روائی کر سکتے ہیں۔ مذہب کی جو خلیج آپ کے اور میرے درمیان حائل ہے اس کی بدولت

میرا اور آپ کا کوئی تعلق خاطر نہیں۔"

ابوسفیان جو امیدیں لے کر آیا تھا وہ نقش برآب ثابت ہوئیں۔ اپنی لخت جگر سے اسے نہایت مایوسانہ سلوک حاصل ہوا اور وہ نامراد حضرت ام حبیبہؓ کے گھر سے نکل پڑا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تجدید عہد میں مدد طلب کی اور قریش کی شرارت پر تلافی کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

"اس معاملے میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔ میری منشا خدا اور اس کے رسول ﷺ کی منشا کے مطابق ہے۔"

در صدیقؓ سے ابوسفیان تہی دست نکلا تو عمر فاروقؓ کے دروازے پر مدد کے لئے صدا دی۔ حضرت عمرؓ نہایت سرد روئی سے اس کے ساتھ ہم کلام ہوئے اور فرمایا۔

"اے ابوسفیان تو مجھ سے یہ توقع رکھتا ہے کہ میں تیری مدد کروں گا خدا کی قسم اگر میرے پاس چیونٹی کے سوا کچھ بھی نہ ہو تو میں اسی کے ساتھ تمہارے ساتھ جہاد کروں گا۔"

یہاں سے نکل کر ابوسفیان نے حضرت فاطمہؓ کے پاس جا کر قسمت آزمائی چاہی کہ اپنی بیٹی سے کوئی مدد نہ مل سکی تو شاید رسول ﷺ کی بیٹی کوئی مدد کر دے مگر اس کو یہاں سے بھی مایوسی ہوئی۔

ناچار اس نے حضرت حضرت علیؓ کے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا۔

"ابوسفیان معاملہ اب آگے بڑھ گیا ہے تمہاری ساری کوششیں لاحاصل ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے پختہ ارادوں کا تعلق خدا تعالیٰ کے فیصلوں کے ساتھ ہوتا ہے۔"

ابوسفیان حضرت علیؓ کا دامن تھام کر عرض گزار ہوا۔

"اے امیرؓ! اب میں کہاں جاؤں اس مہم کا کوئی علاج آپ ہی بتائیں اور مجھے راہ

صواب دکھائیں۔"

حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"تم اپنی قوم بنو کنانہ کے سردار ہو۔ لہٰذا مدینہ کے کسی بلند مقام پر کھڑے ہو کر خود ہی اعلان کر دو کہ صلح قائم ہے اور اپنے وطن کی راہ لو۔"

یہ تجویز اسے پسند آئی اور اس نے مسجد میں جا کر یہ اعلان کر دیا کہ "صلح قائم ہے۔"

یہ اعلان کر کے ابوسفیان مکہ لوٹ آیا۔ مدینہ میں اسے کئی روز لگ گئے۔ اتنی لمبی غیر حاضری میں ابوسفیان کے گھر والوں اور بالخصوص اس کی بیوی ہندہ اور قریش نے یہی سمجھا کہ شاید اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

ابوسفیان اپنوں میں واپس آیا تو ان لوگوں کو تسلی ہوئی۔ اس نے اپنی بیوی ہندہ اور قریش کو مطمئن کرنے کے لئے کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا بتوں کی قربانیاں دیں اور پھر اپنے خاندان والوں کو حضرت علیؓ کے مشورے کے مطابق طے کردہ صلح والی بات کی تفصیل بتائی۔

سب لوگوں نے اس کی بات سن کر اسے ملامتاً کہا۔

"علیؓ نے تمہیں بات دے دی اور تجھے بیوقوف بنا دیا۔ تو نے خواہ مخواہ وقت برباد کیا اور کوئی کام نہ کیا۔ نہ تو جنگ کی خبر لایا کہ ہم بھی جواباً تیاری کرتے اور نہ ہی تیری بات میں صلح کا کوئی پہلو ہے کہ ہم امن و امان سے بیٹھ رہیں۔"

ابوسفیان کے روانہ ہونے کے لئے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے فدائیوں کو مکہ کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کو خدائی امداد اور اپنی فوجی طاقت پر کامل ایمان تھا۔ تاہم آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ مکہ پر ناگہانی چڑھائی کر دی جائے تاکہ ان کے پاس مدافعت کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور کشت و خون کے بغیر ہی فتح و نصرت حاصل ہو جائے۔

آپ ﷺ نے صحابہؓ کو سختی سے ہدایت کر دی کہ مکہ کے اس سفر کے بارے میں قبل از وقت کوئی بات نہ کی جائے۔ تاکہ قریش اس معاملہ سے بے خبر رہیں۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے خدا سے بھی دعا کی کہ خدا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثاروں کو قریش اور کفار سے محفوظ و مامون رکھے۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ کبار صحابہ میں سے تھے ان کے اہل و عیال اور تمام رشتہ دار مکہ میں مقیم تھے انہیں آنحضرت ﷺ کے سفر مکہ کا پتہ چلا تو انہوں نے نفس انسان کی کمزوری کے باعث قریش مکہ کے نام ایک خط لکھا اور سارہ نامی ایک مکی عورت کو اجرت کی شرط پر دیا اور ہدایت کی کہ وہ یہ خط قریش کو دے دے تاکہ وہ آنحضرت ﷺ کی تیاریوں سے آگاہ ہو جائیں۔

آنحضرت ﷺ کو اپنی بصیرت نبوی ﷺ کے باعث حاطب کے اس عمل کی خبر ہوگئی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بن عوامؓ کو مذکورہ عورت کے تعاقب میں روانہ کیا۔ دونوں حضرات نے سارہ کو راستے میں ہی جا لیا اور اس کو روک کر اس سے خط کے بارے میں پوچھا تو اس نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔

حضرت علیؓ نے غصے میں آ کر اس لونڈی سے کہا۔

''اللہ کے رسول ﷺ کوئی غلط بات نہیں فرما سکتے اگر تم نے مذکورہ خط ہمیں نہ دیا تو تمہاری گردن اڑا دی جائے گی۔''

یہ کہہ کر آپؓ نے تلوار نکالی۔ لونڈی سارہ ڈر گئی اور اس نے اپنے بالوں کی مینڈیوں سے خط نکال کر حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا۔ سارہ کو واپس مدینہ لایا گیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آنحضرت ﷺ نے حاطبؓ کو طلب فرمایا اور ان سے اس مذموم حرکت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے دست بستہ ہو کر عرض کی۔

''اے حبیب اللہ ﷺ! میں خدا اور اس کے رسول ﷺ دونوں کو عزیز

جانتا ہوں میرے ایمان میں رائی برابر تبدیلی نہیں آئی۔ میرے بیوی بچے اور دیگر خاندان کے لوگ مکہ میں مقیم ہیں۔ مدینہ میں میرے اپنے سوا میرے افراد خانہ میں سے کوئی نہیں۔ میں نے یہ غلطی محض اس وجہ سے کی کہ اہل مکہ اس مدارات کے باعث میرے افراد خانہ کو کوئی گزند نہ پہنچائیں۔

حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے پاس کھڑے تھے، انہوں نے اپنی شمشیر نکالی اور حضرت محمد ﷺ سے عرض کی کہ انہی حاطب بن ابی بلتعہؓ کا سر قلم کرنے کی اجازت دیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

''عمرؓ! اس شخص نے جو کچھ کہا سچ کہا ہے اس نے اپنے گھر والوں کے تحفظ کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے ورنہ اس کی نیت میں فتور نہیں تھا اور تمہیں شاید معلوم نہیں کہ بدری صحابہؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''وہ جو چاہیں کریں انہیں خدا نے بخش دیا ہے۔ حاطبؓ بھی بدری صحابی میں سے ہیں ان کو معاف کر دینا خدا کی رضا جوئی کے عین مطابق ہے۔''

تیاریاں مکمل ہوگئیں اور روانگی کا دن آگیا مسلمانوں کا مکہ پہنچنے کا شوق دیدنی تھا۔ آنحضرت ﷺ خدا کے دربار میں سربسجود اور دعا گو ہوئے اور عرض کی۔

''اے مولا ہم سب کو سرخروئی اور کامیابی عطا فرما۔''

دعاؤں، نیک تمناؤں اور سچے جذبوں کے ساتھ سفر کا آغاز ہوا، لشکر کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ دیکھنے اور سننے والوں نے اتنا بڑا قافلہ و کارواں نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ سنا تھا۔ مسلمانوں کی یہ تمنا تھی کہ کعبہ جو ان کا مرجع و مامن ہے اس کو اپنی تحویل میں لے لیں۔ جوں جوں یہ عظیم الشان لشکر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح بڑھتا گیا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ افراد شامل ہوتے گئے۔ منزلیں طے ہوتی گئیں تعداد بڑھتی گئی۔

ہر شخص کا سر فخر سے بلند تھا۔ خدا کی برتری کے احساس سے ہر مومن کا دل سرشار تھا

سالوں کی ریاضت ثمر آور ہونے والی تھی۔ وہ گھڑیاں جب مہاجرین کو مکہ سے نکالا گیا تھا۔ وہ لمحہ جب حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو محروم تمنا کر کے واپس لوٹایا گیا تھا۔ ان کے ازالوں کی ساعتیں لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہی تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی خواہش تھی کہ کسی جنگ و جدل کے بغیر ہی حرم میں پہنچ جائیں سفر طے ہوتا گیا منزل قریب آ گئی تھی حتیٰ کہ ساحل مراد قریب سے قریب تر آ گیا مگر قریش مکہ کو آپ ﷺ کی آمد کی خبر نہ ہوئی۔

قریش مکہ ابوسفیان کی ناکام واپسی پر پریشان تھے۔ وہ اپنے مستقبل کے متعلق سوچوں میں غلطاں تھے کہ اب کیا ہوگا؟ مسلمان نہ جانے حدیبیہ کے نقص معاہدہ کے نتیجے میں کیا کریں گے؟ عم رسول ﷺ حضرت عباسؓ مسلمان ہو چکے مگر وہ بھی اس ذہنی کشمکش میں مبتلا تھے۔ ایک روز وہ مکہ سے چار فرلانگ کے فاصلے پر جحفہ کے مقام پر یونہی چلتے چلتے پہنچ گئے۔ اچانک بالکل اچانک انہوں نے دیکھا کہ محمد ﷺ کا لشکر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح چلا آ رہا ہے۔ آپ نے اپنے بھتیجے کو شاہی تفاخر اور تزک و احتشام کے ساتھ مکہ کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر حضرت عباسؓ نے سرکار دو عالم ﷺ کا استقبال کیا۔ عم رسول ﷺ اپنے بھتیجے کی کامیابی پر بہت خوش بھی تھے اور خوفزدہ بھی خوشی اس بات کی کہ مکہ سے نکالا ہوا دریتیم آج قیصر و کسریٰ سے زیادہ مقبول و مضبوط شہنشاہ کونین ﷺ بن چکا ہے اور خوف اس بات کا کہ آپ ﷺ کی طاقت اور لشکر کے مقابلے کی عرب میں کوئی طاقت نہیں کہیں مکہ پر حملہ کر کے اہل مکہ کو نیست و نابود نہ کر دیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی فوج کو ''مرالظہران'' کے مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا، جہاں حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے ان کے ارادوں اور عزائم کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''چچا آپ کیا چاہتے ہیں؟''

عرض کی۔ ''بھتیجے! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر قریش نے آپ ﷺ سے امان

چاہی تو آپ ﷺ کا ردعمل کیا ہوگا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں کشت وخون اور لڑائی کے بغیر مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔"

حضرت عباسؓ اس جواب سے مطمئن ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنی طرف سے صلح و امن کا سفیر بنا کر مکہ روانہ کیا تا کہ وہ اہل مکہ کو حضور ﷺ کی طاقت سے مرعوب کریں۔ مکہ میں ابوسفیان کو کچھ لوگوں نے بتایا کہ مقام "مرالظہر ان" پر بہت سی روشنیاں نظر آ رہی ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے لشکر کا وہاں قیام ہے اور یہ بڑا لشکر آنحضرت ﷺ کے لشکر کے سوا کسی کا نہیں ہوسکتا۔

آنحضرت ﷺ نے پڑاوَ ڈالنے کے بعد اہل لشکر کو حکم دیا تھا کہ اپنے اپنے خیموں کے اوپر "دو دو مشعلیں روشن کر دیں تا کہ روشنیاں اہل قافلہ کی تعداد کو دگنا ظاہر کردیں یہ قدم آنحضرت ﷺ کی عسکری بصیرت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ابوسفیان کو جب ان روشنیوں کا علم ہوا تو وہ بدیل بن ورقا اور حکم بن حزام کو ساتھ لے کر مکہ س باہر آ گیا۔ راستے میں اس کی ملاقات حضرت عباسؓ سے ہوگئی، ان سے ابوسفیان نے پوچھا۔

"یہ روشنیاں کیسی ہیں کیا کسی لشکر نے یہاں ٹھہرنے کا اہتمام کیا ہے؟"

حضرت عباسؓ نے فرمایا۔

"ابوسفیان تیرا برا ہو، لشکر آنحضرت ﷺ کی سرکردگی میں آن پہنچا ہے۔ یہ لشکر اپنی طاقت کے بل بوتے پر اگر مکہ میں داخل ہوگیا تو قریش پر قیامت گزر جائے گی۔"

ابوسفیان نے کہا۔

"اے ابوالفضل (حضرت عباسؓ)! آپ ہی کچھ بتائیں اب کیا صورت اختیار کی جائے۔"

حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو اپنے ہمراہ لیا اور اس کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ ابوسفیان کو حضرت عمرؓ نے دیکھا تو فوراً تلوار نکال لی اور کہا۔

''اے دشمن اسلام تیری زندگی کے خاتمے کا وقت آ گیا ہے۔''

حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو امان دیتے ہوئے حضرت عمرؓ کو تلوار میان میں رکھنے کی ہدایت کی۔ حضرت عمرؓ مصر تھے کہ وہ ابوسفیان کی گردن زنی ضرور کریں گے۔ حضرت عباسؓ ابوسفیان کو آنحضرت ﷺ کے خیمے میں لے گئے اور عرض کی!

''ابوسفیان کو میں نے امان دے دی ہے آپ ﷺ اس کی جان عمرؓ سے بچائیں۔''

آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو ابوسفیان کے قتل سے روکا اور حضرت عباسؓ کو ہدایت کی کہ ابوسفیان کو صبح میرے سامنے پیش کیا جائے۔

صبح ابوسفیان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا۔

''کہو ابوسفیان کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں کہ خدا ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تمہارے بت جھوٹے ہیں اور میں خدا کا سچا رسول ﷺ ہوں۔''

ابوسفیان نے کہا۔

''اے محمد ﷺ! آپ ﷺ متحمل کریم النفس اور اقربا نواز ہیں بخدا یہ معاملہ ایسا ہے کہ میرا دل اس بارے میں ابھی تک مطمئن نہیں۔''

ابوسفیان کا یہ باغیانہ جواب سن کر حضرت عباسؓ نے اس سے کہا۔

''اگر تمہارا دل مطمئن نہیں تو یہ جان لو تمہارا سر بھی سلامت نہیں، عمرؓ کی تلوار تمہارے سر پر لٹک رہی ہے جس سے تیرا بچنا محال ہے۔''

پھر آنحضرت ﷺ سے حضرت عباسؓ نے عرض کی۔

''حضور ﷺ! ابوسفیان سرداری اور سربلندی کو پسند کرتا ہے۔ آپ ﷺ اس کی اس کمزوری کے باعث اس کو کسی مناسب منصب سے نواز دیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اعلان کروا دیا۔

1- ہر وہ شخص جو کعبتہ اللہ میں داخل ہو جائے گا اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔
2- جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو بھی امان دی جائے گی۔
3- جو شخص بھی اپنے گھر کا دروازہ بند رکھے گا وہ بھی مامون رہے گا۔

ابوسفیان نے اپنی سیادت برقرار رہتی دیکھی تو مسلمان ہوگیا لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ نے ہر ممکن احتیاط ملحوظ خاطر رکھی۔ آپ ﷺ نے اپنے جانثاروں کے ہمراہ مکہ میں جس راستے سے داخل ہونا تھا آپ ﷺ نے اس راستے پر واقع پہاڑی کی ایک تنگ وادی میں ابوسفیان کو مقید رکھنے کا حکم دیا تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے لشکر اسلام کا مشاہدہ اور ملاحظہ کر سکے اور خدائی فوج کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اپنی قوم کو بتائے کہ خدا اپنے نام پر سر کٹانے والوں کو کتنا جلیل القدر بنا دیتا ہے۔ سپاہ الٰہی کے فوجی دستے ابوسفیان کی نظروں کے سامنے سے گزرے، لیکن اس سبز فام دستے کے سوا جو آنحضرت ﷺ کے جلوس میں تھا۔ اس کی توجہ اپنی طرف منعطف نہ کی۔ یہ دستہ فوج مہاجرین و انصار پر مشتمل تھا جو بہت زیادہ مسلح اور ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس تھا۔

ابوسفیان بہت مرعوب ہوا۔ حضرت عباسؓ سے کہنے لگا۔

''اے ابوالفضل میں نے پہلے کبھی کوئی فوج اتنی بڑی نہیں دیکھی۔ مسلمانوں کے مقابلے کی تاب لانا کسی فوج کے بس کی بات نہیں۔ اے عباسؓ میں دیکھتا ہوں تیرے بھتیجے کی مملکت کا دائرہ بہت وسیع ہو جائے گا۔''

پھر ابوسفیان نے مکہ آ کر قریش کو پکار کر کہا۔

> ''اے مردان قریش غور سے سنو! محمد ﷺ ایک ایسا طاقتور لشکر لے کر مکہ میں آ چکے ہیں جس کے مقابلے کی تم میں ہمت نہیں۔ انہوں ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کعبہ میں، میرے گھر میں اور اپنے گھر میں رہ کر اپنا دروازہ بند رکھے گا وہ امان پائے گا۔ اس لئے کوئی قدم اٹھانے کی بجائے

ان کے حکم کی تعمیل کرو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

مقام "ذی طوی" پر آپ ﷺ نے دیکھا اور مشاہدہ کیا کہ اہل مکہ کسی بھی فوجی کارروائی کا ارادہ نہیں رکھتے تو آپ ﷺ نے اپنی سواری پر بارگاہ ایزدی میں سجدہ شکر ادا کیا، کہ خدا نے آپ ﷺ پر فتح و کامرانی اور نصرت کے دروازے کھول دیئے تاکہ آپ ﷺ امن و سکون سے بہ حالت اطمینان اس پاک گھر میں داخل ہو جائیں جس کے آپ ﷺ وارث ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اسلامی افواج کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا اور احتیاطی تدابیر سمجھائیں تاکہ خون ریزی کی صورت میں بروقت مناسب اقدام کئے جائیں۔ لشکر کے بائیں بازو کی سالاری حضرت زبیر بن عوامؓ کے سپرد کی اور انہیں شمال کی جانب سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔ دائیں بازو کا کمانڈر حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنایا اور انہیں زیریں حصہ سے مکہ میں داخل ہونے کی ہدایت کی گئی۔ سلاہن عبادہؓ کو اہل مدینہ کی قیادت سونپی اور انہیں مغربی گوشے سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ ابوعبیدہ بن جراح مہاجرین کے سالار مقرر ہوئے اور بالائی راستے سے انہیں مکہ میں داخل ہونے کا حکم ملا۔

مکہ میں اسلامی فوج کے تمام دستے بہ امن داخل ہو گئے۔ ماسوائے حضرت خالد بن ولید کے دستے کے۔ وہ بھی اس لئے آمادہ جنگ ہوئے کہ مکہ کے زیریں حصے میں قریش کے وہ قبائل آباد تھے جو اسلام کے لئے بغض اور کینہ توزی کی منتہا تک پہنچ چکے تھے اور (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ کے بدترین دشمن تھے، انہی لوگوں نے بن بکر سے مل کر بنی خزاعہ پر حملہ کیا تھا اور قرار داد حدیبیہ کو سبوتاژ کیا تھا۔ ان لوگوں میں عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان و سہیل شامل تھے جب حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے دستے کے ہمرہ مکہ میں داخل ہوئے تو ان لوگوں نے تیر اندازی شروع کر دی لیکن خالد بن ولیدؓ کی جوابی کارروائی نے انہیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ مسلمانوں کے دو آدمی شہید ہوئے جبکہ قریش کے اٹھائیس آدمی قتل ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کا پلڑا بھاری رہا۔ عکرمہ بن ابوجہل، صفوان اور

سہیل بھاگ کھڑے ہوئے۔

آنحضرت ﷺ بلند راستے سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے کہ انہیں حضرت خالدؓ کے دستے پر تلواریں چمکتی نظر آئیں تو آپ ﷺ رنجیدہ ہوئے۔ آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ جنگ ہو، لیکن جب اصل حالات کا آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''جو کچھ خدا کو منظور ہے اسی میں بہتری اور مصلحت ہے۔''

مکہ میں داخل ہونے کے بعد آپ ﷺ کوہ ہند کے سامنے فروکش ہوئے۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ حضرت ابوطالبؓ کی قبور کے سامنے آپ ﷺ نے خیمہ لگوایا آپ ﷺ مکہ کو فاتحانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ یہ وہی شہر ہے جو آپ ﷺ کا آبائی اور اپنا ہے مگر آٹھ سال پہلے یہاں سے آپ ﷺ کو بے بس اور بے کس انسان سمجھ کر نکل جانے پر مجبور کیا گیا۔ آپ ﷺ اپنے مخلص ساتھی کی ہمراہی میں دشمنوں کی نگاہوں سے بچ کر مدینہ روانہ ہوئے تھے۔

آج وہی مکہ والے آپ ﷺ سے عرض کر رہے تھے۔

''کیا آپ ﷺ اپنے گھر نہیں جائیں گے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''میرا گھر تو اس شہر کے باسیوں نے آٹھ سال سے پہلے چھین لیا تھا۔ میرے ٹھہرنے کے لئے میرا یہی خیمہ کافی ہے۔''

خیمے کے اندر آپ ﷺ استراحت فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کا دل شکر و اطمینان کے جذبات سے سرشار تھا۔ آپ ﷺ خوش تھے کہ آج صرف خدا کی مدد سے جس جاہ وحشمت سے آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تھے شاید وہ کسی دنیا کے شہنشاہ کو بھی نصیب نہ ہوئی ہو۔ قدسیوں کی جانثار جماعت کے جلوس حق و صداقت آپ ﷺ کے سر پر سایہ فگن تھی۔ خدا اور اس کے فرشتے آپ ﷺ کی عدیم النظر اور فقید المثال شادکامی پر ہدیائے تحسین وتبریک اور صلوۃ والسلام سے گل پاشی کر رہے تھے۔

مکہ کی پہاڑیوں دیکھ کر آپ ﷺ کو ان پر پیار آنے لگا۔ یہ وہی جگہیں تھیں جہاں قریش کی اذیتوں سے بچنے کے لئے آپ ﷺ پناہ لیا کرتے تھے۔ انہی پہاڑیوں میں ''غارحرا'' جہاں پر آپ ﷺ کو مسند نبوت ﷺ پر متمکن کرنے کے لئے تاج رسالت ﷺ پہنایا گیا۔ وہی غارحرا جہاں آپ ﷺ غور وفکر کرتے۔ اپنی ذات، خدا کی کائنات، جن و انس، ارض و سما، شجر وحجر غرض ہر چیز آپ ﷺ کے فکر کا محور اور سوچ کا مرکز ہوتی تھی۔

آج ان پہاڑیوں کی وادیوں میں قریش آپ ﷺ کے سامنے دست و بستہ غلام بنے کھڑے تھے۔ قریش کے گھروں میں اللہ کا گھر تھا۔ وہ گھر جس میں کبھی داخل ہونے کے لئے آپ ﷺ کو کفار مکہ کی اجازت کی ضرورت ہوتی تھی آج اس پاک گھر کے آپ ﷺ مالک تھے۔ اس کے اندر داخل ہونے کے لئے ہر نظر آپ ﷺ کی سوالی تھی۔

خیمے کے اندر آپ ﷺ نے زیادہ وقت شکر ایزدی میں گزارا۔ آپ ﷺ نے خدا سے عرض کی۔

''اے مولا پاک! ایک سپہ سالار کی حیثیت سے میں نے اپنی ذمہ داریاں پوری کر دیں۔ اب اہل مکہ کو ہدایت سے نواز دے اپنا کرم اور نعمت ان پر نازل فرما۔''

خیمے سے نکل کر آپ ﷺ اپنی ''ناقہ قصوا'' پر سوار ہو کر کعبہ شریف میں تشریف لے گئے سات بار بیت اللہ کا طواف کیا ''رکن کعبہ'' کو اپنے عصا کے ساتھ بار بار چھوا۔ پھر آپ ﷺ نے کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا۔ پہلے اپنے جانثاروں کو اندر بھیجا پھر بعد میں خود اندر داخل ہوئے۔

کعبہ کے اندر جا کر آپ ﷺ نے سجدہ شکر ادا کیا مکہ والے حیران تھے کہ جس یتیم کو بے یارو مددگار سمجھ کر نکال دیا تھا آج وہ شان مردانہ اور انداز فقیرانہ میں ان کے سامنے اور خدا کے حضور ایک فاتح کی حیثیت سے کھڑا تھا۔ مکہ کے والی اور کعبہ کے متولی اس کے سامنے محکوم ومعتوب کھڑے تھے۔

کعبہ میں کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے ایک جم غفیر کے سامنے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔

دربار حکومت الٰہیہ کا یہ پہلا خطبہ سلطنت تھا جو ان تمام اصولوں کا عظیم القدر مجموعہ تھا جس پر حکومت خداوندی کے حقیر مشیر کو استوار ہونا تھا آپ ﷺ نے با آواز بلند فرمایا۔

''قابل ہزار حمد ستائش اور درخور صد ہزار تشکر و امتنان ہے۔ وہ بارگاہ حمدیت جنہوں نے ان وعدوں کو پورا کیا جو اس وقت کئے گئے تھے جبکہ ساری فضا نامساعد اور حالات ناسازگار تھے۔ اس نے اپنے بندے کی تائید و نصرت فرمائی اور طاغوتی طاقتوں کو منہدم کر کے دکھلایا۔''

''اے قوم قریش جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار و پندار سب خدا نے مٹا دیئے ہیں۔ تمام تفاخر، تمام انتقامات سب خون بہاتے قدم مٹ مٹا کر داورح آمیگیا ہے قدموں عزت ہیں تکبر ہم کا مطالعات سے انسانی خوب احترام کم آج ہمیشہ کا ہوگا۔''

سامعین میں وہ متکبر و متمدین قریش کھڑے تھے جن کے سامنے آپ ﷺ نے سب کو دعوت حق پیش کی تھی۔ صفا کی پہاڑی پر آپ ﷺ نے اللہ کا نام لیا تو انہی لوگوں نے آپ ﷺ کے انقلاب کی مخالفت میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیں۔

آپ ﷺ جو داعی الی اللہ تھے۔ آپ ﷺ کو معاذ اللہ ہجرت کی شب قتل کرنے کی سکیم بنا کر آپ ﷺ پر قاتلانہ حملے کی سازش کی۔ قدرت انتقام کے باوجود عفو و درگزر کا اقدام کتنا حوصلے کا کام ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی عظمت اور رحمت اللعالمین کے باعث بغض و عداوت اور پست درجے کے خیالات کو اپنے قریب بھی نہ آنے دیا۔ شرافت اور انسانیت کی معراج پر پہنچ کر آپ ﷺ نے آدمیت کا مرتبہ بلند کر دیا۔

آپ ﷺ کے سامنے ''ہندہ'' کھڑی تھی وہی ہندہ جس نے عم رسول ﷺ کا کلیجہ

چبایا تھا۔ وحشی سرنگوں تھا جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ سب مفتوح و مغلوب آپ ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ فاتح متصور تھے۔ دنیا کا کوئی قانون اور عدل آپ ﷺ کو ان مجرمین کے قتل سے نہیں روک سکتا تھا۔ مگر نگاہ رسالت ﷺ اٹھی سب دشمن سامنے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھا اور فرمایا۔

''اے گروہ قریش تمہیں معلوم ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔''

اس پر سب کے سب یک زبان ہو کر بولے۔

''ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے تاہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ آپ ﷺ شریف بھائی ہیں اور شریف زادے ہیں۔''

قریش نے آپ ﷺ کی یہ تعریف ازراہ اخلاق نہیں کی تھی۔ تملق و خوشامد تو عرب کے کردار سے بعید تھی۔ انہوں نے جس بات کا اعتراف کیا تھا۔ درحقیقت یہ نبی ﷺ کی سیرت ہی تھی۔ اس کا اعتراف یہ لوگ زمانہ دشمنی میں ہرقل و نجاشی کے دربار میں بھی کر چکے تھے۔ حضور ﷺ نے قریش کی یہ بات سنی اور فرمایا۔

''آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

یہ وہ عفو ہے جس کی قرآن میں تعریف و توضیح کی گئی ہے۔ عفو اسی کا قابل ستائش ہے جس میں انتقام کی پوری قدرت موجود ہو مگر وہ بدلہ نہ لے۔ قریش کی گردن زدنی کرنا آپ ﷺ کے بس میں تھا۔ آپ ﷺ کے پاس طاقت، قوت و اختیار تھا۔ آپ ﷺ چاہتے تو اہل مکہ کا صفایا کر سکتے تھے، لیکن آپ ﷺ اوصاف کریمانہ کے حامل، محبتوں کے داعی اور امن کے پیامبر تھے آپ ﷺ نے سب کو معاف کر کے ساری دنیا اور اس میں بسنے والی تمام اقوام کے لئے احسان، وفائے عہد روحانی عظمت کی ایک ناقابل فراموش مثال قائم کر دی۔

قریش نے مسلمانوں کی ہجرت کے بعد مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب

قریش کو یہ فکر بھی ستائے جا رہی تھی کہ مالکان کے امکان نہیں واپس کرنے پڑیں گے کیونکہ طاقت ور چاہیں تو مفتوحین کے مکان بھی چھین لیں' لیکن ان کے اس بے بنیاد اور دنیاوی خدشات کا اس وقت خاتمہ ہوگیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے مہاجرین کو اپنے مکہ والے مکانات سے دست بردار ہونے کا حکم دیا جس پر سب نے لبیک کہہ کر اپنے مکانوں کے حقوق سے اہل مکہ کے لئے دست بردار ہوگئے۔

عثمان بن طلحہ شیبی کعبہ کا کلید بردار تھا یہ وہ شخص تھا جس کے پاس ہجرت کے وقت آنحضرت ﷺ آئے تھے اور اس کو بڑی لجاجت سے کہا تھا کہ ایک دفعہ کعبہ کا دروازہ کھول دو تاکہ میں اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا لوں، لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ خاموشی سے واپس پلٹنے لگے تو آپ ﷺ نے عثمان سے صرف اتنا فرمایا۔

> ''اے عثمان! آج تم نے کعبتہ اللہ کا دروازہ میرے لئے کھولنے سے انکار کر دیا ہے تم مختار ہو لیکن وہ وقت بھی انشاء اللہ آنے والا ہے کہ یہی کلید میں جس کے ہاتھ میں دوں گا۔ قیامت تک اس سے کوئی نہیں چھین سکے گا۔''

عثمان کو وہ وقت وہ بات اور اپنا رویہ یاد تھا آج کلید اس کے ہاتھ سے نکل کر سرکار دو عالم ﷺ کے پاس چلی گئی وہ سامنے کھڑا سوچ رہا تھا کہ وہ کون خوش نصیب ہوگا جس کو حرم پاک کا کلید بردار بنایا جائے گا۔

آپ ﷺ نے با آواز بلند عثمان کو پکارا اور اسے آگے بڑھ کر کلید کعبہ عنایت فرمائی۔ ترحم خردانہ اور نوازش شاہانہ کی ایسی نظیر اور کہاں مل سکتی ہے۔ یہ کنجی آج تک عثمان کی اولاد میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔

ان مراحل سے گزرنے کے بعد آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ حرم پاک کی دیواروں پر گزرے ہوئے پیغمبران کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ ایک

دیوار پر حضرت ابراہیمؑ کی ایک تصویر تھی جس میں انہوں نے ''جوئے اور مال'' کے تیر پکڑ رکھے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کی تصویر دیکھ کر بے اختیار آپ ﷺ کی زبان سے نکلا۔

''ان کو خدا تباہ کرے اس تصویر میں میرے وارث اعلیٰ کو جوا کھیلتے ہوئے دکھایا گیا ہے بھلا حضرت ابراہیمؑ کا جوئے کے تیروں کے ساتھ کیا تعلق۔ وہ نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ تو راست از مسلمان تھے مشرکین کے ساتھ ان کا کوئی علاقہ نہ تھا۔''

کعبہ میں ایک کبوتر کا مجسمہ بھی تھا جو لکڑی کا ساختہ تھا جسے آپ ﷺ نے زمین پر مار کر توڑ دیا تھا۔ اس کے علاوہ کعبہ شریف میں فرشتوں کی تصاویر بھی بنائی گئی تھیں جو عورتوں کی مشابہ تھیں ان تصاویر کو دیکھ کر آپ ﷺ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا۔

''فرشتوں میں نر اور مادہ نہیں ہوتے۔''

ان تصاویر کو آپ ﷺ نے مٹا دینے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر آپ ﷺ بتوں کی طرف متوجہ ہوئے کعبہ کے گرد وہ بت تھے جن کی قریش پوجا کیا کرتے تھے یہ بت دروازوں کے ساتھ مضبوطی اور استواری سے جکڑے ہوئے تھے۔ ہبل کعبہ شریف کے اندر رکھا ہوا تھا آپ ﷺ نے چھڑی کے ساتھ تمام بتوں کی طرف اشارہ کیا اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ رقم ہے۔

''اور کہہ دیجئے کہ حق آ گیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے بے شک باطل مٹ جانے والا ہے۔''

یہ پڑھنا تھا کہ تمام بت اوندھے منہ گر گئے۔ کعبے کے اندر جتنے بت تھے ان کو اس پاک گھر سے باہر پھینک دیا گیا۔ جس کام کے لئے آپ ﷺ نے بیس سال جدو جہد کی تھی اس کی تکمیل فاتح کی حیثیت سے آپ ﷺ نے سب سے پہلے کی۔ بتوں کی سرکوبی کے لئے آپ ﷺ نے بے شمار جنگیں اور لڑائیاں لڑیں اور قریش کی ستم رسائیوں کا سامنا کیا اور آج قریش کے سامنے بت مسمار کر دیئے گئے۔ قریش بتوں اور بت پرستی کا جنازہ

اپنی آنکھوں سے نکلتا دیکھ رہے تھے۔ یہ بت اپنے پجاریوں کو کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور نہ ہی اپنی حفاظت کرنے کے اہل تھے بلکہ انسان کی جاہلیت اور نالائقی کے عکاسی تھے۔

بتوں کی نجاست سے کعبہ شریف کو پاک کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ عاشق رسول ﷺ نے اذان دی۔ محبوب خدا ﷺ نے امامت کروائی، اسلام کے شیدائیوں نے آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ اس اذان کی پیروی آج بھی ہوتی ہے۔ کعبہ کی چھت پر بلالؓ کا جانشین دن میں پانچ مرتبہ اذان دے کر خدا کی بڑائی بیان کرتا ہے۔

عام معافی دینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے قریش کے سترہ افراد کو تہہ تیغ کرنے کا حکم صادر فرمایا آپ ﷺ کا یہ حکم ایسے لوگوں کے متعلق تھا جن کی بربریت سے زمین و آسمان پناہ مانگتے تھے۔ ایسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے کوئی معافی نہیں تھی، لیکن ان سترہ افراد میں سے اکثر نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر معافی مانگی تو رحمت اللعالمین ﷺ کے صدقے انہیں آپ ﷺ نے معاف کر دیا۔

عبداللہ بن ابی سرح مسلمان تھا اور وحی کی کتابت پر مامور تھا لیکن اس نے مسلمانوں سے غداری کی اور مشرکین مکہ میں نہ صرف شامل ہوگیا بلکہ برملا یہ خرافات بکنے لگا۔

''وحی کی کتابت کے وقت میں اس میں ردوبدل کر دیا کرتا تھا، اس لئے محمد ﷺ پر جو کلام نازل ہوا وہ میں نے تبدیل کر دیا۔''

لیکن یہ شخص فتح مکہ کے بعد حضرت عثمانؓ کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عفو خواہ ہوا تو آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا اور امان بخشی۔ عکرمہ بن ابو جہل کے ظلم و ستم سے کون واقف نہیں اس نے تو فتح مکہ والے دن بھی مسلمانوں سے لڑنے سے گریز نہیں کیا تھا۔ اس کی بیوی ام حکیمؓ بنت حارث بن ہشام مسلمان ہو چکی تھیں، اس

نے آنحضرت ﷺ سے اپنے شوہر کے لئے معافی اور امان کی درخواست کی جو آپ ﷺ نے منظور فرمائی۔ عکرمہ مفرور ہونے کے لئے روپوش ہوگیا تھا، لیکن اس کی بیوی نے اسے تلاش کر لیا اور واپس آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لائی۔ آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ عکرمہ اس قدر متاثر ہوا کہ خود ایمان لے آیا۔ شاتم رسول عبداللہ بن خطل اور اس کی دو لونڈیاں آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار گایا کرتی تھیں۔ ان کے تہہ تیغ کا حکم دیا گیا لیکن ان میں بھی ایک لونڈی نے معافی مانگ کر امان حاصل کر لی۔

حضرت ابوبکرؓ کے والد محترم فتح مکہ تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ لشکر اسلام کو دیکھ کر جبل قیس پر چڑھ گئے تھے۔ انہیں حضرت ابوبکرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا تو حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔

''اے صدیق! ان کو کیوں تکلیف دی۔ مجھے بتا دیا ہوتا میں ﷺ ان مرد بزرگ کے پاس خود چل کر جاتا۔''

''اے محسن انسانیت و کائنات! آپ ﷺ کے چل کر جانے سے ان کا چل کر آنا زیادہ مناسب ہے۔''

آپ ﷺ نے پدر صدیقؓ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور پھر انہیں مسلمان کر دیا۔ آپ ﷺ کی شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ جانی دشمن بھی آپ ﷺ کے والہ وشیدا بن گئے۔

ہندہ سے بڑا اور کون دشمن اسلام ہوگا۔ جس نے عم رسول ﷺ حضرت حمزہؓ کا انتہائی بے دردی سے کلیجہ چبایا تھا۔ اسے بھی معاف کر دیا۔ اسی طرح حویرث نامی ایک شخص جس نے لوگوں کو آپ ﷺ کی دختر نیک اختر حضرت زینبؓ کو ایذ ارسانی پر آمادہ کیا تھا۔ وہ مفرور ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ اس کے علاوہ چار شخص اور تھے جو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہوئے تھے۔ انہیں تہہ تیغ کر دیا گیا تھا۔

فتح مکہ سے اگلے روز کی بات ہے بنی خزاعہ نے بنی ہذیل کے ایک مشرک پر قابو پا کر اسے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار

فرمایا اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے لوگو! جس روز خدا نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کی اسی روز اس نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور قیامت تک اس کی یہی حیثیت رہے گی کسی شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہ اس میں خونریزی کرے اور کسی درخت کو کاٹے۔ یہ عمل مجھ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے صرف اسی وقت یہاں کے لوگوں پر اللہ کے غضب کے سبب حلال ہوا ہے۔ اس کے بعد پھر اس کی حرمت بدستور قرار رہے گی۔''

مزید فرمایا۔

''اور تم میں سے جو حاضر ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں۔ جو شخص تم سے کہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ میں جنگ کی ہے۔ اس سے کہہ دو کہ اللہ نے اسے اپنے رسول ﷺ کے لئے حلال کر دیا تھا، لیکن اے بنی خزاعہ! تمہارے لئے حلال نہیں۔ اس لئے خون ریزی سے دست بردار ہو جاؤ۔ اگرچہ یہ سود مند ہے لیکن اب اس کی ضرورت نہیں تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے جس کا خون بہا میں ادا کئے دیتا ہوں۔ میرے اس اعلان کے بعد جو شخص مقتول ہوا۔ اس کے وارث دو باتوں میں سے ایک اختیار کر سکتے ہیں وہ چاہیں تو قاتل کو قتل کر دیں یا خون بہا قبول کر لیں۔''

بعد ازاں آپ ﷺ نے اس مقتول کا خون بہا ادا کر دیا یہ سلوک اور رویہ عفو عام کے اعلان سے بھی زیادہ محبت کا حامل تھا۔ جس نے اہل مکہ کے دل موہ لئے اور لوگ خود بخود اسلام کی طرف مائل ہو کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

اہل مکہ کے ساتھ محبت و مروت کا سلوک دیکھ کر انصار مدینہ کو گمان ہوا کہ آنحضرت

اب مدینہ کی بجائے مکہ اپنے وطن مالوف میں ہی قیام فرمائیں گے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت کوہ صفا پر دعا فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کو انصار کے دل کی کیفیت معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

> ''اے نصار مدینہ! تمہارے دل میں جو خدشہ پیدا ہوا ہے وہ بے بنیاد ہے میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہوگی۔ تم لوگ مضیبت کے دنوں میں میرے ہمراہ رہے ہو تو خوشی و اطمینان کے دنوں میں تم لوگ کیسے جدا رہ سکو گے۔''

آپ ﷺ کی اس بات سے اہل مدینہ مطمئن ہو گئے۔

آپ ﷺ نے مکہ میں تقریباً پندرہ روز تک قیام فرمایا۔ اس دوران آپ ﷺ نے اہل مکہ کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔ مکہ کے قرب و جوار میں مبلغین بھیجے۔ مکہ کے داخلی و انتظامی حالات کو درست کیا اور ایک فاتح کی حیثیت سے آپ ﷺ نے تاریخ کے اوراق میں یہ بات رقم کر دی کو فاتح کی فتوحات صرف خدا کی رضا کے لئے ہوتی ہیں اور اصل حکومت خدا کی ہوتی ہے۔ رسول تو نیابت الٰہی کے فرائض انجام دیتا ہے۔

○○○

11

غزوۂ موتہ

جمادی الاول' 8 ہجری

موتہ ملکہ شام کا ایک مشہور مقام ہے عرب اپنی جنگوں میں جو تلواریں استعمال کیا کرتے تھے وہ اس جگہ پر بنتی تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرتﷺ نے قیصر روم کے نام ایک خط لکھا۔ اس زمانے میں عرب اور شام کے سرحدی علاقوں میں جو عرب روسا حکمران تھے ان میں ایک شرجیل بن عمرو بھی تھا جو اسی علاقہ بلقاء کا رئیس اور قیصر کا ماتحت بھی تھا یہ عربی خاندان ایک مدت سے عیسائی تھا اور شام کے سرحدی علاقوں پر حکمران تھا۔ بہرطور جب حضور اکرمﷺ کے ایلچی حارث بن عمیرؓ آپﷺ کا خط لے کر اس علاقے سے گزرے تو شرجیل بن عمرو نے انہیں قتل کر دیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حارث بن عمیرؓ حضورﷺ کا دعوت اسلام کے بارے میں خط لے کر قیصر روم کے پاس جائیں۔

ادھر حارثؓ کی شہادت کی خبر جب آنحضرتﷺ کو ملی آپﷺ نے تمام صحابہؓ کو اکٹھا کیا اور باہمی مشاورت سے جنگ کرنے کیلئے شام کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ تین ہزار کا شکر جرار تیار ہوگیا۔ فوج کا سالار حضرت زید بن حارثؓ کو مقرر کیا گیا۔ اس جنگ میں سرکار دو عالمﷺ خود شریک نہ تھے تاہم امیر کارواں حضرت زیدؓ اور دیگر اہل لشکر کو ہدایات جاری کرتے ہوئے آپﷺ نے فرمایا۔

''قضائے الٰہی سے اگر زید بن حارثؓ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو ان کے بعد امیر لشکر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ حضرت

عبداللہ بن رواحہؓ سنبھالیں گے اور اگر انہیں بھی موت اپنے داماں میں لے لے تو اہل قافلہ اپنی باہمی صوابدید سے کو امیر چن لیں۔''

لشکر روانہ ہوا تو آنحضرتﷺ ''توتیہ'' کے مقام تک فوج کے ہمراہ آئے۔ اس مقام پر آپﷺ نے ساری فوج اور اس کے سالار کو رکنے کا حکم دیا اور ایک بصیرت افروز خطاب کیا۔

''جنگ خدا کے نام پر کرو۔ خدا اور رسولﷺ کے دشمنوں کو جو شام میں ہیں قتل کرو۔ یاد رکھو! جو لوگ الگ تھلگ اور گوشہ نشیں ہوں ان سے تعرض نہ کرنا۔

عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا۔ ان کے درخت نہ کاٹنا اور مکان نہ گرانا۔''

ادھر زید افواج محمدیﷺ لے کر منزل بہ منزل آگے بڑھے ادھر شرجیل کو لشکر اسلام کی آمد کی خبر ہوگئی۔ اس نے کیل کانٹے سے لیس ہو کر جنگ کی تیاری مکمل کر لی۔ اس کی فوج کی نفری اور جنگ ساز و سامان کی تعداد حد وشمار سے باہر تھی۔

''وادی القریٰ'' میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ مسلمانوں نے شمشیر خداوندی اور تکبیر الٰہی کی ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ دشمن کا پتہ پانی ہوگیا۔ شرجیل کا بھائی سدوس جو کہ ایک ماہر جنگ باز تھا مسلمانوں کے ہاتھوں جہنم کا ایندھن بنا۔ شرجیل نے بھائی کو قتل ہوتے دیکھا تو میدان سے بھاگ کھڑا ہوا اور خوف کے مارے قلعہ بند ہوگیا اور خفیہ راستوں اور واسطوں سے اپنے چھوٹے بھائی کو دربار قیصر میں بھیجا اور مسلمانوں کے خلاف امداد طلب کی۔ قیصر نے بے انداز فوج شرجیل کی مدد کے لئے روانہ کی جس میں راستے سے کئی اور مشرکین بھی مل گئے اور مسلمانوں کو ایک لاکھ کے قریب فوجی جوانوں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔

مسلمانوں میں بعض مجاہد اتنی بڑی فوج کو دیکھ کر حوصلہ چھوڑ گئے۔ کئی ایک نے مشورہ دیا کہ آنحضرتﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا جائے تاکہ یا تو وہ پیچھے سے اور زیادہ فوجیں بھیجیں یا ہمیں واپس بلا لیں۔ اس موقع پر مسلمانوں کے سامنے حضرت عبداللہ بن

رواحہؓ نے ایک جامع تقریر کی۔

"اے قوم! تم ابھی اس چیز کو ناپسند کرتے ہو جس کو حاصل کرنے کے لئے تم باہر نکلے ہو تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے کبھی بھی لشکر کی زیادتی سے فتح حاصل نہیں کی۔ جنگ بدر کو ہی یاد کرو جب ہمارے فوجیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے، لیکن حق تعالیٰ نے ہمیں فتح و نصرت سے ہمکنار کیا تھا۔ اب تم اپنا جی ہلکا نہ کرو۔ جنگ کے تیار ہو جاؤ۔ جنگ سے صرف دو نتائج برآمد ہوں گے جو دونوں کے دونوں ہمارے حق میں سودمند ہیں۔ یعنی شہادت یا فتح۔"

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی تقریر نے خاطر خواہ اثر کیا اور مسلمان فوج ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ لڑائی پر کمر بستہ ہوگئی اور پیش قدمی کرتی ہوئی "موتہ" کے مقام پر پہنچ گئی۔

حضرت زیدؓ نے فوجوں کی ترتیب اور صف بندی کی اور خود علم ہاتھ میں لے کر میدان میں اتر آئے اور ایسی بے جگری سے لڑے کہ دشمن کو اندازہ ہوگیا کہ ایک خدا اور ایک رسول ﷺ کے ماننے والے کس قدر مضبوط اور بہادر ہوتے ہیں مگر اس دوران اچانک دشمن کی طرف سے ایک نیزہ آیا اور زیدؓ کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ زخم اتنا کاری لگا کہ زیدؓ دوسرا سانس بھی نہ لے سکے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے علم سنبھالا اور گھوڑا بڑھا کر جرأت و بہادری سے دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا دیا۔ آپ کی بہادری اور شمشیر کے جوہر دیکھ کر دشمن کی فوجوں کی ایک جماعت نے آپ پر حملہ کرکے آپ کا دایاں بازو کاٹ دیا۔ حضرت جعفرؓ نے بازو کٹنے کی کوئی پرواہ نہیں اور جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا مگر جب دشمن نے بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو آپ نے علم اپنے منہ سے اٹھا لیا۔ اسی اثناء میں ایک رومی نے آگے بڑھ کر تلوار کا بھرپور وار کیا اور حضرت جعفرؓ کو شہید کر دیا۔

شہادت جعفرؓ کے بعد علم کی پاسبانی کے لئے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ آگے بڑھے

اور داد شجاعت دی۔ آپ کی انگلی دشمن کے وار سے کٹ کر ہاتھ کے ساتھ لٹک گئی۔ آپ نے انگلی کو پاؤں کے نیچے دبا کر جھٹکا دیا اور ہاتھ سے علیحدہ کر دیا، یوں وہ بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ان کے بعد علم برداری کی ذمہ داری حضرت ثابت بن ارقمؓ نے سنبھالی اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''آنحضرت ﷺ کے مقرر کردہ تینوں امیر یکے بعد دیگر شہادت کا رتبہ پا چکے ہیں۔ اب ہم لوگوں کو چاہئے کہ حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق اپنا متفقہ طور پر امیر چن لیں۔''

لوگوں نے جواب دیا۔

''اے ثابتؓ بن ارقم! آپ سے بہتر شخص امارت کے لئے اور کون ہو سکتا ہے۔ آپ ہی فوج کی سالاری کے فرائض انجام دیں۔''

لیکن حضرت ثابتؓ بن ارقم مصر تھے کہ ان کی بجائے حضرت خالدؓ بن ولید کو امارت کا منصب دیا جائے۔ آخر سب کی متفقہ رائے پر حضرت خالدؓ کو امیر بنا لیا گیا۔ خالدؓ بن ولید نے علم حضرت ثابتؓ سے لے لیا اور فوج کی کمان سنبھال کر میدان میں اتر آئے۔

ادھر مسلمان موتہ میں لڑ رہے تھے آدھر آنحضرت ﷺ مسجد نبوی میں بیٹھ کر جنگ کا باقاعدہ نقشہ و احوال دیکھ رہے تھے۔ قدرت نے مسافت کے تمام پردے ہٹا کر اپنے محبوب ﷺ کی نظروں کو ''موتہ'' کے میدان تک پہنچا دیا۔

حضور ﷺ نے اپنے شیدائیوں کو جنگ کے احوال سناتے ہوئے فرمایا۔

زیدؓ جب علم اٹھا کر میدان جنگ میں آئے تو ان کا راستہ شیطان لعین نے روک لیا اور ان سے کہا۔ ''اے زید! جنگ میں تم اپنی جان کیوں گنواتے ہو۔ دنیا رہنے کے لئے اور لطف اندوز ہونے کے لئے ہے۔ اس میں رہ کر بلاوجہ لڑتے رہنا قرین عقل نہیں۔''

حضرت زیدؓ شیطان کو لعنت ملامت کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جب حضرت جعفرؓ علم تھام کر میدان میں اترے تو ان کا راستہ بھی شیطان

نے روکا اور انہیں دنیا کی آرزوؤں اور وسوسوں میں مبتلا کرنا چاہا۔ مگر محمد ﷺ عربی کے غلام کہاں شیطان کے بہکاوے میں آتے ہیں۔ جعفرؓ بھی شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے جنت مکان ہو گئے۔''

حضرت خالدؓ نے جنگ کا آغاز کیا تو ابتدا میں دشمن کا پلڑا بھاری رہا۔ مسلمان اس صورت حال سے بے دل ہو گئے اور میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ مگر اس سے پہلے کہ مسلمان کی شکست دشمن پر آشکار ہوتی قرطبہؓ بن عامر نے مسلمانوں کو روکا اور نصیحت کی۔

''بھائیو! میدان جنگ سے بھاگنے سے جنگ میں قتل ہو جانا کئی مرتبہ بہتر ہے۔''

قرطبہؓ کی یہ بات کارگر ثابت ہوئی۔ مسلمان واپس لوٹے اور برسرپیکار ہوئے۔ سارا دن جنگ جاری رہی لیکن نتیجہ کوئی بھی برآمد نہ ہوا۔ اگلے روز حضرت خالدؓ نے اپنی حربی صلاحیتوں کے پیش نظر ایسی عسکری چال چلی جس نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے ہمکنار کر دیا۔

آپ نے لشکر کو نئے انداز سے آراستہ کیا اور فوج کے دستوں میں کچھ تبدیلیاں کر دیں مقدمہ کو ساقہ میں۔ ساقہ کو مقدمہ میں۔ میمنہ کو میسرہ میں اور میسرہ کو میمنہ میں تبدیل کر دیا۔ اگلے روز جب محمدی ﷺ فوج میدان میں آئی تو ان کی ترتیب کی تبدیلی دشمن کی سمجھ میں نہ آئی۔ اور مخالفین یہ سمجھ بیٹھے کہ شاید مسلمانوں کی امداد کے لئے مدینہ سے نئی اور تازہ دم فوج آئی ہے اس تصور نے مشرکین کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا اور آغاز جنگ میں ہی کفار میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے مفرور کفار کا تعاقب کیا اور کماحقہ مردانگی کے جوہر دکھائے۔

حضرت خالدؓ بن ولید اس جنگ کی روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اس روز میرے ہاتھ سے دس تلواریں ٹوٹیں صرف ایک یمانی شمشیر میرے پاس رہ گئی۔''

دشمن کے تعاقب سے واپس آ کر حضرت خالدؓ نے موتہ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرے کے دوران ہی قلعہ داروں نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا، لیکن مسلمان اس سے خوفزدہ نہ ہوئے اور آخر طویل محاصرہ سے ''موتہ'' کا قلعہ مسلمانوں نے فتح کر لیا اور اہل قلعہ کو نکال کر ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتارا۔

پھر فتح و نصرت کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ واپس مدینہ تشریف لائے۔ پھر افواج اسلامی نے واپس آکر جب احوال جنگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیان کرنے چاہے تو حضور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا۔

''اے غازیان موتہ! جنگ کے احوال تم مجھے سناؤ گے یا کہ میں تمہیں سناؤں۔''

صحابہؓ نے عرض کی۔ ''اے خدا کے حبیب ﷺ! آپ ﷺ خیر البشر ہیں۔ آپ ﷺ ہی فرما دیجئے۔''

آنحضرت ﷺ نے جنگ کے تمام حالات واقعات اور پس منظر تفصیلاً بیان فرمایا۔ غازیان موتہ نے بیک زبان ہو کر عرض کی۔

''اے محبوب ﷺ حق! خدا کی قسم آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ بعینہ سچ ہے اور آپ ﷺ نے جنگ کے میدان اور سفر حرب کی بابت ہر معمولی سے معمولی بات بھی بتا دی جو ہمارے ذہنوں میں بھی نہ تھی۔''

حضور ﷺ نے فرمایا۔

''یہ خداوند تعالیٰ کا فضل ہے جس نے میری نگاہوں کے سامنے سے سارے حجاب اٹھا دیئے اور میں نے جنگ کے میدان میں رونما ہونے والے تمام واقعات بچشم خویش دیکھا۔

اس جنگ میں جن اکابر اشخاص نے جام شہادت نوش کیا ان کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔''

ان تینوں کے درجات اور فضیلت و عظمت حق تعالیٰ نے بہت بلند کر دی ہے۔''

○○○

12

غزوۂ حنین

شوال المکرم 8 ہجری

مکہ فتح ہوتے ہی مسلمانوں کی ہر سو دھاک بیٹھ گئی۔ بہت سے قبائل جن پر حق روشن ہوگیا تھا دامن اسلام میں پناہ گزیں ہو رہے تھے اور بہت سے زمرہ اطاعت میں شامل ہوگئے تھے۔ اہل قریش جن کی شجاعت و بہادری کے چرچے سارے عالم میں مشہور تھے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا چکے تھے اور وہ خانہ کعبہ جس کے حج سے مسلمانوں کو چند سال قبل روک دیا گیا تھا وہاں اب اذان بلالؓ کی مسحور کن صدائیں دلوں کو گرما رہی تھیں۔ ہر طرف رحمتوں اور محبتوں کی برسات ہو رہی تھی۔ نورِ مجسم، ہادی برحق، عالم عالی جہاں ﷺ جہاں تشریف فرما ہوتے جانثار پروانہ وار آپ ﷺ کے گرد جمع ہو جاتے اور سجدۂ شوق و محبت بجا لاتے۔

وہ مبارک ہستیاں جنہیں جبر و ظلم کے ساتھ گھروں سے نکال دیا گیا تھا یا ہجرت پر مجبور کر دیا تھا اپنے چھوڑے ہوئے گھروں میں آباد ہوگئے تھے اور اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے تھے وہ اس بات سے مطمئن تھے کہ اسلام کو اب استحکام حاصل ہوگیا ہے۔

بنی ہوازن جو مکہ کے جنوب مشرقی پہاڑوں میں سکونت پذیر تھے اور قبیلہ ثقیف بڑے طاقتور، گردن کش اور صاحب مال و اسباب قبائل تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ مکہ فتح ہوگیا ہے اور ان کے خداؤں کو نیست و نابود کر دیا گیا ہے تو ان کے دلوں پر سانپ

لوٹنے لگے۔ عام تصور میں وہ اسلامی لشکر کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ دوسرے قبائل کی تقلید میں اسلام یا اطاعت قبول کرنے کی بجائے انہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹانے کے لئے اپنی قوت کو مجتمع کرنے کے لئے سوچ و بچار کرنے لگے اور سید المرسلین ﷺ کے بغض و حسد اور عداوت و دشمنی میں گرفتار رہے۔

جب بے سروپا خدشات اور لایعنی احتمالات نے یقین کی صورت اختیار کرلی اب ان کی باری ہے اور مسلمان ان کا رخ کریں گے تو ہوازن کا سردار مالک بن عوف نقری اور ثقیف کا سردار کنانہ بن عبد یالیل ثقفی آپس میں ملے اور مسلمانوں کے خلاف مشورے کرنے لگے۔

''اہل مکہ حرب و ضرب کے ماہر و دانا نہ تھے اسی لئے محمد ﷺ ان پر غالب آگئے ہیں۔ اگر ہمارے ساتھ جنگ کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جنگ کسے کہتے ہیں؟''

مالک بن عوف نقری نے بڑے مغرورانہ انداز میں کہا۔

''اب ممکن ہے کہ وہ ہماری طرف بھی رجوع کریں۔'' کنانہ بن عبدیالیل بولا۔

''قبل اس کے کہ وہ ہم پر حملہ آور ہوں بہتر نہیں کہ ہم ان پر ہلہ بول دیں۔''

مالک بن عوف نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''مناسب یہی ہے۔''

ثقیف کے سردار نے مالک کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

جب دونوں قبائل کے سردار متفق الرائے ہوگئے تو بنی ہوازن کے سردار نے اپنے لوگوں، بنی ثقیف، بنی نصر، بنی جشم اور قبیلے کی دوسری شاخوں کے سرداروں کو اکٹھا کیا اور انہیں اپنے خدشات وخوف کی روشنی میں مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ سوائے بنی کعب اور بنی کلاب کے سب آمادہ پیکار ہوگئے۔ ہوازن کے تیس سالہ سردار کی جذباتی تقریر نے لوگوں کے دلوں میں آگ بھر دی اور اس کے کہنے کے مطابق اپنے اہل و عیال

کو بھی میدان جنگ میں ساتھ لے جانے پر آمادہ و تیار ہو گئے تا کہ ان کی حفاظت کی خاطر جانیں لڑا دیں۔ تیس ہزار کا لشکر جو اسلحہ سے لیس تھا رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے کمربستہ ہو گیا۔ سب نے متفقہ طور پر مالک بن عوف النفری کو فوج کی سرداری کے لئے منتخب کیا۔

درید بن الصمتہ عرب کا مشہور شاعر اور قبیلہ جشم کا سردار تھا۔ ساری عمر جنگ و جدال میں گزاری تھی۔ اس کی شاعری و بہادری کے واقعات کسی سے اوجھل نہ تھے۔ عرب کی تاریخ میں اب بھی اس کا نام انہیں وجوہ سے مشہور و معروف ہے۔ جنگی حکمتوں اور چالوں سے آشنا و واقف تھا۔ اس وقت وہ ایک روایت کے مطابق ایک سو بیس سال اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو ساٹھ سال کا تھا۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا جو ہر وقت چارپائی پر پڑا رہتا تھا۔ آنکھوں سے بھی اندھا ہو چکا تھا لیکن سارا عرب اسے مانتا اور اس کی رائے اور تدبیر پر تمام ملک کو اعتماد تھا۔ مالک بن عوف نے اسے بحیثیت مشیر ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ زندگی کے اس آخری موڑ پر وہ اپنی قوم سے کسی طرح پیچھے نہیں رہنا چاہتا تھا چنانچہ اسے بھی پلنگ پر اٹھا کر میدان کارزار کی طرف چل پڑے۔

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی اور دوسری روایت کے مطابق ایک چشمہ کا نام ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے تین رات کی مسافت پر طائف کے قریب ہے۔ یہ عرب کے مشہور بازار ذوالمجاز کے پاس ہے جو عرفہ سے تین میل ہے، یہ اس کے دامن میں ہے اس مقام کو اوطاس بھی کہتے ہیں۔ جب کفار و مشرکین کے اس عظیم لشکر نے اوطاس کے میدان میں پڑاؤ ڈالا تو درید بن الصمتہ نے اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینگنے، بچوں کے چیخنے اور بکریوں کے ممیانے کی آوازیں سنیں تو وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا۔ لشکریوں کے مابین بچوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دینا اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ اس نے مالک کو بلایا اور پوچھا۔

''جنگ میں اہل و عیال کو کس غرض سے لایا گیا ہے؟''

''اس لئے کہ فوج دلجمعی کے ساتھ لڑے اور متعلقین کی حفاظت اور مفارقت کے خوف سے جنگ سے فرار اختیار نہ کرے اور ڈٹ کر لڑے۔''

مالک بن عوف نے منطق بیان کی۔

''جب پاؤں اکھڑے جاتے ہیں تو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اگر سلطنت تیری قسمت میں ہے تو نیزہ زن جنگجو کام کرے گا اور اگر شکست ہوئی تو عورتوں کی وجہ سے اور بھی ذلت و شرمساری ہوگی اور اس کے سوا کوئی چیز تجھ سے یادگار نہیں رہے گی۔''

درید نے کہا کہ مالک کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ بغلیں جھانکنے لگا۔ ماحول میں گہری خاموشی محیط تھی۔ درید پھر گویا ہوا۔

''کعب اور کلاب کہاں ہیں؟''

اس سے قبل کہ مالک جواب دیتا، بہت سی آوازیں فضا میں ابھریں۔

''وہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔''

''کیا ان معزز قبیلوں کا ایک شخص بھی یہاں موجود نہیں۔''

درید نے استفسار کیا۔

''نہیں۔''

مختلف آوازیں پھر فضا میں بلند ہوئی۔ درید بن الصمتہ نے سنا تو اس پر عالم سکوت طاری ہوگیا۔ لوگ حیرت و استعجاب سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور منتظر تھے کہ کچھ بولے۔ آخر کار اس نے اپنے لبوں کو جنبش دی اور بولا۔

''اگر آج کا دن عزت و شرف کا ہوتا تو کعب و کلاب غیر حاضر نہ ہوتے۔ معلوم ہوتا ہے بخت و سعادت تم لوگوں سے دور ہے اور آفتاب سعادت آسمان رفعت پر نظر نہیں آتا۔ کاش تم بھی نہ آتے۔''

یہ کہہ کر وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوگیا اور پھر کہنے لگا۔

''مالک بن عوف! بہتر ہے کہ تم عورتوں، بچوں اور اموال کسی قلعے میں محفوظ رکھو

اور خود جراد، جنگجوؤں، شمشیر زن اور نیزہ گزار سواروں کے ساتھ میدان کارزار میں نکلو۔"

مالک نے سنا تو اس کا جوش و جوانی عقل پر غالب آ گئے اور تند و تیز لہجے میں بولا۔

"بڑھاپے کی وجہ سے تیری عقل سٹھیا گئی ہے۔ تجھے کچھ معلوم نہیں کہ تو کیا کہتا ہے؟"

درید نے اس کی بات کا جواب نہ دیا اور اہل ہوازن سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"اے گروہ ہوازن! مالک تم سب کو ذلیل و خوار کرے گا۔ تمہاری عورتوں، بچوں اور مال و اسباب کو دشمن کے حوالے کرے گا۔ ذلت و نقصان کی گرد تمہارے سر پر ڈالے گا تمہیں چھوڑ کر خود طائف کے قلعہ میں بھاگ جائے گا۔ اسے چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ۔"

درید کی باتیں سن کر لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کافی گفت و شنید کے بعد ہوازن کے لوگوں نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس جانے کا قصد کر لیا۔

مالک بن عوف جو دو سخا سے متصف نوجوان تھا جو قبیلہ عوف میں بھی بعض کمالات کی وجہ سے ممتاز و معروف تھا۔ جنگ کے بعد لوگ اسے حکومت بھی سونپنا چاہتے تھے اس نے جب حالات کو پلٹا کھاتے دیکھا گروہ ہوازن کو مخاطب کر کے کہا

"اگر تم میرا کہنا نہ گے اور میری اطاعت نہ کروں گے تو میں اپنے آپ کو ہلاک کر دوں گا۔"

اور نیام سے تلوار نکال کر اس کی نوک اپنے سینے پر رکھ کر بولا۔

"اگر تم میری اطاعت نہیں کرو گے تو میں اس تلوار پر جھول جاؤں گا تاکہ یہ میری پشت سے پار ہو جائے۔"

اہل ہوازن نے دیکھا تو عجیب الجھن میں مبتلا ہو گئے۔ وہ کہنے لگے۔

"اگر ہم مالک کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ غیرت سے خود کو ہلاک کر دے گا۔ درید

بن الصمہ بوڑھا۔ عاجز اور نابینا ہے، ریاست وحکمرانی کے لائق نہیں۔ کوئی دوسرا شخص دکھائی نہیں دیتا جو اس اہم ذمہ داری کے لائق ہو۔“

اب ان کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ انہوں نے درید سے منہ موڑ لیا اور مالک سے متفق ہو گئے اور سب حنین کی طرف متوجہ ہوئے۔

ایک دن آقائے نامدار ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے اصحابؓ نہایت ادب کے ساتھ سامنے بیٹھے تھے ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی۔

”یا رسول اللہ ﷺ! بنی ہوازن و ثقیف اور دوسرے قبائل تیس ہزار لشکر جرار کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے اوطاس کے میدان میں جمع ہیں۔“

آپ ﷺ نے سماعت فرمایا تو اپنے جانثار حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ الاسلمی کو طلب فرمایا۔ وہ فوراً بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر با ادب کھڑے ہو گئے اور اپنے آقا و مولا کے ارشادات عالیہ کا انتظار فرمانے لگے۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو جنبش دی اور ارشاد فرمایا۔

”تم ابھی روانہ ہو جاؤ اور یہ جو خبر پہنچی ہے اس کی تصدیق کرو۔“

حضرت ابن حدردؓ الاسلمی نے حکم سنا تو سر تسلیم خم کر دیا اور فوراً سفر پر روانہ ہو گئے۔

اوطاس کے میدان میں دور تک لوگوں کا اژدہام تھا۔ ہر شخص جنگ کے نشہ میں سرشار تھا۔ حضرت ابن حدردؓ الاسلمی دشمن کی فوج میں شامل ہو کر تمام حالات کا جائزہ لینے لگے۔ چند دنوں میں آپ نے تمام ضروری معلومات حاصل کر لیں اور واپس آ کر دشمن کی افرادی قوت، سامان حرب، مال و اسباب، اہل و عیال، جوش و جذبہ اور دوسری معلومات رسول اللہ ﷺ سے عرض کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو مسکرا کر ارشاد فرمایا۔

”امید ہے یہ تمام اموال مسلمانوں کی غنیمت بنے گا۔“

پھر مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

رسد و سامان جنگ کے لئے آپ ﷺ کو قرض کی ضرورت پیش آئی۔ عبداللہ بن

ربیعہ ابوجہل کے سوتیلے بھائی تھے۔ بڑے صاحب ثروت و مالدار تھے۔ ان سے تیس ہزار درہم قرض لئے۔ صفوان بن امیہ جو مکہ کا رئیس اعظم اور مہمان نوازی میں دور و نزدیک مشہور تھا حضور اکرم ﷺ نے اس سے اسلحہ جنگ مستعار مانگا تو اس نے ایک سو زر ہیں اور ان کے لوازمات پیش خدمت کئے۔

مالک بن عوف مسلمانوں کی جاں نثاری و عزیمت، جذبہ جہاد و شہادت اور محبوب کبریا ﷺ کے اشارہ ابرو پر مر مٹنے اور قربان ہونے کے جذبوں اور محبتوں سے آشنا تھا۔ مسلمانوں کو جنگی تیاریوں کا حال معلوم کرنے کے لئے اس نے تین اشخاص کو جاسوسی کے لئے بھیجا۔ اپنے سردار کے حکم کی ادائیگی کے بعد جب وہ لوٹ کر آئے تو ان کا برا حال تھا۔ اسلامی لشکر کے رعب و دبدبہ سے انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کے جوڑ الگ ہو گئے ہوں۔ چہروں پر خوف و ہراس کے سائے منڈلا رہے تھے۔ رعشہ و کپکپی طاری تھی۔ جب مالک کے پاس پہنچے تو اس نے ان کی حالت دیکھ کر پوچھا۔

''تم دہشت سے کیوں کانپ رہے ہو؟ اور اس قدر حواس باختہ و پریشان کیوں ہو؟''

انہوں نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

جب ہم محمد ﷺ کے لشکر کے پاس پہنچے تو ہم نے سفید پوش لوگوں کو ابلق گھوڑوں پر سوار دیکھا۔ جن کی مانند ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اب مناسب یہی ہے کہ ہم یہیں سے لوٹ جائیں۔ اگر ہمارے سپاہیوں نے ان کو دیکھا تو ان کی بھی وہی حالت ہوگی جو ہماری ہوئی ہے اور یہ ہماری شکست کا سبب بن جائے گی۔''

مالک بن عوف نفری نے سنا تو اسے ان کی باتوں پر یقین نہ آیا۔ سوچ میں پڑ گیا اور پھر ان پر برس پڑا۔

''تم جھوٹ بکتے ہو۔ کوئی خواب دیکھا ہوگا۔''

''ہم سچ کہتے ہیں سردار۔ جو ہم نے بیان کیا ہے اس میں ذرہ برابر مبالغہ و ہرزہ

سرائی نہیں ہے۔"

وہ بیک زبان بولے۔

"میں اس کی تصدیق کروں گا۔"

"بصد شوق۔" انہوں نے جواب دیا۔

"تم یہ بات کسی آشنا و بیگانہ سے ذکر نہیں کرو گے۔" مالک نے سپہ سالاری کے رعب سے کہا اور انہیں جانے کا اشارہ کیا۔

وہ خیمے سے باہر نکل گئے تو مالک پھر خیالات کے جزیروں میں کھو گیا' لیکن اس کی سوچ کا ہر رخ اسے حقیقت سے دور لے گیا۔

"یقیناً میرے جاسوسوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ خود کو تسلیاں دینے لگا اور پھر اس نے دوسری جماعت کو اسلامی لشکر کے حالات دریافت کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور خود بے چینی سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ چند دنوں کے بعد دوسری جماعت بھی واپس لوٹ آئی۔ اس کی حالت بھی پہلی جماعت سے مختلف نہ تھی اور ان کا بیان بھی وہی تھا جو پہلے جاسوسوں نے دیا تھا البتہ اتنا اضافہ کیا۔

"سفید پوش ابلق سوار یقیناً غیر مخلوق ہے۔ شاید آسمانی جو مسلمانوں کی تائید وحمایت اور مدد کے لئے آئی ہے۔"

"تم جاسکتے ہو۔"

مالک نے کہا تو وہ لوگ باہر چلے گئے اور وہ ان نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود تمرد و سرکشی پر برقرار رہا اور اپنے رادے سے باز نہ آیا۔

اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ حنین کی چوٹیوں اور وادی کے درے میں جمع ہو جائیں اور جونہی مسلمان یہاں پہنچیں سب کے سب آن واحد میں ان پر ٹوٹ پڑیں اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیں۔ تاکہ وہ بدحواسی میں ایک دوسرے سے الجھ پڑیں اور مجبوراً زچ ہو کر راہ فرار اختیار کریں۔ نیز فتح مکہ سے انہیں اپنی طاقت پر جو زعم ہو گیا ہے

اس کا طلسم بھی پاش پاش ہو جائے گا۔ اس طرح بلاد عرب میں قبائل حنین کو یہ فخر و عزت حاصل ہوگی کہ انہوں نے اس قوت کو زیر کر لیا جو تمام عرب پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ تمام قبائل نے مالک کے حکم کی تعمیل کی اور وادی حنین کے درے میں روپوش ہو کر بیٹھ گئے کہ کب مسلمان آتے ہیں تاکہ ان پر حملہ کر کے ان کی قوت کو پارہ پارہ کر دیں۔

اسلامی لشکر بارہ ہزار جنگجو بہادروں پر مشتمل تھا ان میں دس ہزار وہ تھے جنہوں نے مکہ فتح کیا تھا اور دو ہزار وہ تھے جو فتح مبین کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے لیکن ابھی راسخ الاسلام نہیں ہوئے تھے اور ان میں مہاجرین و انصار جیسا استقلال و ثبات ابھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس لشکر میں ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ بھی ساتھ تھے۔ تمام کے تمام زرہ پوش تھے۔ اسی مشرکین بھی ساتھ مل گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عتاب بن اسیدؓ کو مکہ مکرمہ کا عامل مقرر فرمایا اور خود 6 شوال 8 ہجری بروز شنبہ حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ فوج کے آگے آگے شہ شواروں کی جماعت اور ذخیرہ بردار اونٹ تھے۔ ہر قبیلے کی فوج کے آگے اس کا پرچم تھا۔ مہاجرین کے ہمراہ ایک جھنڈا تھا جسے حضرت علیؓ اٹھائے ہوئے تھے، ایک پرچم حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس تھا۔ حضرت عمرؓ ابن الخطاب بھی علمبردار تھے۔ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن المنذرؓ اٹھائے ہوئے تھے۔ دوسرا حضرت سعد بن عبادۃؓ کے پاس تھا۔ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیرؓ کے ہمراہ تھا۔ غرضیکہ ہر قبیلہ کی شاخ کے پاس چھوٹے بڑے جھنڈے تھے جنہیں ان کی نامزد جماعت اٹھائے ہوئے تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بنی سلیم کے سردار کی حیثیت سے فوج کے آگے آگے مقدمہ لشکر تھے۔ کثرت تعداد اور فوج کو کیل کانٹوں سے لیس دیکھ کر ایک صحابیؓ کی زبان سے نکلا۔

"آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ ہم قلت کی بناء پر مغلوب نہ ہوں گے۔"

اس جملے سے غرور و تکبر جھلکتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی طبع مبارک پر یہ الفاظ گراں

گزرے کیونکہ فتح و نصرت کثرت تعداد اور اسلحہ سے نہیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتی ہے۔

اللہ کے حبیب ﷺ سفید خچر پر سوار لشکر کے پیچھے پیچھے تھے۔ تین دن کی مسافت کے بعد 10 شوال بروز سہ شنبہ شام کے دھند لکے میں اسلامی لشکر حنین کے مقام پر پہنچا اور یہیں پڑاؤ ڈال دیا۔

دوشیزۂ شب دبے گام گزر رہی تھی لیکن مجاہدین اسلام کا جذبہ جہاد و شہادت دیدنی تھا۔ منتظر تھے کہ کب سپیدۂ سحر نمودار ہو اور وہ داد شجاعت دیں۔ رات عبادت و تیاری میں گزر گئی جب اذان فجر کی دلنواز صدا نے فضا میں نغمگی بکھیری تو عجیب روح پرور نظارہ تھا۔ ہزاروں مسلمان اپنے ہادی رہبر ﷺ کی معیت میں بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔

ادائیگی نماز کے بعد ابھی آخر شب کی تاریکی کافور نہیں ہوئی تھی کہ اپنے آقائے نامدار ﷺ کے حکم پر مسلمانوں نے صف بندی کی۔ وادی حنین کی گھاٹیاں تنگ اور دشوار گزار تھیں۔ جگہ بہ جگہ گڑھے بھی تھے۔ بیک وقت بہت سے لوگوں کا ان راستوں سے گزرنا ممکن نہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ جو سفید خچر دلدل پر سوار دو زرہیں اور مغفر و خود پہنے ہوئے تھے، آپ ﷺ کو ہوازن کے آگے کوئی شے نظر آئی جس کے مثل تاریکی و کثرت کبھی انہوں نے نہ دیکھی تھی۔ مقدمۃ الجیش میں جو حضرت خالد بن ولیدؓ کی افسری میں تھا زیادہ تر فتح مکہ کے جدید الاسلام نوجوان تھے۔ وہ جوانی کے غرور میں اسلحہ جنگ پہن کر بھی نہیں آئے تھے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ہنوز اسلام نہیں لائے تھے۔

تھوڑے تھوڑے لوگوں پر مشتمل ٹولیاں گھاٹیوں میں داخل ہونے لگیں۔ ہوازن قدر اندازی میں تمام عرب میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ میدان کارزار میں ان کا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا۔ تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں، کھوؤں اور روں میں جابجا مسلمانوں کی گھات میں بیٹھے تھے جب مقدمۃ الجیش کے لوگ حنین کے درے سے گزر کر تہامہ کی ایک وادی میں اترے تو مالک بن عوف کی ہدایت کے مطابق غنیم نے اپنی کمین

گاہوں سے نکل کر تیروں کا مینہ برسا دیا۔ اس ناگہانی حملے سے مقدمتہ الجیش میں ابتری پھیل گئی اور وہ بے قابو ہو کر اپنے بچاؤ کے لئے پیچھے کی جانب بھاگے اور مسلمانوں میں بھگدڑ کا سا سماں پیدا ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ سب سے آخر میں تھے جو لوگ بھاگتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس سے گزرتے تو آپ ﷺ فرماتے۔

''لوگو! کہاں جاتے ہو؟''

مگر ان پر دہشت طاری تھی۔ کچھ نہ سنتے تھے۔ ان کے دلوں میں بجز اس کے کوئی خیال نہ تھا کہ بنی ہوازن و ثقیف اپنی کمین گاہوں سے نکل کر ان کا تعاقب کریں گے اور یہ غلط بھی نہ تھا۔ تیس ہزار کا لشکر سیلاب کی طرح نکل آیا تھا۔ ان کے آگے آگے ایک شخص سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بلند نیزے پر سیاہ پرچم بندھا ہوا تھا۔ جس مسلمان پر نظر پڑتی وہ اس پر وار کرتا تھا اور اس کے پیچھے بنی ہوازن اور بنی ثقیف اپنے مددگاروں کے ساتھ نیزوں سے حملے کرتے ہوئے چلے آرہے تھے۔ بروایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس دن اسی اشخاص تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور بروایت حضرت حارثؓ بن نعمان وہ سو آدمی تھے جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت ابوسفیانؓ بن حارث، حضرت جعفرؓ بن ابی سفیان بن حارث، حضرت فضل بن عباس، حضرت ربیعہؓ بن حارث، حضرت اسامہؓ بن عبدالمطلب، حضرت عقیلؓ بن ابی طالب، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت حارثؓ بن نعمان و غیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔

ان حالات کو دیکھ کر جو نو مسلم تھے جن کے سینے پر سے کینہ، شرک کی میل کچیل مکمل طور پر صاف نہیں ہوئی تھی وہ مخالفین کی طرح باتیں کرنے لگے۔ ایک بولا۔

''محمد ﷺ کے ساتھی تو ایسے بھاگے جا رہے ہیں گویا وہ دریا کے کنارے ہی جا کر

دم لیں گے۔''

کلاہ بن خلیل جو صفوان بن امیہ کا ماموں تھا کہنے لگا۔

''آج وہ دن ہے کہ جادو باطل ہو جائے گا۔''

ابوسفیان بن حرب نے صفوان بن امیہ کو مخاطب کر کے کہا۔

''مبارک ہو تجھے کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی (معاذاللہ) بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔''

صفوان بن امیہ کا کفر و شرک کا بت قدرے ٹوٹ چکا تھا اور وہ حضور اکرم ﷺ کا ممنون عنایت ہو کر زمرہ امن وامان میں داخل ہو گیا تھا اس نے ان باتوں پر اظہار مسرت نہ کیا اور جواب دیا۔

''اللہ تیرا منہ توڑے قریش کے کسی ایک شخص کی رہنمائی اور اس کی تربیت میں میرا آنا اس سے بہتر ہے کہ میں ہوازن کے کسی ایک شخص کی تربیت میں ہو جاؤں۔''

شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ مکہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس نیت سے حنین کے سفر پر آیا تھا کہ ممکن ہے جنگ کے روز آپ ﷺ سے اپنے اور بھائی کا بدلہ لے سکے جو غزوہ احد میں مارے گئے تھے۔ اس نے جب مسلمانوں کو منتشر ہوتے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف آیا۔ دائیں طرف اس نے حضرت عباسؓ کو اپنی ڈھال کے ساتھ سد سکندری کی مانند سفید زرہ پہنے آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے کھڑا پایا اور آپ ﷺ کی جبین مبارک سے گرد صاف کر رہے تھے۔ پھر وہ بائیں جانب گیا تو وہاں حضرت ابوسفیانؓ بن حارث مسلح کھڑے تھے حملہ کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ پھر وہ عقب کی طرف سے آیا اور تلوار سے حملہ کرنا چاہا اچانک بجلی کی مانند آگ کا شعلہ نمودار ہوا جو اس کے اور حضور ﷺ کے درمیان حائل ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ اسے جلا کر خاکستر کر دیتا۔ انتہائی خوف و دہشت کے عالم میں اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ معا رسالتمآب ﷺ نے اس کی طرف التفات فرمایا اور کہا۔

''شیبہ ادن منی۔''

جب اس نے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کیا تو حبیب کبریا ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھ کر فرمایا۔

''اے اللہ! اسے شیطان سے محفوظ فرما۔''

بس پھر کیا تھا۔ اسی وقت شیبہ کو رسول اللہ ﷺ اس کی آنکھوں اور کانوں سے بھی زیادہ محبوب ہوگئے اور اس نے آپ ﷺ کے حکم سے کفار کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ اس وقت اگر اس کا باپ بھی سامنے آجاتا تو گردن مار دیتا اس قدر آپ ﷺ کی محبت کی فروانی تھی۔ بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا اور دل چاہتا تھا کہ آپ ﷺ پر نثار ہوجاؤں پھر وہ واپس آیا، مقصد صرف روئے انور کی زیارت کرنا تھا۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

''اے شیبہ! تیرے متعلق اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ تھا وہ اس سے بہتر تھا جو تو نے خود اپنے لئے کیا تھا۔''

اور پھر آپ ﷺ نے اسے وہ باتیں بتائیں جو اس کے دل میں تھیں اور جن کا ذکر اس نے کسی سے نہیں کیا تھا۔ جب اس نے سنا تو کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ مومنین میں شامل ہوگیا۔

اسی عالم افراتفری میں حضرت قتادہؓ کی نظر پڑی کہ ایک کافر مسلمان کے سینے پر سوار ہے۔ وہ لپک کر پہنچے اور عقب سے اس کافر کے کندھے پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار زرہ کاٹ کر جسم میں اتر گئی۔ اس نے فوراً مڑ کر حضرت قتادہؓ کو دبوچ لیا اور پھر وہ ٹھنڈا ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اسی اثناء میں ان کی نظر حضرت عمر فاروقؓ پر پڑی تو پوچھا۔

''مسلمانوں کا کیا حال ہے؟''

بولے۔

''قضائے الٰہی یہ تھی۔''

رسول اللہ ﷺ جذبہ حمیت کے تحت اشرار اور دشمنوں کی طرف اپنی سواری کو

بڑھاتے تھے تاکہ ان کی سرکوبی فرمائیں مگر حضرت ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب نے آپ ﷺ کے دلدل کی لگام پکڑ رکھی تھی اور وہ آپ کو پیش قدمی سے روک رہے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے تھے۔

"جان لو میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ﷺ ہوں۔"

کبھی ارشاد فرماتے۔

"میں پیغمبر ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

اس دوران میں دشمن کی جماعت میں سے اگر کوئی شخص لڑنے کے لئے آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو قتل ہو جاتا اور زمین پر گر کر خاک وخون میں تڑپنے لگتا۔

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بلند آواز تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو بلاؤ۔ وہ با آواز بلند پکارنے لگے۔

"اے گروہ انصار۔ اے اصحاب الشجرۃ۔

جب انہوں نے حضرت عباسؓ کی آواز سنی تو ہر طرف سے آواز سنائی دینے لگیں۔

"یا لبیک یا لبیک۔"

اور پھر انصار و مہاجرین تیزی سے آواز کی جانب لپکے اور وہ اصحاب جن کے گھوڑے سست رفتار تھے وہ ہتھیار پھینک کر اور سواریوں سے زمین پر کود کر تیزی کے ساتھ حضور ﷺ کی جانب آنے لگے اور پھر دشمنوں پر حملہ کر کے جنگ میں مشغول ہو گئے اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اب تنور کی گرمی ہوئی۔"

مسلمانوں کی ابتدائی شکست کے متعلق بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ جنگ میں کچھ لوگ اس غرض سے شریک ہوئے کہ مسلمانوں کو عین جنگ میں دھوکا دیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے جو اس جنگ میں شریک تھیں حضور انور ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ان طلقاء کو قتل کر دیجئے انہی وجہ سے شکست ہوئی ہے۔ ۱۰۱

نووی کہتے ہیں کہ سب لوگ نہیں بھاگے تھے بلکہ مکہ کے مولفتہ القلوب میں جو منافق تھے اور مکہ کے مشرکین جو اس جنگ میں شریک ہوئے تھے انہوں نے بھاگنا شروع کر دیا اور یہ ناگہانی ہزیمت اس وجہ سے ہوئی کہ دشمنوں نے ایک ساتھ تیروں کی بارش شروع کر دی۔ فوج میں ایسے اہل مکہ بھی شامل تھے جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا اور مسلمانوں پر مصائب کے منتظر تھے۔ ابن جریر طبری بحدا المحیط میں لکھتا ہے کہ مکہ کے طلقاء بھاگے تھے اور ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ روح المعانی میں ہے کہ سب سے پہلے طلقاء مکرو فریب سے شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اس سے مسلمانوں میں بے ترتیبی اور پسپائی کی صورت پیدا ہوئی۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ اس شکست کا سبب یہ تھا کہ مسلمان جان لیں کہ فتح و نصرت کثرت تعداد اور تیاری پر نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کوئی چیز مدد دینے والی نہیں بجز اللہ تعالیٰ کی مدد کے۔

سورہ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

> ''اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے لیکن وہ کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔''

سورج کی کرنوں نے وادی میں آخر شب کے دھندلکوں کو تار تار کر دیا تھا۔ بنی ہوازن کمین گاہوں سے نکل کر مسلمانوں کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ مسلمان بھی اب یکجا ہو چکے تھے اور پھر گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں طرف سے بہادر داد شجاعت دے رہے تھے۔ لوگ کٹ کٹ کر گر رہے تھے ابو جزول بڑا سورما، ظالم اور نڈر تھا۔ عرب کے بہادر اس کے مقابلے میں نہیں نکلتے تھے۔ وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مسلمانوں کی طرف آیا۔ وہ غرور و تہود سے رجز پڑھ رہا تھا اور مقابلے کے لئے کہہ رہا تھا۔ حضرت علیؓ اس کی طرف

متوجہ ہوئے اور ایک ہی وار میں اسے واصل جہنم کر دیا۔

ہر طرف تلواروں کے ٹکرانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اسی اثناء میں محبوب کبریا ﷺ نے اپنے اونٹ کی طرف اشارہ کیا تو وہ فوراً بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے خاک سے مٹھی بھری اور دشمنوں کی طرف پھینکتے ہوئے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔

''شاہت الوجود (ان کے منہ پھیریں)''

کوئی دشمن ایسا نہ تھا جس کی آنکھیں اور منہ اس خاک سے بھر نہ گیا ہو۔ پھر ارشاد فرمایا۔

''قسم ہے رب محمد ﷺ کی وہ شکست کھا گئے۔''

یہ کہنے کے بعد بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔

''اے اللہ! اپنے وعدے کو سچا کر دے اور کافروں کو اس کے سزاوار نہیں اور نہ وہ ان کے لائق ہیں کہ وہ مسلمانوں پر غلبہ پائیں۔''

اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی۔

''اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آج آپ ﷺ کو وہ کلمات تلقین فرمائے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تلقین فرمائے تھے جب کہ بنی اسرائیل کے لئے دریائے نیل میں راستہ بنایا گیا تھا۔''

اس مقام پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے۔

''آپ نے نہیں پھینکا جب کہ آپ نے پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا تا کہ مومنوں کو اس بلائے حسن سے آزمائے بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔''

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مٹھی میں بھر کر کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں تو ان کی آواز ایسی تھی جیسے آسمان سے طشت پھینکے گئے ہوں۔ کفار و مشرکین کے دل تڑپنے مچلنے لگے۔ ان میں قلق و اضطراب کی لہریں اٹھنے

لگیں۔ عجیب طرح کی ہیبت و خوف تھا جس نے انہیں گھیر لیا تھا۔ انہیں اس طرح کی آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے طشت پر ہتھوڑے مارے جاتے ہیں۔ اسی دوران میں آسمان سے سیاہ گدھوں کی مانند کوئی چیز ظاہر ہوئی جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان آ کر گری۔ وہ سیاہ چیونٹے تھے جس سے تمام وادی بھر گئی۔ وادی کا ہر پتھر اور درخت غنیم کو سوار دکھائی دیتا تھا۔ جو زمین و آسمان کے درمیان سفید لباس میں ابلق گھوڑوں پر سوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی مدد پانچ ہزار فرشتوں سے فرمائی تھی اور ان کی شناخت سرخ عمامے سے تھی جنہیں وہ اپنے شانوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔ اور لشکر اسلام کے ساتھ مل کر جنگ کرتے تھے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد بنی ہوازن پوچھتے تھے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور ہم مارے نہیں گئے مگر انہیں کے ہاتھوں سے۔

مسلمان کافروں کو تہ تیغ کر رہے تھے۔ اس ہنگامہ میں رسول اللہ ﷺ نے کفار کے قتل عام کا حکم دے دیا اور فرمایا۔

''جس پر بس چلے اسے قتل کر دیا جائے۔''

مسلمان غضبناک ہو کر ان پر ٹوٹ پڑے۔ اس کے بعد دوسرا حکم ملا۔

''جو شخص کسی کو قتل کرے اور اس کے پاس اس پر شہادت بھی ہو تو مقتول کا سامان اس کے لئے ہے۔''

ہوازن کے اچانک حملے اور مسلمانوں کو بے خیالی کی وجہ سے وقتی طور پر ہزیمت و پسپائی کا سامنا کرنا پڑا لیکن اب پانسا پلٹ چکا تھا کفار بھیڑ بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھاگ رہے تھے کہ آسمان پر بادل نمودار ہوئے اور مینہ برسنے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا تو منادی نے ندا کی۔

''نماز کجاووں میں ہوگی۔''

غنیم کے بہادروں کی شجاعت، ہتھیاروں کی چمک دمک اور کثرت دھری کی دھری

رہ گئی۔ ہوازن کا لشکر اتنی دیر بھی نہ کھڑا رہ سکا جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے۔

غیبی فتح و نصرت کی بدولت بہت سے مشرکین کفار زیور ایمان سے آراستہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے حلقہ ادارت میں داخل ہو کر اطاعت و فرمانبرداری میں سر جھکا دیا۔ باقی بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں کی تین ٹولیاں تھیں۔ مالک بن عوف نقری ایک گھاٹی پر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کا آخری آدمی تک آگیا اور پھر وہ طائف کے قلعہ کی طرف فرار ہو گیا۔ بروایت ابن سعد اس نے قصر بلید میں پناہ لی۔ ایک ٹولی بطن نخلہ کی طرف بھاگ گئی اور ایک جماعت اموال کی حفاظت میں جو کہ اوطاس میں تھا دوڑ پڑی۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک جماعت جن میں حضرت ابو عامر اشعری۔ حضرت زبیر بن العوام، حضرت موسیٰ اشعری اور حضرت مسلمہ بن الاکواع رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے حضرات تھے اوطاسیوں کے تعاقب میں روانہ فرمائی اور ان پر حضرت ابو عامرؓ کو امیر مقرر کیا۔

مسلمان قطع مسافت کر کے دشمنوں کے سروں پر پہنچ گئے اور قتال شروع کر دیا۔ اسی اثناء میں حضرت ربیعہ ابن رغنہ نے ایک اونٹ دیکھا جس پر پالکی نما ایک ہودہ رکھا تھا۔ اس نے اونٹ کو بٹھایا تو دیکھا ایک بوڑھا شخص سوار ہے یہ درید بن الصمۃ تھا جسے ربیعہ پہچانتا نہیں تھا۔

''کیا چاہتے ہو؟'' درید نے پوچھا۔

''میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔''

ربیعہ نے کہا اور اس پر حملہ کیا لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔

''تمہاری ماں نے تمہیں اچھے ہتھیار نہیں پہنائے۔''

درید نے کہا اور پھر بولا۔

''میرے کجاوے کے پیچھے سے یہ تلوار لو اور اس سے وار کرو لیکن ہڈیوں سے اوپر اور دماغ سے نیچے ضرب لگاؤ۔ میں بھی اسی طرح لوگوں پر وار کیا کرتا تھا اور جب تم اپنی

ماں کے پاس جاؤ تو اسے کہنا کہ میں نے درید بن الصمۃ کو قتل کر دیا ہے۔ بخدا میں نے بہت سی جنگوں میں تمہارے قبیلے کی عورتوں کو بچایا ہے۔"

جب ربیعہ جنگ سے فارغ ہو کر واپس گیا تو اس نے اپنی ماں سے درید کا ذکر کیا تو وہ بولی۔

"اللہ تیرے ہاتھ کو جلائے۔ یہ بات اس نے اس لئے کہی تھی کہ ہمیں اپنے احسانات یاد دلائے جو اس نے ہم پر کئے تھے۔ بخدا اس نے ایک دن میں تیری تین ماؤں یعنی مجھے، میری ماں کو اور تیرے باپ کو ماں کو آزاد کرایا تھا۔"

اوطاسیوں کے ساتھ جنگ میں امیر جماعت حضرت ابو عامرؓ نے جام شہادت نوش کیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اپنی جگہ امیر مقرر کیا۔ دم واپسیں انہوں نے حضرت ابو موسیٰؓ سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں ان کا سلام پہنچا دیں اور کہیں کہ میرے لئے بخشش طلب کریں۔

اس غزوہ میں جسے غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں مسلمانوں کے ہاتھ چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ مقام ایک عورت کے نام سے موسوم ہے اور اوطاس کے قریب ہے۔ یہ حنین اور مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے۔ حنین میں چار مسلمان شہید ہوئے جب کہ کفار میں سے ستر افراد واصل جہنم ہوئے۔

حضور اکرم ﷺ جب تمام امور سے فراغت پا چکے تو غنائم کی تقسیم کی طرف توجہ فرمائی اور اعلان کروایا۔

"جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اموال غنیمت میں خیانت نہ کرے۔"

اس پر جس نے بھی غنیمت میں سے کچھ لیا تھا اسے لوٹا دیا۔ حضرت عقیلؓ بن ابی

طالب نے ایک سوئی لی تھی اور اپنی زوجہ کو دی تھی کہ اس سے ان کے کپڑے سی دے۔ جب یہ اعلان سنا تو بیوی سے سوئی لے کر غنائم میں لوٹا دی۔

مکہ کے اکثر رؤسا جنہوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا مولفقہ القلوب کے تحت ان کو نہایت فیاضانہ انعامات دیئے۔ ابوسفیان بن حرب کو مع اولاد 300 اونٹ اور 120 اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ' نضر بن الحارث بن کندہ کو سو اونٹ۔ اسید بن جاریہ ثقفی کو سو اونٹ' علاء بن حارثہ ثقفی کو پچاس اونٹ' حویطب بن عبدالعزیٰ کو سو اونٹ عباس بن مرو کو چالیس اونٹ عطا فرمائے۔ یہ سب آپ ﷺ نے خمس میں سے دیا تھا۔ علاوہ ازیں ہر شخص کے حصہ میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں آئیں۔ اگر کوئی سوار تھا تو اسے بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں۔

جعرانہ میں آپ ﷺ نے پندرہ سولہ دن اقامت فرمائی۔ ایک دن ایک گھاٹی سے آپ ﷺ کا گزر ہوا۔ صفوان بن امیہ ساتھ تھا۔ گھاٹی بکریوں اور مویشیوں سے بھری ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے گوشۂ چشم سے اس کی کیفیت ملاحظہ فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

''کیا یہ تجھے اچھے معلوم ہوتے ہیں؟''

''جی ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

''ان سب کو میں نے تجھے بخشا۔''

اس کا جواب سن کر حضور ﷺ نے فرمایا تو صفوان نے سب کو فوراً اپنے قبضے میں لے لیا اور عرض کی۔

''خدا کی قسم کوئی شخص داد دہش میں اتنی سخاوت نہیں کرسکتا۔ بجز حق تعالیٰ کے نبی کے۔''

اور پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

قیدیوں میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت جس کا نام شیما بن الحارث بن عبدالعزیٰ تھی اس نے کسی صحابیؓ سے کہا۔

''میں تمہارے آقا حضرت محمد ﷺ کی رضاعی بہن ہوں۔''

ان صحابی کو یقین نہ آیا اور وہ اسے بارگاہِ رسالت ﷺ میں لے کر حاضر ہوئے۔ اس نے کہا۔

''اے محمد ﷺ میں تمہاری رضاعی بہن ہوں۔''

''اس کا کوئی ثبوت اور نشانی۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو اس نے بعض واقعات یاد دلائے۔ آپ ﷺ نے انہیں قبول فرمایا اور اس کے بعد اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ اس پر بٹھایا اور آنکھوں سے آنسو رخسار پر بہنے لگے۔

''مائی حلیمہ کا کیا ہے؟''

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا۔

''وہ تو دنیا سے رحلت کر گئیں۔''

شیما نے عرض کیا۔

''اگر چاہو تو ہمارے پاس رہو۔ تم معزز و مکرم رہو گی اور اگر چاہو تو تمہیں تمہارے گھر انعام و اکرام کے ساتھ واپس کردیں۔''

شیما نے دوسری بات کو اختیار فرمایا تو حضور ﷺ نے اسے ایک باندی، تین غلام اور بکریاں دے کر رخصت کردیا۔ لوٹتے وقت وہ نورِ ایمان سے منور تھیں اور اپنے رضاعی بھائی کی کلمہ گو۔

ایک دن آپ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ہوازن کی ایک جماعت بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں نے اپنی بقیہ قوم کو اسلام لانے کی بھی خبر پہنچائی۔ ان میں ابوزرقان بھی تھا جو حضور انور ﷺ کا رضاعی چچا تھا۔ وفد کا رئیس زہیر بن مرد تھا۔ انہوں نے عرض کی۔

''یارسول اللہ ﷺ! ہم پر جو بلا و مشقت پڑی ہے آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں۔ ہم

پر احسان وکرم فرمائیں اور ہمارے اہل وعیال اور اموال لوٹا دیں۔"

"میں تو غنائم کو تقسیم کر چکا ہوں۔ انتظار میں رہا کہ تم آ ؤ اور اس بارے میں گفتگو کرو' مگر تم نے دیر کر دی۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

انہوں نے مزید التجاو درخواست کی تو رحمت جوش میں آئی۔ ارشاد فرمایا۔

"میرے ساتھ لوگوں کی جماعت ہے۔ تم مال اور قیدیوں میں سے کوئی چیز پسند کر لو۔"

"حضور ﷺ! اہل و عیال کو چھوڑ کر ہم اونٹ اور بکریوں کی کیا بات کریں۔ ہم قیدیوں کو پسند کرتے ہیں۔" ابوزرقان اور رئیس وفد نے عرض کیا۔

"تمہاری خاطر میں لوگوں سے کہوں گا۔ نماز ظہر کے وقت تم کھڑے ہو کر مجھے مسلمانوں کے لئے شفیع بنانا اور کہنا کہ ہمارے اہل و عیال واپس کر دیں۔"

حسب ارشاد انہوں نے نماز ظہر کے وقت کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اے مسلمانو! تمہارے بھائی ہوازن مسلمان ہو گئے ہیں اور عرض لے کر آئے ہیں کہ ان کے قیدیوں کو تم سے لے کر انہیں لوٹا دوں۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ بطیب خاطر اپنے حصوں سے دستبردار ہو یا نہ ہو' کسی پر جبر نہیں۔"

"ہم سب بطیب خاطر آپ ﷺ کی سفارش مانتے ہیں اور انہیں واپس کرتے ہیں۔ آپ مالک ومختار ہیں۔"

ان اسیروں کو آقائے نامدار ﷺ نے نہ صرف آزاد فرمایا بلکہ ان کو کپڑے' خلعت اور عطیات بھی مرحمت فرمائے اور پھر دریافت فرمایا۔

"مالک بن عوف جس نے معرکۂ جنگ و جدل گرم کیا تھا کہاں ہے؟"

"طائف میں ہے حضور ﷺ"

"اگر وہ آ کر مسلمان ہو جائے تو اس کے اہل و عیال اور اس کے مال و مویشی کے

علاوہ سو اونٹ مزید دوں گا۔"

جب یہ بات مالک تک پہنچی تو بے حد خوش ہوا اور جعرانہ میں ہی حاضرِ خدمت ہو کر مسلمان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اسے مولفتہ القلوب میں شامل فرما کر اس کی قوم پر اور دیگر قبائل پر جو اسلام سے مشرف ہو چکے تھے امیر بنایا۔ اس نے بعدازاں ان قبائل کی مدد سے بنی ثقیف سے مقابلہ کیا یہاں تک وہ بھی مسلمان ہو گئے۔

جب حضور پرنور ہادی برحق رحمتہ اللعالمین ﷺ تمام معاملات سے فارغ ہو گئے تو مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمانے کا عزم باندھا۔ بدھ کی رات کو جب کہ ماہ ذیقعد کی بارہ راتیں باقی تھیں۔ جعرانہ کے مقام پر عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کر کے واپس لوٹ گئے۔

ooo

13

غزوۂ طائف

ذی قعد' 8 ہجری

مشرکین ہوازن اور ثقیف کو حنین کی جنگ میں ذلت آمیز شکست ہوئی۔ غزوہ حنین کا اول محرک مالک بن عوف تھا۔ اسی بدبخت نے مشرکین کے تمام قبائل کو اکٹھا کر کے مسلمانوں پر جنگ مسلط کرنے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن اس کے تمام ارادوں پر اس وقت اوس پڑ گئی جب افواج خداوندی نے اسے منہ توڑ شکست دی، مذکورہ بالا دونوں قبائل مالک بن عوف کی سالاری میں میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور طائف نے کفار کے ہاں پناہ لی۔ حربی حکمت عملی اس بات کی متقاضی ہے کہ زخمی لومڑی کو اس کے بھٹ میں بھی نہ چھوڑا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی افواج کو مدینہ لے جانے کی بجائے اپنا رخ طائف کی طرف کر لیا۔ اہل ثقیف و ہوازن مسلمانوں کے خوف سے طائف میں قلعہ بند ہو گئے۔ طائف ایک مضبوط شہر تھا۔ اس زمانے میں عرب کے شہروں کی طرح اس کے بھی دروازے تھے جنہیں بوقت ضرورت بند کر دیا جاتا تھا۔ اہل طائف نہ صرف مالی طور پر نہایت مستحکم تھے بلکہ محاصرہ بندی کا بھی کما حقہ تجربہ رکھتے تھے۔

آنحضرت ﷺ جب طائف پہنچے اور آپ ﷺ نے قلعہ بند پایا یا تو آپ ﷺ نے اس قلعے کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ فرما لیا۔ آپ ﷺ نے فوج کی تربیت اور صف بندی کی۔ علم بردار حضرت علیؓ کو مقرر کیا گیا اور طائف کے قرب و جوار میں پڑاؤ ڈالنے کا حکم

صادر فرمایا۔ طائف والوں نے قلعے کی فصیلوں پر چڑھ کر مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کردی۔ اس غیر متوقع حملے سے اٹھارہ مسلمان شہید اور بہت سے زخمی ہوگئے۔ بنی اوس کے جوانوں نے منجنیق سے قلعہ طائف پر پتھروں سے تابڑ توڑ حملے کئے لیکن اہل طائف بھی جنگی چالوں کے کچھ کم ماہر نہ تھے، انہوں نے لوہے کے ٹکڑے آگ میں ڈال کر پگھلا لئے اور مسلمان جو قلعے کی دیواروں اور دروازوں کے قریب تھے ان پر پھینکنے شروع کر دیئے۔ گو ان آہنی ٹکڑوں سے کسی مسلمان کو کوئی نقصان نہ پہنچا تاہم وہ خوفزدہ ہو کر قلعوں سے دور بھاگ آئے۔

طائف کے قلعے کا محاصرہ تقریباً اٹھارہ دن جاری رہا، اس دوران وقتاً فوقتاً جنگ بھی ہوتی رہی۔ بہت سے صحابیؓ اس محاصرے کے دوران شہید ہوئے جن میں عبداللہ بن ابی بکرؓ کا نام قابل ذکر ہے۔ جب کامیابی عنقا ہوگئی اور محاصرے نے طول کھینچ لیا تو آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا۔

''اے اہل طائف! تم میں سے جو شخص بھی ہمارے پاس آجائے گا اس کو امان مل جائے گی۔''

آپ ﷺ کی آواز پر طائف کے صرف بیس آدمیوں نے لبیک کہا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوئے۔ ان نو مسلموں نے آپ ﷺ کو طائف کے قلعے کے اندرونی حالات کے متعلق بتایا کہ اہل قلعہ کے پاس بے شمار سامان رسد ہے جو ایک مدت تک ان کے لئے کافی ہے۔

انہی دنوں آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ ایک دودھ سے بھرا ہوا پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں کسی نے پیش کیا ہے۔ ابھی آپ ﷺ اسے نوش فرمانا ہی چاہتے ہیں کہ اچانک کہیں سے ایک مرغ آیا اور اس نے اپنی چونچ پیالے میں ڈال کر اسے گرا دیا اور سارا دودھ بہہ گیا۔ آنحضرت ﷺ جب بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے اس خواب کا ذکر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کیا کیونکہ جناب صدیق اکبرؓ فن تعبیر میں مہارت تامہ رکھتے

تھے۔آپ نے خواب کی تعبیر یوں بیان کی۔

''اے خدا کے حبیب ﷺ! اس سال طائف کا قلعہ فتح کرنے کی آپ ﷺ کو حق تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہیں۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

''اے صدیق! آپ بالکل سچ کہتے ہیں۔ میرے نزدیک بھی اس خواب کی تعبیر یہی ہے۔

اس خواب کے اشارے، محاصرے کی طوالت اور حرمت والے مہینوں کی آمد کی وجہ سے آپ ﷺ نے محاصرہ اٹھالیا اور اپنے جانثاروں اور جان بازوں کو واپسی کا حکم دیا۔

جنگ حنین سے جتنا مال و اسباب بطور غنیمت آپ ﷺ کو حاصل ہوا تھا۔ اسے اور جنگی قیدیوں کو آپ ﷺ نے بمقام ''جعرانہ'' پر چھوڑ کر طائف کی طرف پیش قدمی کی تھی۔

بیس روز تک آپ نے طائف میں قیام فرمایا اور پھر محاصرہ اٹھا کر پہلے مکہ جا کر عمرہ کیا۔ پھر واپس ہوئے تو پہلے ''جعرانہ'' کے مقام پر پہنچے اور یہاں آپ ﷺ نے جنگ حنین سے حاصل کردہ اموال کو اپنے تمام ساتھیوں اور فوجیوں میں تقسیم کیا۔ تقسیم مال کے وقت ابوسفیان بن حرب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنے نظریاتی بخل کی وجہ سے مال غنیمت میں سے زیادہ سے زیادہ لینے کی خواہش ظاہر کی جس کو آپ ﷺ نے منظور فرمالیا۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے قریش کے نومسلموں کے ساتھ تالیف قلب کی خاطر زیادہ رعایت فرمائی۔ حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ عطا کئے۔ غرض کہ آپ ﷺ نے قریش مکہ کو زیادہ اموال مال غنیمت میں دیئے۔ قریش پر آپ ﷺ کی یہ کرم نوازی دیکھ کر انصار کے بعض نوجوان معترض ہوئے آنحضرت ﷺ کو انصار کی ناراضگی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

''کیا سچ نہیں کہ میں نے تمہیں اس وقت خدا کی ہدایت سے نوازا جب تم گمراہ تھے۔ تم لوگ منتشر اور پراگندہ تھے خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے تم میں یکجہتی اور محبت پیدا کی۔ تم لوگ مفلس تھے اللہ پاک نے تمہیں میری بدولت اہل ثروت وحشمت بنایا۔''

انصار آپ ﷺ کے ہر ارشاد کے جواب میں کہتے۔ ''بے شک خدا اور اس کے رسول ﷺ نے ہم پر احسان کیا۔''

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے انصار! تم نے میرے سوالوں کا جواب ٹھیک نہیں دیا۔ تمہیں یہ کہنا چاہئے کہ اے محمد ﷺ! جب لوگوں نے تمہاری تکذیب کی تو ہم نے تیری تصدیق کی جب تمہیں لوگوں نے چھوڑ دیا ہم نے تمہیں پناہ دی۔ تو مفلس آیا تھا ہم نے تیری دست گیری کی تھی۔''

یہ کہہ کر آپ ﷺ نے فرمایا۔

''تم یہ باتیں کہتے جاؤ میں ایک ایک فقرے پر کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو۔''

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

''اے انصار! یہ سب سچ ہے لیکن کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ یہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد ﷺ کو اپنے گھر لے جاؤ۔''

یہ سننا تھا کہ انصار کو ضبط کا یارا نہ رہا وہ دھاڑیں مار کر رونے لگے اور دامان نبوت ﷺ تھام کر عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! قریش کو اور دیگر نو مسلموں کو سب کچھ دے دیجئے اور ہمارے لئے صرف محمد ﷺ ہی کافی ہے۔''

آنحضرت ﷺ کی تدبر آگیں شخصیت نے نہایت محبت سے انصار کی دل شکستگی اور پریشانی دور فرما دی۔

صلح حدیبیہ سے واپسی پر جس طرح بعض مسلمان ملول تھے کہ وہ بغیر عمرہ کے واپس جارہے ہیں۔ اسی طرح طائف سے واپسی پر بھی بعض مسلمان رنجیدہ خاطر تھے کہ طویل محاصرہ کے باوجود ہم بغیر فتح کے طائف سے واپس لوٹ رہے ہیں۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ یہ حکم خداوندی تھا۔ آنحضرت ﷺ اذن خداوندی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ طائف کا محاصرہ کرنا محض انہیں طاقت سے حراساں کرنے کا موجب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے شہر طائف کی قسمت میں یہ لکھ دیا تھا کہ یہ شہر تلوار سے نہیں اسلام کی تعلیمات کے زور سے فتح ہوگا اور ہوا بھی یہی طائف سے واپسی کے ٹھیک ڈیڑھ سال بعد رئیسان طائف مالک بن عوف اور بنو ثقیف اہل طائف کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے۔

○○○

14

غزوۂ تبوک

رجب المرجب' 9 ہجری

مدینہ منورہ کے بارے میں لوگ روزمرہ کے استعمال کی اشیا خرید رہے تھے۔ معاً اطلاع ملی کہ شام کے ملک سے نبطی سوداگروں کا قافلہ روغن زیتون اور سفید آٹا بیچنے کے لئے لایا ہے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر تاجروں اور عام لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔ قافلے والوں نے بتایا کہ رومیوں نے شام میں بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ فوج کو سال بھر کی تنخواہیں بھی ادا کر دی ہیں۔ لخم، جذام، عاملہ اور غسان عرب قبیلوں کے نصرانی جو ہرقل سے بے حد خوش ہیں سب دین عیسوی کے غلبہ کے لئے جمع ہو کر نکل آئے ہیں۔ وہ سب مدینہ پر حملہ آور ہونے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کا مقدمتہ الجیش بلقاء تک پہنچ گیا ہے۔

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح دور و نزدیک پھیل گئی۔ اس پر یقین اس لئے بھی کرنا پڑا کہ جنگ موتہ کے بعد سے ہی رومی سلطنت نے عرب پر حملہ کرنے کا عزم بالجزم کر لیا تھا غسانی قبیلہ جو مذہباً عیسائی اور شام میں رومیوں کے زیر اثر تھا قیصر روم نے اسے اس مہم پر متعین کیا تھا۔ مدینہ الرسول ﷺ میں ان کے حملوں کی خبریں اکثر پھیلتی رہتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے واقع ایلا میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب عتبان بن مالک نے دفعتہً آ کر یہ کہا۔

''غصب ہوگیا۔''

تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

''کیوں خیر ہے۔کیا غسانی آ گئے۔''

رومیوں کے حملہ کی خبر سالت مآب ﷺ کی بارگاہ عالم پناہ میں پہنچی۔آپ ﷺ کو یہ بھی اطلاع ملی کہ عرب کے عیسائیوں نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے ہرقل کو لکھا ہے کہ اس مسلمانوں کا ہادی و نبی ﷺ اس دنیا میں نہیں ہے۔ مسلمان قحط و بدحالی کا شکار ہیں لہٰذا اس سے سنہرا و نادر موقعہ اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ حملہ کر کے سلطنت پر قبضہ کرلیا جائے۔ چنانچہ اس نے قباد نامی شخص کو چالیس ہزا کے لشکر پر مقرر کیا کہ مدینہ پر حملہ آور ہو۔اس کا منصوبہ تھا کہ شام پر اس کا اور حیرہ پر ایرانیوں کا تسلط قائم ہو۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے شام کی طرف بہ نفس نفیس تشریف لے جانے کا قصد فرمایا تاکہ رومیوں کی ایسی سرکوبی کی جائے کہ وہ پھر کبھی عرب کی طرف رخ کرنے کی جسارت نہ کریں۔آپ ﷺ نے جنگ کی تیاری کے لئے صحابہؓ کرام کو ان قبائل کی طرف روانہ فرمایا جن سے وہ منسوب تھے تاکہ لشکر اور سازو سامان جمع کریں مزید برآں آپ ﷺ نے فقراء و مساکین اور غریب صحابہؓ کی مدد و اعانت اور جہاد کی تیاری میں مدد و اعانت کے لئے ترغیب و تحریص فرمائی۔

مسلمانوں پر اس دعوت کا اثر خاطر خواہ ہوا۔ وہ تو آپ ﷺ کے اشارہ ابرو پر متاع زندگی نچھاور کرنے پر آمادہ و تیار رہتے تھے، مال و دولت کیا چیز ہے۔ چنانچہ وہ لشکر اور سازو سامان جمع کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔

اللہ کے حبیب ﷺ تشریف فرما تھے، صحابہ کرامؓ کا جذبہ ایثار دیدنی تھا ہر کوئی دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے کوشاں تھا۔ اپنے ہادی و محبوب ﷺ کو راضی کرنے کا بہترین موقعہ تھا۔ محبان رسول ﷺ بڑے ادب و احترام سے سامنے بیٹھے تھے۔ معاً آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو جنبش دی اور حضرت عمر فاروقؓ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا۔

''عمرؓ! اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟''

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا یا رسول اللہ ﷺ آدھا اہل بیت کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور آدھا پیش خدمت کر دیا ہے۔''

حضرت عمر فاروق اعظم نے عرض کیا اور دل مبارک میں خیال فرمانے لگے۔

''ابوبکرؓ ہر کام میں مجھ سے سبقت لے جاتے ہیں آج انشاء اللہ میں ان سے بڑھ جاؤں گا۔''

اسی اثناء میں اللہ کے محبوب ﷺ حضرت صدیق اکبرؓ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

''ابو بکر! اپنے بال بچوں کے لئے کتنا ذخیرہ چھوڑا ہے؟''

عاشق رسول ﷺ نے سماعت فرمایا تو بصد ادب عرض کیا۔

''میں نے گھر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑا ہے باقی سب حاضر کر دیا ہے۔''

خالق کون و مکان کے حبیب ﷺ نے سنا تو ارشاد فرمایا۔

''تمہارے درمیان میرا فرق مراتبت اور تفاوت اتنا ہی ہے جتنا تمہاری ان دو باتوں کے درمیان ہے۔''

حضرت عمر فاروقؓ آج بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آگے نہ بڑھ سکے تھے بولے۔

''میں آپ سے کسی بات میں سبقت نہیں کر سکتا۔''

جن دنوں غزوہ تبوک کی تیاری ہو رہی تھی حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ شام کی طرف ایک قافلہ بھیجنے کے لئے کوشاں تھے وہ بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! ایک ہزار اونٹ بمعہ ساز و سامان جو قافلے کے لئے تیار کئے تھے آپ ﷺ کی نذر کرتا ہوں۔ سات سو گھوڑے سواری کے لئے حاضر ہیں۔''

اور پھر اپنی آستین میں بھرے ہوئے چالیس ہزار درہم آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں الٹا دیئے حضور ﷺ ان درہموں کو ملاحظہ فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

''اے اللہ! عثمان سے راضی ہو جا بلاشبہ میں تو ان سے راضی ہو گیا۔ اے رب کریم! قیامت کے دن عثمان سے حساب اٹھا دے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''عثمانؓ آج کے بعد جو کرے انہیں نقصان نہ کرے گا، اے عثمانؓ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا وہ سب جو ظاہر تم سے ہو اور جو چھپا کر تم سے ہو۔''

ایک اور روایت کے مطابق ہادی برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''تمام دولت مندوں سے چھوٹی چھوٹی چیز کا حساب ہوگا عثمانؓ کا حساب نہیں ہوگا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کیے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جو کچھ تو نے دیا اور جو کچھ محفوظ رکھا اس میں اللہ تعالیٰ برکت دے۔''

غریب صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے محبوب ﷺ کے فرمان پر لبیک کہا اور حتی المقدور جو بن پڑا لا کر حاضر خدمت کر دیا۔ حضرت ابوعقیل انصاریؓ انہیں میں سے تھے، انہوں نے حاضر ہو کر ایک صاع کھجوریں پیش خدمت کیں اور عرض کیا۔

''یا رسول ﷺ! آج رات میں نے صبح تک پانی کھینچنے کی مزدوری کی ہے جو مزدوری مجھے ملی اس میں سے ایک صاع اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لئے دے دیا اور ایک صاع آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں لے آیا ہوں۔''

حضور ﷺ نے ان کی ایک صاع کھجوروں کو تمام اموال کے اوپر رکھ دیا۔

اس کار خیر میں خواتین بھی پیچھے نہیں رہیں۔ بعض نے ہاتھ پاؤں کے زیورات اور گردن و کان کے آویزے اتار کر پیش کر دیے۔ ارباب سیر کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں تیس ہزار کا لشکر اسلام تھا۔ اس میں سے دو تہائی لشکر کا ساز و سامان حضرت عثمان غنی

ذوالنورینؓ نے فراہم کیا تھا۔

غزوہ کے لئے تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں کہ ایک دن حضرت عتبہؓ بن زید حضورﷺ! کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"یا رسول اللہﷺ! میرے پاس مال و دولت تو ہے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرسکوں البتہ اپنی عزت و آبرو کو لوگوں پر حلال کرتا ہوں۔ وہ جس طرح چاہیں میرے ساتھ پیش آئیں۔ ان سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور جو خدمت چاہیں مجھ سے لے لیں اور جس طرح مدد چاہیں لیں انہیں معاف ہوگا۔"

رسول اللہﷺ نے سماعت فرمایا اور کہا۔

"اے عتبہؓ! حق تعالیٰ نے تمہارے صدقے کو قبول کرلیا ہے۔"

ادھر مسلمان جنگی تیاریوں میں مصروف تھے اور دوسری طرف منافقین اپنی ریشہ دوانیوں اور اسلام دشمن حرکات میں مشغول تھے۔ وہ مسلمانوں کے اندر بددلی پھیلانے اور جنگ میں شرکت سے روکنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے تھے اور افواہیں پھیلا رہے تھے جس سے مسلمان خوفزدہ ہوں۔ ان کا ظاہر مسلمانوں کے ساتھ اور باطن اغیار کے ساتھ تھا۔ انہیں حضور اکرمﷺ سے جو دشمنی و عناد تھا اس کی بنا پر مسلمانوں میں افتراق و انتشار و نفاق کا بیج بونے کا انہیں بڑا اچھا موقعہ ہاتھ لگ گیا تھا۔ ان کا سرغنہ سویلم یہودی تھا۔ کچھ لوگ اس کے مکان پر جمع ہو کر دوسروں کو بدراہ کرنے کی کوشش کرتے۔ رسول اللہﷺ کو اس کی معاندانہ حرکات و سکنات کا علم ہوا تو اس کی سرکوبی کرنا مناسب فرمائی کیونکہ ان حالات میں کسی شخص کو ایسی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی جس سے دشمن کو فائدہ پہنچتا ہو۔

ایک دن سویلم کے ہاں لوگ جمع تھے اور وہ انہیں غزوہ تبوک میں شرکت سے روکنے کے لئے تلقین کر رہا تھا۔ حضور اکرمﷺ نے حضرت طلحہؓ بن عبیدہ کو چند ساتھیوں کے ہمراہ

بھیجا اور حکم فرمایا کہ اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔ جب حضرت طلحہؓ اس مردود کے مکان پر پہنچے تو اجلاس عروج پر تھا۔ آپ نے اس کے مکان کو آگ لگا دی۔ بس پھر کیا تھا وہاں پر موجود لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور جان بچانے کے لئے بھاگے۔ ایک شخص مکان کے عقب سے نکل کر بھاگا تو اس کے پاؤں ٹوٹ گئے۔ باقی لوگوں نے بھی بمشکل آگ کے شعلوں سے جان بچائی اور جدھر منہ اٹھایا راہ فرار اختیار کی۔ یہ واقعہ دوسروں کے لئے باعث عبرت بن گیا، پھر کسی کو ایسی قبیح حرکت کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔

تمام تر کاوشوں کے باوجود سات صحابہ کرامؓ ایسے تھے جن کے پاس غزوہ تبوک میں شمولیت کے لئے کچھ نہ تھا۔ وہ پاکباز ہستیاں بن عمیر، ہرمی بن عمرو، عتبہ بن زید، ابولیلیٰ المازنی عمرو بن عنخہ، سلمہ بن صخر اور حرباض بن ساریہ تھے، بعض روایات کے مطابق ان حضرات میں عبداللہ بن المغفل اور معقل بن یسار بھی شامل تھے، یہ لوگ حسرت و یاس کا پیکر بنے اور روتے ہوئے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے۔

"اے محبوب ربانی ﷺ ہم آپ ﷺ سے سواری کے طالب ہیں کہ غزوہ میں آپ ﷺ کے ساتھ شامل ہوسکیں۔"

آپ ﷺ نے سنا تو ارشاد فرمایا۔

"میرے پاس کچھ نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کرو۔"

ان حضرات نے سنا تو اپنے نصیبوں پر آنسو بہاتے ہوئے لوٹ گئے۔ اس حال پر سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"اور نہ ان لوگوں پر کچھ اعتراض ہے کہ جب تمہارے پاس آئے کہ ہم کو سواری دیجئے اور تم نے کہا کہ میرے پاس سواری کہاں ہے جس پر تم کو سوار کرسکوں تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔"

یہ لوگ جماعت گردہ بکائین کے ساتھ ملقب ہوئی۔

منافق جو ایسے مواقعوں پر اکثر حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور بغیر کسی عذر و وجہ کے غزوہ میں شرکت سے معذرت کی۔ ان کی معذورین کہتے ہیں۔ ان کی تعداد اسی سے کچھ زائد تھی۔ ایک منافق جد بن قیس نے حاضر ہو کر عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے مدینہ میں رہنے کی اجازت دیں۔''

اور عذر یہ پیش کیا۔

''میں عورتوں کا دلدادہ ہوں، رومی عورتوں کو دیکھ کر فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔''

حضور ﷺ کی طبع مبارک پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ اس کی جانب سے رخ انور پھیر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر آیت مبارکہ نازل فرمائی جس کا ترجمہ ہے۔

''ان میں سے کوئی تم سے یوں عرض کرتا ہے کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے۔ سن لو وہ فتنہ میں ہی پڑے اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے کفار کو۔''

آپ ﷺ نے ان منافقین کو پیچھے رہنے کی اجازت دے دی۔ ان کے علاوہ اعراب میں سے بیاسی آدمی جو جھوٹا عذر کرنے والے تھے آئے کہ انہیں بھی رہ جانے کی اجازت دی جائے۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے ان کا عذر قبول نہ فرمایا۔

جب غزوہ تبوک کی ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں تو رسالت مآب ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اس غزوہ میں بخلاف اور معرکوں کے ازواج مطہراتؓ ساتھ تشریف نہیں لے گئیں تھیں لہٰذا اہل حرم کی حفاظت کے لئے حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق کو لشکر پر خلیفہ تعینات فرمایا جو آنحضرت ﷺ کی عدم موجودگی میں نماز کی امامت فرماتے تھے کیونکہ آپ ﷺ داخلی نظام سے متعلق اہتمام فرما رہے تھے۔

جب ہر طرح سے انتظامات مکمل ہو گئے تو حضور اکرم ﷺ نے لشکر کو مدینہ منورہ کے باہر ثنیۃ الوداع میں اکٹھے ہونے کا حکم فرمایا۔ اس مقام پر سب سے بڑا جھنڈا حضرت

ابوبکر صدیقؓ کو عطا فرمایا۔ دوسرا علم حضرت زبیرؓ بن العوام کو مرحمت فرمایا۔ خزرج کا جھنڈا حضرت اسید بن الحضیر کو دیا۔ حضرت عمارہ ابن حزم ایک انصاری تھے پہلے انہیں جھنڈا عطا فرمایا گیا لیکن بعد میں ان سے لے کر رسول اللہﷺ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو دے دیا۔

''یا رسول اللہﷺ آپﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے۔'' حضرت عمارہؓ نے دلگیر آواز میں عرض کیا۔

''نہیں۔ بخدا نہیں۔ قرآن والے کا حق مقدم ہے۔ حضرت زیدؓ تم سے زیادہ قرآن کو سینے میں لئے ہوئے ہیں اور قرآن ہی انسان کو مقدم کرنے والا ہے اگرچہ کان کٹا سیاہ فام غلام ہو۔''

رحمتہ اللعالمینﷺ نے ارشاد فرمایا تو حضرت عمارہؓ کو اطمینان نصیب ہوا کہ حضرت عالم عالمیان ﷺ ان سے ناراض نہیں ہیں۔

اور پھر انصار کے ہر قبیلہ سے ارشاد فرمایا کہ اپنا اپنا جھنڈا تیار کریں۔

ثنیتہ الوداع میں اسلامی لشکر کی تعداد کے متعلق مختلف روایات ہیں لیکن ابن سعد کے مطابق اس کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اس میں دس ہزار گھڑ سوار اور بارہ ہزار شتر سوار تھے۔ مقدمہ پر حضرت خالد بن ولیدؓ، میمنہ حضرت طلحہ بن عبداللہ، میسرہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ مقرر تھے۔

جب اسلامی فوج ماہ رجب المرجب 9 ہجری بروز جمعرات روانہ ہوئی تو عجب روح پرور سماں تھا۔ گرد و غبار اٹھا، گھوڑے ہنہنانے لگے۔ مدینہ کی عورتیں لشکر جرار کا منظر دیکھنے کے لئے گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئیں۔ لشکر میں کسی کا باپ تھا کسی کا خاوند کسی کا بیٹا اور کسی کا بھائی تھا۔ موسم شدید گرم تھا۔ ہر طرف آگ برس رہی تھی، اس پر مستزاد بھوک پیاس اور قحط سالی بھی تھی، لیکن ان لوگوں نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ آرام و عیش خود پر حرام کر لیا تھا سب سے آگے دس ہزار گھوڑ سوار تھے عجیب ولولہ خیز منظر تھا جو چشم فلک نے

اس سے قبل نہ دیکھا ہوگا۔ جذبوں، ولولوں اور محبتوں کی لہریں ہر دل میں موجزن تھیں۔ اس دلفریب اور مجاہدانہ منظر کو دیکھ کر ان لوگوں کے دلوں میں بھی جوش وخروش کی لہر دوڑ گئی تھی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت مبارک پر لبیک نہ کہا تھا اور جنگ میں شرکت سے پہلو تہی کی تھی۔

اس عظیم لشکر میں ایسے فقراء مجاہدین بھی شامل تھے کہ دس افراد کے لئے صرف ایک اونٹ یا گھوڑا تھا جس پر وہ باری باری سواری کرتے تھے۔ اکثر لشکر کے پاس کرم خوردہ کھجوروں اور چند سیر جو کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ پانی کی شدید قلت تھی۔ بسا اوقات سواریوں کی کمی کے باوجود اونٹ ذبح کئے اس کے پیٹ اور معاد کی رطوبت سے بعض اپنی زبانیں تر کرتے لیکن سینوں کے اندر اطاعت رسول ﷺ ادائیگی فرمان الٰہی اور جذبہ جہاد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جو دوسری تمام مصیبتوں، تکلیفوں اور مشکلات پر حاوی تھا۔

کھوٹے اور کھرے مومن اور منافق کی ایسے موقعہ پر ہی شناخت ہوتی ہے۔ منافقین کی ایک جماعت نے اس مقام پر اختلاف کیا لیکن کسی نے ان کی باتوں پر توجہ نہ دی جب اسلامی لشکر موضع حرف میں پہنچا تو عبداللہ بن ابی سلول امیر المنافقین اپنے حلیفوں، فرمانبرداروں اور یہودی ساتھیوں کو لے کر لشکر سے باہر آگیا اور یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ گیا۔

> ''محمد (ﷺ) رومیوں سے جنگ کیلئے چلے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ آسان ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے اصحاب قید ہو جائیں گے اور مغلوب کر کے اطراف عالم میں متفرق کر دیا جائے گا۔''

جب اس واقع کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو ارشاد فرمایا۔

''اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ہم سے بے وفائی نہ کرتا۔''

مگر منافقین کی ایک جمات غنیمت کے لالچ میں اس سفر میں مسلمانوں کے ہمرکاب رہی جس سے کئی ایک نامناسب و ناموافق باتوں کا صدور ہوا۔

چلتے چلتے اسلامی لشکر اس مقام پر پہنچا جسے حجر کہتے ہیں۔ یہاں قوم ثمود کے مکانوں کے آثار چٹانوں میں ابھرے ہوئے نظر آتے تھے جو وہ پہاڑوں کو تراش کر بنایا کرتے تھے۔ صدیوں پہلے اللہ کی اس نافرمان قوم پر عذاب نازل ہوا تھا اور وہ نیست و نابود کر دی گئی تھی۔ اس کے نشانات آج بھی مقام عبرت تھے۔ لشکر ستانے کے لئے رکا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اس علاقے میں جو کنواں ہے اس کا پانی پینے یا وضو کے لئے استعمال نہ کرنا، اگر کسی نے آٹا گوندھ لیا ہو تو وہ اونٹوں کو کھلا دو۔''

صبر آزما مسافت کے بعد مقام حجر پر ستانے کے دوران جب یہ فرمان رسول ﷺ سنا تو سوائے منافقین کے کسی کی پیشانی پر بل تک نہ پڑا اور اطاعت رسول ﷺ میں حکم کی تکمیل کی گئی۔ اسی اثنا میں کچھ بادل نمودار ہوئے اور بارش برساتے ہوئے گزر گئے اور مسلمانوں کو جس قدر پانی کی ضرورت تھی وہ پوری ہوگئی اور پھر لشکر تبوک کی طرف چل پڑا۔

تبوک مدینہ منورہ سے بطرف شام چودہ منزل کے فاصلے پر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے۔ قاموس کے مطابق ہے ایک خط ارضی ہے۔ کچھ کے نزدیک یہ ایک چشمہ کا نام ہے۔ مسلم شریف کی حدیث پاک کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔

''آخری حد وہ ہے جب تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو۔''

اسلامی لشکر دن رات سفر کرتا ہوا بالآخر تبوک پہنچا اور وہاں ڈیرہ ڈال دیا تاکہ رومیوں کے متعلق معلومات حاصل کی جاسکیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ لشکر اسلام کے ساتھ روانہ ہوئے تھے لیکن ان کا اونٹ تھک کر راستے میں رہ گیا، بہت کوشش کی مگر وہ اٹھنے کا نام نہ لیتا تھا۔ لہٰذا اسے وہیں چھوڑا۔ ضروری سامان اپنے کندھے پر رکھ اور پاپیادہ منزل مقصود کی طرف چل پڑے۔ جذبہ عشق

ومحبت تھا کہ کشاں کشاں لئے جارہا تھا۔

''حضور اکرم ﷺ دور سے کوئی پیادہ آرہا ہے اس کا رخ ہماری سمت ہے۔''

کسی نے عرض کیا۔

''ابو ذر ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب وہ پیادہ قریب آیا تو صحابہ نے اسے پہچان لیا۔ رسول اللہ ﷺ سرو قد کھڑے ہو گئے اور مرحبا کہا اور فرمایا۔

''حق تعالیٰ ابوذر پر رحمت کرے۔ تنہا ہوگا۔ تنہا فوت ہوگا اور تنہا اٹھے گا۔''

اور پھر تاخیر کا سبب دریافت فرمایا۔

جو پانچ صحابہ غزوہ سے پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے ہی حضرت ابوذرؓ تھے وہی پا پیادہ حاضر خدمت ہو گئے تھے۔ حضرت ابوخشیمہؓ جنہوں نے اسلامی لشکر کی روانگی کا روح پرور نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ان کے سینے کے اندر بھی ہلچل سی مچ گئی تھی۔ ایک دن باہر سے گھر تشریف لائے۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ انہوں نے عریشہ پر پانی کا چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ صراحیوں میں ٹھنڈا پانی موجود تھا اور عمدہ کھانا تیار تھا۔ منتظر تھیں کہ کب خشیمہؓ آئیں۔ خاوند کو انہوں نے دیکھا تو چہرے خوشی ومسرت ومحبت سے تمتما اٹھے لیکن آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ ان کے اہتمام کو دیکھا تو آپ کو اپنے ہادی و رہبر خواجہ کائنات ﷺ کا خیال آ گیا۔ فرمانے لگے۔

> ''رسول اللہ ﷺ تو بیابان میں سخت دھوپ کی گرمی اور جھلسا دینے والی گرم و تیز ہواؤں میں ہوں اور خشیمہ ٹھنڈے سائے اور چھاؤں میں سرد پانی سے پیاس بجھائے۔ عمدہ کھانے نوش کرے اور بیویوں میں عیش و لطف سے رہے۔ یہ بات محبت اور انصاف کے منافی ہے۔ یہ کیسی محبت ہے؟ اللہ کی قسم میں اس عریشہ میں داخل نہیں ہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں نہ پہنچ جاؤں۔''

یہ کہہ کر آپ نے تھوڑا سا زاد راہ لیا اور اپنے اونٹ کو کھینچتے ہوئے باہر نکل آئے۔

ان کی بیویوں نے انہیں کچھ کہنا چاہا مگرانہوں نے التفات نہ فرمایا اور تیزی سے تبوک کی جانب چل پڑے اور دن رات ایک کر کے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے اور سارا ماجرا عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی لیکن بقیہ تین صحابہ حضرت کعبؓ بن مالک، حضرت مرارہؓ بن الربیع اور حضرت بلالؓ بن امیہ تبوک سے غیر حاضر رہے۔

جن دنوں رسول اللہ ﷺ تبوک میں فروکش تھے ان دنوں ہرقل حمص میں موجود تھا۔ قباد نامی شخص کی سرکردگی میں چالیس ہزار رومی لشکر نے جب مسلمانوں کی شان وشوکت کے بارے میں سنا تو مسلمانوں کے دین کی عزت اور سید عالم ﷺ کی قوت اعجاز سے اس کے دل میں رعب و دبدبہ طاری ہوگیا اور جہاں کہیں بھی تھا اس میں مدمقابل آنے کی جرات نہ ہوئی۔

دیار غیر میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت پر حضرت عبادہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا گیا جو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لشکر کا گشت کیا کرتے تھے۔

ہرقل شاہ روم نے جب سنا کہ نبی آخر ﷺ حدود شام میں پہنچ کر تبوک کے مقام پر تشریف فرما ہیں تو اس نے بنی غسان کے ایک شخص کو بلایا اور کہا۔

''تم خفیہ طور پر مسلمانوں کے لشکر میں جاؤ اور مسلمانوں کے آخری نبی ﷺ کے بارے میں جتنی معلومات ہوسکیں معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔ یہ دیکھنا کہ ان کی صورت و سیرت، عادات و خصائل وشمائل کیا ہیں جیسا کہ کتب سابقہ میں مذکور ہے۔

ہرقل کا یہ حکم سن کر وہ شخص اپنی منزل کی طرف چل پڑا اور ہرقل شدت سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

اس شخص نے اسلامی لشکر میں پہنچ کر بچشم خود آنحضرت ﷺ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا تو ش عش کر اٹھا۔ سیرت کے نمونے ملاحظہ کئے تو تمام دنیا ہیچ نظر آئی۔ عادات و خصائل دیکھنے کا موقعہ ملا تو زبان مدح کی شیرینیوں سے لبریز ہوگئی۔ چند دن وہاں

گزارنے کے بعد وہ شاہ روم کے پاس حمص میں پہنچا اور جو دیکھا تھا من وعن گوش گزار کر دیا اور کہا۔

''جو کتب سابقہ میں نبی آخر الزماں ﷺ کے بارے میں مذکور ہے وہ سب آپ ﷺ پر صادق آتا ہے۔''

ہرقل نے دیار روم کے اشرف و اعیان سلطنت کو بلا بھیجا اور پھر بنی غسان کا شخص جو اطلاع لے کر آیا تھا اس کی تفصیل بتانے کے بعد انہیں دین اسلام کو قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ جب حاضرین دربار نے سنا تو وہ غضبناک ہوگئے اور مخالفت کا طوفان اٹھ پڑا۔ ہرقل کو اپنی حکومت زوال پذیر ہوتے نظر آئی تو یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا۔

''میں تمہیں آزمارہا تھا۔''

تبوک میں قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک مکتوب گرامی ہرقل کے نام لکھا اوردعوت اسلام دی' لیکن وہ اپنی قوم کا غضب وغصہ ملاحظہ کر چکا تھا۔ دل کہتا تھا کہ حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤں۔ حکومت کا نشہ اسے اپنی جانب کھینچتا تھا۔ بروایت مسند امام احمد اس نے خط کے جواب میں لکھا۔

''میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔''

جب حضور اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا۔

''جھوٹ کہتا ہے۔ وہ دشمن خدا اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔''

رومیوں نے شام کے اندرونی علاقے میں جو قلعے تھے ان میں پناہ لے لی تھی۔ مسلمانوں نے اندرون ملک بھی ان کا تعاقب کیا اور سرحد کے قریب ٹھہرے رہے تاکہ اگر کوئی مقابلے پر آنا چاہے تو آئے، اس دوران میں آپ ﷺ نے احتیاطی تدابیر اختیار فرمائیں تاکہ آئندہ کسی کو قدم اٹھانے کی جرات نہ ہو۔ آپ ﷺ نے حاکم ایلہ یحیہ بن روبہ کو اطاعت قبول کرنے کے لئے لکھا تو وہ گلے میں صلیب لٹکائے ہوئے تحائف کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور اطاعت قبول کر کے جزیہ کی شرط پر مصالحت کر لی اور اسے ایک

عہد نامہ بھی لکھ دیا گیا۔ اہل جبرو اورح نے بھی جزیہ دینا قبول کرلیا۔ ان کے لئے بھی صلح نامہ ضبط تحریر میں لایا گیا۔ وہ امان نامہ اب تک ان کی قوم میں موجود ہے۔

ان معاہدات کے بعد آپ ﷺ مطمئن تھے کہ اب رومی مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا کبھی حوصلہ نہ کریں گے لیکن دومتہ الجندل کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہوسکتا تھا اور عین ممکن تھا کہ وہاں کا عیسائی حاکم اکیدر بن عبدالملک کندی بغاوت پر کمربستہ ہوکر رومیوں کی مدد و اعانت کرے گا۔ چنانچہ اس کی پیش بندی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو پانچ سو سواروں پر امیر مقرر فرما کر اکیدر کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے بنی کلاب کی طرف بڑے تھوڑے لوگوں کے ساتھ بھیج رہے ہیں۔''

حضرت خالدؓ بن ولید نے عرض کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''تم ایسے پہاڑوں اور جنگلوں میں شکار کھیلتا پاؤ گے اور جنگ کی زحمت اٹھائے بغیر وہ تمہارے قابو میں آجائے گا۔''

حضرت خالدؓ بن ولید برق رفتاری سے دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوئے اور راتوں رات، وہاں پہنچ گئے۔ اکیدر ان تمام حالات سے بے خبر اپنے بھائی حسان کے ہمراہ نیل گائے کے شکار کے لئے نکلا ہوا تھا۔ چاندنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان حرف بہ حرف سچا ثابت ہوا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے فوراً حملہ کر دیا۔ حسان قتل ہوگیا اور اکیدر کو گرفتار کرلیا گیا۔ شہر کے دروازے پر پہنچ کر آپ نے فرمایا۔

''شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں۔''

''اگر ایسا نہ کیا گیا تو اکیدر کو تہ تیغ کر دیا جائے گا۔''

اہل شہر نے اپنے فرمانروا کی جان بخشی کی خاطر شہر کے دروازے کھول دیئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو بکریاں، چار سو وسق گندم اور چار سو

زرہیں بطور غنیمت حاصل کیں اور پھر اکیدر کو پابجولاں ہمراہ لے کر واپس آگئے حکم تھا کہ اسے مدینہ منورہ لایا جائے۔ چنانچہ وہاں دعوت اسلام پر اس نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین جو قبیلہ مزنی سے تھے۔ تبوک کے غزوہ میں شریک تھے۔ ایک رات انہیں بخار آیا اور وہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ رات کا وقت تھا جب انہیں دفن کرنے کے لئے لے گئے۔ حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ حضور اکرم ﷺ قبر کے اندر تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ انہیں قبر میں اتار رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

''بھائی کو عزت کے ساتھ لاؤ۔''

بعد ازاں آپ ﷺ نے ان کی لحد میں کچی اینٹیں چنیں اور پھر دعا فرمائی۔

''اے اللہ! میری خدمت میں دن رات رہا ہے۔ میں اس سے راضی ہوں اور تو بھی اس سے راضی ہو جا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی وہاں موجود تھے۔ ان کے دل میں آیا۔

''کاش کہ میں اس صاحب لحد کی جگہ ہوتا۔''

حضرت عبداللہ ذوالبجادین بچپن میں ہی یتیم ہوگئے تھے۔ بے سروسامانی کا عالم تھا چچا آپ کا کفیل تھا، جب جوان ہوئے تو بڑے خوبصورت نکلے، مال و دولت بھی خاصا جمع ہوگیا اور لونڈی غلام بھی' عہد جاہلیت میں عبدالعزیٰ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود دل ہر وقت اسلام قبول کرنے کے لئے مچلتا رہتا تھا' لیکن چچا کا خوف غالب آجاتا اور ایمان نہ لاسکے۔ وقت گزرتا رہا۔ فتح مکہ کے بعد خاتم الانبیاء ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

ایک دن عبدالعزیٰ چچا کے پاس گئے۔ چچا نے آنے کی وجہ پوچھی تو بولے۔

''اے چچا! میں ساری عمر تیرے اسلام لانے کا منتظر رہا مگر تیری طرف سے محمد ﷺ کی اطاعت و متابعت کا شوق و جذبہ نہیں پایا۔ عمر کا بھروسہ نہیں۔ اجازت دو کہ جا کر مسلمان ہو جاؤں۔''

چچا نے سنا تو غصے سے بھنویں تن گئیں۔ کرخت لہجے میں بولا۔

''اگر تو ایمان لایا تو سب کچھ چھین لوں گا اور جسم پر سے کپڑے بھی اتروا لوں گا۔''

عبدالعزیٰ نے سنا تو بولے۔

''اگر یہ بات ہے تو اللہ کی قسم میں مسلمان ہوتا ہوں اور شرک و بت پرستی سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں۔ جو میرے پاس ہے سب لے لے، آخر ایک دن تو اسے چھوڑنا ہی ہے دنیاوی مال و دولت کی خاطر میں ایمان لانے سے رک نہیں سکتا۔''

''ٹھیک ہے اپنے کپڑے بھی اتار دو اور چلے جاؤ۔''

اس کے چچا نے غضبناک ہوتے ہوئے کہا۔

آپ نے تن کے کپڑے بھی اتار دیئے اور وہاں سے سیدھے ماں کے پاس پہنچے اور کہا۔

''ماں! میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اس قدر دے دے کہ اسے پہن لوں۔''

ماں نے ایک چادر دی جسے عرب میں بجار کہتے ہیں۔ آپ نے اس کے دو ٹکڑے کئے ایک حصے کا تہبند اور دوسرے کی چادر بنائی اور بارگاہ بیکس پناہ ﷺ کی طرف چل پڑے۔

سحر کے وقت آپ مدینہ طیبہ پہنچے اور مسجد نبوی میں رکے جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک اجنبی پر نظر پڑی۔ پوچھا۔

''کون ہو؟''

''میں فقیر و مسافر آپ ﷺ کا عاشق جمال ہو۔ میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔''

''تمہارا نام عبداللہ اور لقب ذوالبجارین ہے۔ ہمارے کاشانہ اقدس کے قریب ہمارے پاس رہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو آپ اصحاب صفہ کے درمیان رہنے لگے اور قرآن پاک

یاد کیا کرتے تھے۔

آپ با آواز بلند قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا۔

''ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ یا رسول ﷺ یہ اعرابی بلند آواز سے قرآن پاک پڑھتے ہیں اور ان کی آواز لوگوں کی نماز و قرآت میں مزاحمت ہوتی ہے۔''

''اے عمرؓ! ان کو اپنے حال میں چھوڑ دو اس لئے کہ وہ نکالا ہوا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔''

جب غزوہ تبوک کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو آپ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

''دعا فرمائیں کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔''

ان کی بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''کسی درخت کی چھال لاؤ۔''

چھال پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے ان کے بازو پر باندھ کر فرمایا۔

''اے اللہ! میں اس کے خون کو کافروں پر حرام قرار دیتا ہوں۔''

سنا تو عرض گزار ہوئے۔

''اے اللہ کے محبوب ﷺ میرا مقصود تو شہادت ہے۔''

فرمایا۔

''جب تم راہ خدا میں جہاد کی نیت سے نکل آئے اور تمہیں بخار آجائے اور اس بخار سے تم اس دنیا سے چلے جاؤ تو تم شہید ہو گئے۔''

اس کے بعد آپ حضور اکرم ﷺ کی خدمت بجا لائے ہوئے تبوک تک پہنچ گئے اور فرمان کے مطابق بخار سے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے اور ان کے بارے میں دعا سن

کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تمنا کی تھی کہ کتنا اچھا ہوتا اگر حضرت ذوالبجارین کی جگہ میں لحد میں لیٹا ہوتا۔

غزوہ تبوک کے وقت بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ حضرت سہیلؓ بن بیضاء غزوہ تبوک میں حضور انور ﷺ کا ردیف تھے۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے انہیں بلایا۔

''یا سہیل۔''

''لبیک یا رسول ﷺ۔''

حضرت سہیلؓ نے جواب میں عرض کیا۔ لیکن آپ ﷺ نے دوبارہ آواز دی۔

لوگ سمجھے شاید انہیں بلایا جارہا ہے۔ بہت سے لوگ اطراف و جوانب سے آپ ﷺ کے گرد جمع ہوگئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا سانپ ہے۔ وہ راستے سے ہٹ گئے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آگیا اور کھڑا ہوگیا۔ حاضرین کافی دیر تک کھڑے دیکھتے اور متعجب ہوتے رہے۔ پھر وہ ایک طرف دور جا کر کھڑا ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جانتے ہو یہ سانپ کون ہے؟''

''اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔''

حاضرین نے عرض کیا۔

''یہ ان دس جنات میں سے ہے جنہوں نے میرے پاس آکر قرآن پاک سنا تھا۔ اس کا گھر نواح میں ہے۔ میری آمد کی خبر سن کر سلام کے لئے حاضر ہوا تھا اور اپنی مشکلات کا حل پوچھا تھا۔ تم سب کو سلام کہتا تھا''

''وعلیکم السلام۔''

سب حاضرین نے بیک زبان کہا۔ بعدازاں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں کو سلام کہو جو کوئی بھی ہو۔

ایک روز آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ اسی اثناء میں بنی سعد بن ہذیم کا ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ آپ ﷺ نے اسے بیٹھنے کو فرمایا اور حضرت بلالؓ سے کھانا لانے کو کہا۔ حضرت بلالؓ چند کھجوریں اور روغن و ملایا وغیرہ لائے اور چمڑے کے دسترخوان پر رکھ دیا۔

''کھاؤ''

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد اس شخص نے کہا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں تنہا طعام کو کھاتا تو پیٹ نہ بھرتا مگر اب میں سیر ہو گیا ہوں۔''

آپ ﷺ نے سنا تو ارشاد فرمایا۔

''کافر سات اور مومن صرف ایک آنت سے کھاتا ہے۔''

ایک دن کا ذکر ہے کہ عالم عالمیان ﷺ نے ولایت شام جانے اور وہاں کے سربراہوں اور حاکموں سے بات چیت کرنے کے سلسلے میں اعیان انصار و مہاجرین سے مشورہ فرمایا۔

''حضور ﷺ کا یہ مشورہ فرمانا کیا حکم الٰہی کے تحت ہے۔''

حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے عرض کیا اور پھر بولے۔

''اگر منجانب اللہ مامور ہیں تو ہم سب آپ ﷺ کے خادم و غلام ہمرکاب ہوں گے۔''

''اگر منجانب اللہ مامور ہوتا تو پھر مشورہ کیوں کرتا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو حضرت عمرؓ عرض گزار ہوئے۔

''قیصر روم اپنے کئے اور کہے پر شرمندہ و خجل ہے۔ آپ ﷺ کی ہیبت و شوکت کا غلغلہ ان شہروں تک پھیل چکا ہے۔ آپ ﷺ کا خوف و رعب ان رومیوں کے دلوں پر

غالب آچکا ہے اگر اس سال لوٹ کر دوسرے سال قصد فرمائیں تو ادنیٰ ہوگا اور حکم حضور ﷺ کا ہی بلند و برتر ہے۔''

مشورہ درست تھا لہٰذا آپ ﷺ نے تبوک سے واپسی کا ارادہ فرمایا۔

واپسی کے دوران ایک شب ایک دشوار و گزار گھاٹی پیش آئی۔ محبوب کبریا ﷺ نے منادی کرادی۔

''اے غلامان مصطفیٰ ﷺ سن لو اس گھاٹی پر کوئی اس وقت تک نہ جائے جب تک رسول اللہ ﷺ اوپر نہ چلے جائیں۔''

فرمان رسول ﷺ سن کر سب رک گئے۔ حضور ﷺ، حضرت حذیفہؓ الیمان اور حضرت عمارؓ بن یاسر کے ساتھ اس گھاٹی کے اوپر چڑھے۔ حضرت حذیفہؓ نے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور حضرت عمارؓ اسے پیچھے سے دھکیل رہے۔ اسی اثناء میں حضرت حذیفہؓ کو چودہ سوار جنہوں نے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے دکھائی دیئے اور حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت حذیفہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے ان سواروں کو ڈانٹا جس کے نتیجے میں وہ بھاگ گئے۔

''کیا تم نے ان لوگوں کو پہچانا؟''

اللہ کے رسول ﷺ نے دریافت فرمایا۔

''نہیں یا رسول اللہ ﷺ، انہوں نے اپنے منہ چھپا رکھے تھے۔''

ارشاد فرمایا۔

''یہ ایک جماعت ہے جو قیامت تک منافق رہیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ اس گھاٹی میں میرے مزاحم ہوں اور میرے اونٹ کو بھگا دیں تاکہ میں گر پڑوں اور مجھے قتل کر دیں۔''

''یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہمیں اجازت دیں کہ انہیں قتل کر دیں اور ان کے سر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیں۔''

حضرت حذیفہؓ و عمارؓ بیک زبان بولے۔

''مجھے پسند نہیں کہ عرب کہیں کہ ایک قوم کی مدد سے اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی اور پھر اس قوم کو قتل کر دیا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا اور پھر دعا کی۔

''اے اللہ! ان کو دوپیلہ کی بیماری میں مبتلا کر۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! دوپیلہ کیا ہے؟''

حضرت حذیفہؓ نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا۔

''آگ کا شعلہ ان کے دلوں میں پیدا ہوگا اور انہیں ہلاک کر دے گا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سواروں کے باپوں کے نام بتائے اور حکم دیا کہ ان کو ظاہر نہ کریں اور اس قوم کو رسوا نہ کریں۔

اس واقعہ کے بعد جب کبھی جنازہ حاضر ہوتا تو حضرت فاروق اعظمؓ حضرت حذیفہؓ کو دیکھتے اگر شریک ہوتے تو وہ بھی شرکت کرتے اور اگر وہ موجود نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ بھی جنازہ میں شریک نہ ہوتے تھے۔

غزوہ تبوک آخری غزوہ تھا جس میں نور مجسم ہادی برحق ﷺ نے شرکت فرمائی یہ رجب المرجب 9 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ مغازی و سیر کی کتب می اس کے کئی نام ہیں۔ اس کو جیش عسرت بھی کہتے ہیں کیونکہ ان دنوں مسلمانوں کو تنگدستی، قحط سالی کا سامنا تھا۔ اسے غزوہ فضیحہ بھی کہتے ہیں کیونکہ بعض منافقین کو اس میں فضیحت ہوئی تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں دو ماہ قیام فرمایا۔ بعض بارہ دن اور ابن سعد کے مطابق آپ ﷺ نے وہاں بیس شب قیام فرمایا تھا۔

واپسی پر جب راحت العاشقین ﷺ موضع ذی اوان میں تشریف لائے تو منافقین کی جماعت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے غزوہ تبوک کی طرف روانہ ہونے

سے قبل وعدہ فرمایا تھا کہ واپسی پر اگر اللہ نے چاہا تو ہماری تعمیر کردہ مسجد میں نماز ادا فرمائیں گے۔''

موضع ذی اوان مدینہ منورہ سے ایک گھڑی کے فاصلے پر تھا۔ ابو عاصر کے کہنے پر مسجد قبا کے مقابل یہ مسجد تعمیر کی گئی تھی جو دراصل منافقین کی ریشہ دوانیوں کا مرکز اور بت خانہ تھا تاکہ مسلمانوں کو گمراہ کر سکیں، چاہتے تھے اگر رسول اللہ ﷺ وہاں ایک بار نماز ادا فرمالیں گے تو عام مسلمانوں کے لئے حجت ہو جائے گی اور منافقین کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں آسانی ہوگی۔

ابو عامر نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا امارت و سرداری کا وارفتہ و دلدادہ تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور مسلمان آپ ﷺ کے وال ہو شیدا ہو گئے تو اس کی آتش حسد بھڑک اٹھی، مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ غزوہ احد میں کفار کی جانب سے مسلمانوں کی طرف پہلا تیر اسی نے چلایا تھا۔ اس پر مسلمانوں نے اس کا لب فاسق رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا۔

''اے اللہ! اسے یکہ وتنہا بے یارو مددگار ہلاک کر۔''

غزوہ احد کے بعد وہ فرار ہو کر ہرقل کے پاس ملک روم چلا گیا اور وہاں بیٹھ کر خط و کتابت کے ذریعے مدینہ کے منافقوں کو اپنے ناپاک منصوبے میں شامل کیا۔ وہ تو پہلے ہی چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار پھیلے لہٰذا انہوں نے بہ دل و جان اس کے منصوبے پر عمل کیا۔ غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہونے سے قبل وہ منافقین حاضر بارگاہ نبوت ﷺ ہوئے اور کہا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے بیماروں اور کمزوروں کو موسم سرما اور بارش سے بچانے کے لئے ایک جگہ بنائی ہے آرزو ہے کہ آپ ﷺ وہاں قدوم میمنت لزوم فرمائیں اور نماز سے اس مسجد کو مشرف فرمائیں۔''

اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ واپسی پر اگر اللہ کو منظور ہوا تو وہاں

جاؤں گا۔"

ابھی ان منافقین کی بات پوری ہوئی تھی کہ حضرت جبرائیلِ امین علیہ السلام تشریف لائے قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

"مسجد ضرار کفر اور تفریق بین المسلمین کے لئے تعمیر کی گئی ہے اور اللہ مطرین کی حب رکھتا ہے۔"

نزول وحی کے بعد اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے حضرت مالکؓ بن دخشم اور حضرت معینؓ بن عدی اور چند دوسرے افراد کو بلایا اور حکم دیا۔

"اس مکان کو جسے ان ظالموں نے تعمیر کیا ہے اکھاڑ کے پھینک دو۔"

تعمیل ارشاد میں انہوں نے جاکر اس کو نذر آتش کر دیا اور ان منافقین کو جن کی تعداد بارہ تھی مار پیٹ کر متفرق کر دیا اور پھر وہ جگہ کوڑا کرکٹ پھینکنے کے لئے مخصوص ہوگئی اور منافقوں کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔

جب حضور پرنور ﷺ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اہل مدینہ آپ ﷺ کے استقبال اور پیشوائی کے لئے شہر سے باہر نکل آئے۔ خوشی کی انتہا نہ تھی۔ آپ ﷺ کے دیدار سے ترسی ہوئی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ عورتوں، بچوں اور لڑکوں نے مسرت و شادمانی سے گانا شروع کر دیا۔

طلع البدر علینا   من شینات الوداع
وجب الشکر علینا   ما دعا للہ داع

غزوہ تبوک میں تین صحابہ حضرت کعبؓ بن مالک، حضرت ابن الربیعؓ اور حضرت بلالؓ بن امیہ شمولیت اختیار نہ کر سکے تھے۔ حضرت کعبؓ جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو سوائے منافقین اور معذوروں کے اور کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے تو ان کا سینہ چھلنی ہو جاتا۔ حسرت و شرمساری کی آگ میں جلتے رہتے تھے۔ غزوہ میں شمولیت سے محرومی پر بے حد متاسف و پریشان تھے مگر موقعہ ہاتھ سے نکل

گیا تھا۔ اکثر اوقات گھر میں رہتے تا کہ لوگوں کی باتیں سننے سے محفوظ رہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر غزوہ میں شامل ہوئے تھے۔ بیعت عقبہ و ثانیہ میں بھی حاضر تھے۔ جنگ میں شرکت کے لئے دو اونٹ بھی موجود تھے حالانکہ اس سے قبل ان کے پاس دو اونٹ موجود نہ تھے۔ ارادہ بھی مصمم تھا ان دنوں موسم شدید گرم تھا۔ مدینہ کی کھجوریں پکی ہوئی تھیں اور طویل سفر درپیش تھا۔ عزم کر رکھا تھا کہ جس دن اسلامی لشکر کوچ کرے گا ساتھ چل دوں گا۔ جب لشکر روانہ ہوگیا تو سوچا۔

''آج مجھے ضروری کام ہے کل چل کر لشکر کے ساتھ مل جاؤں گا۔''

اسی طرح دو تین دن گزر گئے، نفس امارہ نے لیت ولعل میں ڈال دیا۔ اسی دوران میں اسلامی لشکر دور نکل گیا اور اس کے ساتھ جا کر ملنا مشکل ہوگیا۔

ایک دن حضور انور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے پوچھا۔

''کعب کہاں ہے؟''

''یا رسول اللہ ﷺ اسے اس کے دو کپڑوں نے باز رکھا جو اس کی نظر میں بہت اچھے تھے۔''

حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا۔ اس پر حضرت معاذ بن جبلؓ بولے۔

''بری بات ہے جو تم کہہ رہے ہو۔''

اور پھر اپنے آقا و مولا ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! ہم بجز نیکی کے کعبؓ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔''

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہ فرمایا اور خاموش رہے۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت کعبؓ کے بارے میں دریافت کیا تھا حالانکہ اس سے قبل کسی غزوہ میں نہیں پوچھا تھا۔

جب رحمتہ اللعالمین ﷺ کی واپسی کی اطلاع ملی کہ تشریف لا رہے ہیں تو سخت

پریشان ہوئے۔ دل میں طرح طرح کے حیلے بہانے آتے کہ یہ کہوں گا۔ وہ کہوں گا مگر ہر خیال کو دل سے نکال دیتے۔ بعض دوسرے لوگوں نے بھی مشورہ دیا کہ ایسا کر، ویسا کر، ویسا کر مگر یہ تمام ردی خیالات زیادہ عرصہ دل میں نہ رکھتے اور بالآخر مصمم ارادہ کرلیا کہ سچ کے بغیر بارگاہ رسالت ﷺ میں کچھ اور نہ کہوں گا۔

غزوہ کے بعد واپسی پر آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ منافقین حاضر ہوئے اور باطل عذر اور بہانے پیش کئے اور قسمیں بھی کھائیں۔ آپ ﷺ نے ان کے عذر سن لئے اور قبول فرمائے لیکن ان کے باطن رب تعالیٰ کے سپرد کر دیئے۔

ان کے بعد حضرت کعبؓ بن مالک حاضر ہوئے اس طرح کہ چہرے پر اضطراب و پریشانی کے آثار تھے، بارگاہ رسالت ﷺ میں سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے نظریں مبارک اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور خشم آمیز تبسم فرما کر حضرت کعبؓ کے ہوش اڑ گئے۔

''اے کعبؓ! تم کیوں پیچھے رہے کیا تمہیں اسباب سفر مہیا نہ تھے؟''

''اے اللہ کے محبوب ﷺ! بلاشبہ جس قدر سامان کی ضرورت تھی سب موجود تھا۔ نفس نے غافل بنا دیا، کسل مندی و کاہلی غالب آ گئی۔ شیطان نے راہ اچک لی اور مجھے محرومی و رسوائی کے گرداب میں پھینک دیا۔ مجھے کوئی عذر نہ تھا۔''

''تم نے سچ کہا۔''

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اور پھر بولے۔

''اٹھو اور جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں حکم فرما دے۔''

حکم سنا تو اٹھ کر باہر آ گئے۔ حضرت کعبؓ کے بعض اقربا نے سخت سست کہا کہ دوسروں کی طرح کوئی عذر پیش کر دینا تھا۔

''میں وحی کے نازل ہونے سے ڈرتا تھا کہ کہیں وہ میرے جھوٹ کی گواہی نہ دے دے اگر میرا معاملہ کسی دنیا دار سے ہوتا تو میں جو چاہتا

کہہ دیتا لیکن یہاں تو سچائی کے سوا دوسرا راستہ ہی نہ تھا۔"

حضرت کعبؓ نے اپنے اقربا سے کہا اور پھر پوچھا۔

"میری طرح کسی اور کو بھی ایسا معاملہ پیش آیا ہے؟"

"ہاں مرادہ بنؓ الربیع اور بلالؓ بن امیہ کی بھی یہی صورتحال ہے۔"

یہ سن کر ان کے دل میں ڈھارس بندھی۔ دل میں کہا۔

"یہ دونوں مسلمان صالح ہیں۔ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے۔"

اسی دن رسول اللہ ﷺ نے منادی کرا دی۔

"اے اہل مدینہ! یہ حضور اکرم ﷺ کا حکم ہے کہ کعبؓ بن مال، مرادہؓ بن الربیع اور بلالؓ بن امیہ کے ساتھ کوئی شخص نشست و برخاست نہ رکھے۔ بات چیت نہ کرے اور لین دین ختم کر دے۔"

اس اعلان کے ساتھ ہی آشنا بیگانہ ہو گئے۔ کوئی نہ سلام کرتا نہ ان کے سلام کا جواب دیتا زمین روز افزوں ان پر تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ اس طرح پچاس دن بیت گئے۔ انسانوں کے بھرے پرے شہر میں یکہ و تنہا تھے۔

بقیہ دو اصحاب بوجوہ پیرانہ سالی گھر سے ہی نہ نکلے لیکن حضرت کعبؓ بن مالک جوان تھے، دلیری دکھاتے تھے، نماز پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی محفل ہمایوں میں ایک گوشہ میں بیٹھ جاتے۔ جب وہ حضور اکرم ﷺ کی طرف دیکھتے تو آپ ﷺ تغافل فرماتے لیکن حضرت کعبؓ کسی اور طرف دھیان کرتے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ دزدیدہ نگاہ محبوبانہ ان کی طرف فرماتے۔

ایک دن ضبط کا یارا نہ رہا۔ دل بھر آیا۔ کوئی محرم راز نہ تھا کہ دل کی بات کہتے کہ اس پر کیا بیت رہی ہے۔ گھر سے باہر نکلے اور مدینہ سے باہر اپنے چچا زاد بھائی حضرت ابوقتادہؓ کے پاس گئے جو اپنے باغ میں تعمیر کا کام کروا رہے تھے۔ وہ حضرت کعبؓ کو بے حد چاہتے تھے۔ جب باغ میں ان کے پاس پہنچ کر سلام کیا تو انہوں نے بھی جواب نہ دیا

اور منہ پھیر لیا۔
''اے ابوقتادہؓ! تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں، نفاق و شرک میرے دل میں نہیں ہے۔ کس لئے مجھ سے بات نہیں کرتے اور جواب تک نہیں دیتے۔''

تین بار حضرت کعبؓ نے کہا اس کے بعد صرف اتنا بولے۔
''اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔''

اور آنکھوں میں ساون بھادوں کی طرح آنسو بہنے لگے۔ جی بھر کر روئے اور پھر واپس سوئے مدینہ لوٹ گئے۔

راستے میں ان کی نظر ایک نصرانی پر پڑی جو لوگوں سے ان کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ لوگوں نے جب حضرت کعبؓ کو آتے دیکھا تو اشارے سے بتایا۔

وہ قاصد تھا جو شاہ غسان کا ایک خط ان کے لئے لایا تھا۔ خط لے کر پڑھا لکھا تھا۔
''اے کعبؓ! واضح ہو کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے آقا ﷺ کا دل تم سے گراں ہے۔ تم کو اپنے پاس سے نکال دیا ہے اور ان کے اصحاب تم سے ظلم و جفا کرتے ہیں۔ تم ایسے شخص نہیں ہو کہ ایسی جگہ رہو جہاں تم پر ظلم ہو۔ جب تم اس خط کے مضمون سے باخبر ہو تو بلا تکلف فوراً آجاؤ تا کہ تم ہماری نوازشوں اور مہربانیوں کو دیکھو۔''

خط پڑھنے کے بعد آپ نے دل میں کہا۔
''یہ بھی ان بلاؤں میں سے ایک ہے جو مجھ پر نازل ہوئی ہے اور اس سے زیادہ بری اور کیا بلا ہوگی کہ ایک کافر کی طمع مجھ پر اور میرے دین پر پڑے اور مجھے کفر کی طرف بلائے۔''

ان کے دل کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اس کے خط کو نذر آتش کر دیا اور قاصد کو غصے سے نکالتے ہوئے کہا۔
''جاؤ اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ میرے اپنے آقا ﷺ کی مجھ پر بے

عنایتی و بے التفاتی تیری عنایت و التفات سے لاکھ درجے بہتر ہے۔"

جب حضرت کعبؓ بن مالک گھر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو پیغام دے کر بھیجا۔

"اپنی بیوی سے جدا رہو۔"

"کیا اسے طلاق دینے کا حکم ہے۔"

حضرت کعبؓ نے دریافت کیا تو بتایا گیا۔

"نہیں۔ صرف اس سے قربت نہ کرو۔"

یہ سنا تو انہوں نے فوراً اپنی بیوی کو میکے بھیج دیا۔ یہی حکم بقیہ دو اصحاب کے لئے بھی تھا۔ حضرت بلال بنؓ امیہ کی بیوی کو جب اس حکم کی اطلاع ہوئی تو بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی۔

"یا رسول اللہ ﷺ! میرا شوہر ضعیف و بوڑھا ہے اور اس کا کوئی خدمت گار نہیں۔ اجازت عطا فرمائیں کہ اس کی خدمت بجا لاؤں۔"

"ہاں خدمت بجا لاؤ لیکن ازدواجی تعلقات قائم نہ ہوں۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اس حکم کے بعد دس دن اور گزر گئے۔ زندگی سے موت بہتر نظر آنے لگی۔ کہ در توبہ کھل گیا اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔ تہائی رات گزر چکی تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی الٰہی لے کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور سورہ توبہ کی یہ آیات نازل ہوئیں جن کا ترجمہ ہے۔

"یقیناً اللہ نے پیغمبر اور ان مہاجرین و انصار کی توبہ قبول کر لی جنہوں نے اس امر کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل گمراہ ہو چلے تھے تنگی کے وقت اس کی پیروی کی۔ پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی کیونکہ وہ ان کے ساتھ مہربان اور رحیم ہے اور ان تین شخصوں کی توبہ بھی قبول کر لی جو پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی

اور ان کی جانیں ان کیلئے مصیبت بن گئیں اور ان کو یقین ہوگیا کہ اللہ کے عذاب سے اللہ کے سوا اور کوئی پناہ نہیں دیتا پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی تاکہ وہ صحیح حالت پر آجائیں۔ بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

اس رات جب وحی الٰہی نازل ہوئی حضرت کعبؓ بن مالک انتہائی شکستگی کی حالت میں کوٹھے کی چھت پر پڑے تھے کہ رات کی خاموشی میں کسی کی آواز ابھری۔ غور سے سنا۔ کوئی شخص ٹیلہ پر کھڑا آواز دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

حضور اکرم ﷺ انصار و مہاجرین کے ہمراہ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے۔ سلام عرض کیا تو آپ ﷺ کا روئے مبارک چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں و تاباں ہوگیا۔

"اے کعبؓ! بشارت ہو اس دن کی جب سے تم ماں کے بطن سے پیدا ہوئے ہو اس دن سے کوئی بہتر دن تم پر نہیں آیا۔ تمہاری توبہ بارگاہ رب العزت میں قبول ہوگئی ہے۔"

خوشی سے حضرت کعبؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ عرض کی "یا رسول ﷺ! قبول توبہ کے شکرانے میں اپنا سارا مال راہ خدا میں پیش کرتا ہوں۔"

"ایسا نہ کرو۔" حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"آدھا مال حضور ﷺ۔"

"نہیں۔"

عرض کیا "تہائی مال۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ حضرت کعبؓ کی آنکھوں سے ہنوز خوشی کے آنسو رواں تھے۔ حضور ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے تمتما رہا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خاموش و مودب بیٹھے یہ روح پرور نظارہ دیکھ رہے تھے۔

غزواتِ اسلام

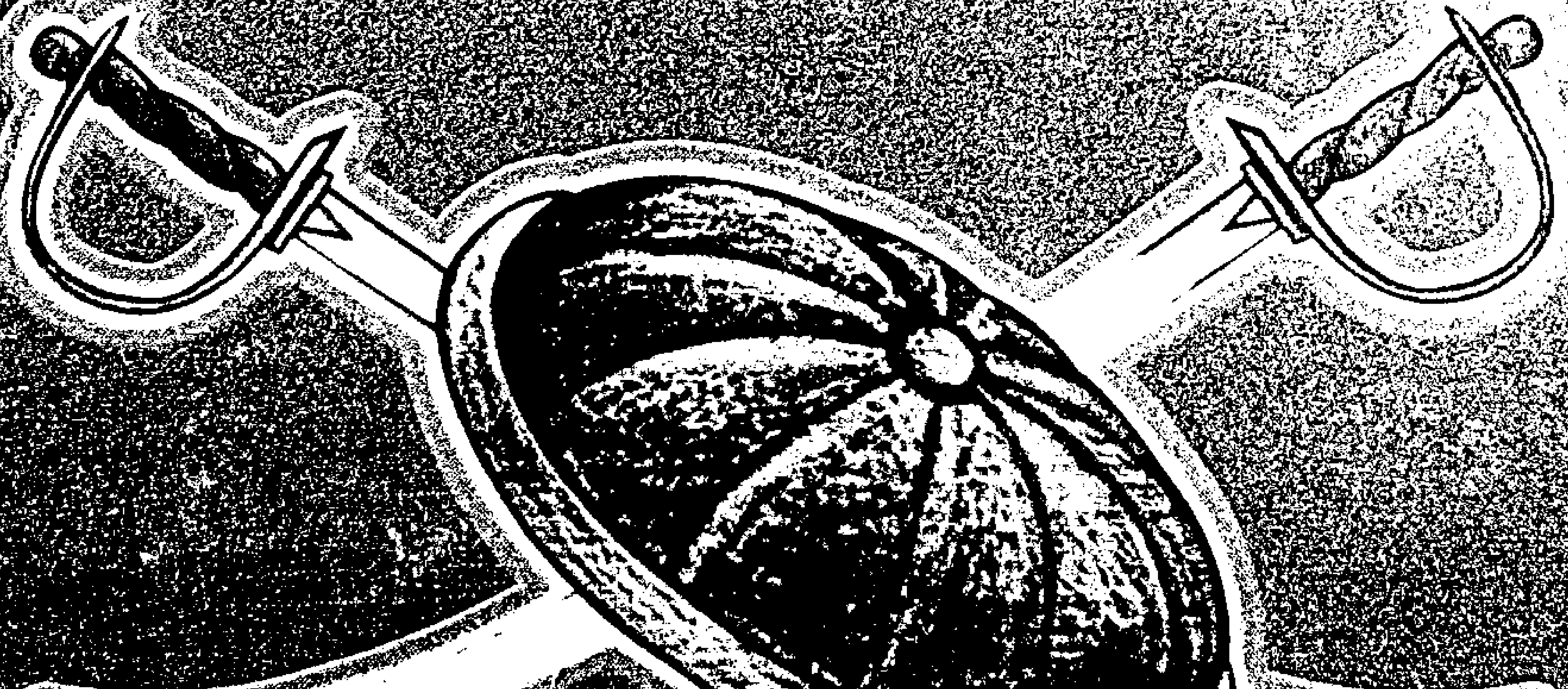

منصور احمد بٹ